کتاب الشفعه

از

کتب مذہب حنفی

ہدایہ و در مختار و شرح وقایہ

حصہ دوم

مؤلف و مترجم آنریبل سید محمود

بیرسٹر ایٹ لا جعل ظله ممدودا

الی الاباد

باہتمام احقر العباد خواجہ

مصلح الدین احمد غفرلہ

الاحد فی یوم التناد

سنہ ۱۸۹۷ع

مطبع مصلح المطابع واقع دہلی میں طبع ہوئے

الهداية فى الفقه لمولانا برهان الدين

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب الشفعة

(١) الشفعة مشتقة من الشفع وهو الضم سميت بها لما فيها من ضم المشتراة الى عقار الشفيع۔

(١) شفعہ شفع کی لفظ سے ماخوذ ہے جو ملانے کے معنے مین ہے چونکہ شفعہ کے اندر بھی فروخت شدہ جائداد شفیع کی جائداد مین ملجاتی ہے اسلیے اوسکا نام شفعہ رکھدیا گیا ہے۔

(٢) قال الشفعة واجبة للخليط فى نفس المبيع ثم للخليط فى حق المبيع كالشرب والطريق ثم للجار أفاد هذا اللفظ ثبوت حق الشفعة لكل واحد من هؤلاء وافاد الترتيب اما الثبوت فلقوله عليه السلام الشفعة لشريك لم يقاسم ولقوله عليه السلام جار الدار احق بالدار والارض ينتظر له و

(٢) اولا شفعہ اوس شخص کا ثابت ہوتا ہے جو مبیع کے اندر شریک ہے بعد ازان اوس شخص کا شفعہ ثابت ہوتا ہے جس نے شریک سے اپنا حصہ علٰحدہ کر لیا ہے مگر راستے وغیرہ مین ہنوز شریک ہے اوسکے بعد جار کو شفعہ ثابت ہوتا ہے الغرض بالترتیب ان لوگون کو حق شفعہ ثابت ہوتا ہے۔ ان لوگون کے لیے شفعہ ثابت ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ اس شریک کا ہے جس نے اپنا حصہ علٰحدہ نہین کیا اور فرمایا ہے مکان کا جار اوس مکان کا زیادہ تر مستحق ہے اور زمین کے فروخت کرنے مین انتظار کیا جائیگا اگرچہ شفیع

إن كان غائبا إذا كان طريقهما واحدا ولقوله عليه السلام الجار أحق بسقبه قيل يا رسول الله ما سقبه قال شفعته ويروى الجار أحق بشفعته۔

وہاں موجود نہو جس صورت میں کہ دونوں کا راستہ ایک ہو اور نیز یہ فرمایا کہ جار اپنے سقب کی وجہ سے مستحق ہے کسی نے عرض کیا اوس کے سقب سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا اوسکا شفعہ اور ایک روایت میں سقب کی جگہ شفعہ کا لفظ آیا ہے۔

(۳۳) وقال الشافعي رح لا شفعة بالجوار لقوله عليه السلام الشفعة فيما لم يقسم فإذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة ولأن حق الشفعة معدول به عن سنن القياس لما فيه من تملك المال على الغير من غير رضاه وقد ورد الشرع به فيما لم يقسم وهذا ليس في معناه لأن مؤنة القسمة تلزمه في الأصل دون الفرع ولنا ما روينا ولأن ملكه متصل بملك الدخيل اتصال تأبيد وقرار فيثبت له حق الشفعة عند وجود المعاوضة بالمال اعتبارا بمورد الشرع وهذا لأن الاتصال على هذه الصفة إنما انتصب سببا فيه لدفع ضرر الجوار إذ هو مادة المضار على ما عرف وقطع هذه المادة بتملك الأصيل أولى لأن الضرر

(۳۴) امام شافعی رح کے نزدیک جوار کی وجہ سے شفعہ کا استحقاق نہیں ہوتا اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ غیر منقسم چیز میں ہے اور حدود کے پڑجانے اور راستوں کے علیحدہ ہو جانے کے بعد شفعہ نہیں ہے دوسری دلیل یہ ہے کہ شفعہ کا ثابت ہونا احاطۂ قیاس سے باہر ہے اسلئے کہ شفعہ میں دوسرے کے مال کا بغیر اوسکی رضامندی کے مالک ہو جانا ہے اور شارع نے صرف غیر منقسم جائداد میں اوسکا ثبوت بیان کیا ہے اور جار کو اس شریک پر قیاس نہیں کر سکتے اسواسطے کہ شرکت کی صورت میں شفعہ ثابت ہونے سے تقسیم کرنے کی دقت پیش آتی ہے اور جوار میں یہ دقت نہیں ہے حنفیہ کی ایک دلیل تو وہی حدیث ہے جو گذر چکی اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جار کی ملک کو مبیع سے ایک لازمی اور ابدی اتصال ہے لہذا شریک پر قیاس کرکے اس جار کو اسبات کا حق ثابت ہوگا کہ جسقدر مال دوسرا شخص دیتا ہے اوسقدر مال دیکر بذریعۂ شفعہ کے اوس مبیع کو لیلے اسواسطے کہ اس قسم کا اتصال دفع ضرر جوار کے وجہ سے حق شفعہ کا سبب بنا ہے اسلئے کہ ضرر جوار ہر قسم کے ضرر کا منبع ہے اور یہ ضرر اسطرح دور ہو سکتا ہے کہ شفیع کو اس مبیع کا مالک بنا دیا جاوے کیونکہ مالک بنانے میں اگرچہ مشتری کا ضرر ہے مگر شفیع کو اوسکے باپ دادا کی جگہ سے برگشتہ کرنے کا ضرر اوس سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اور تقسیم کرنے سے جو ضرر لاحق ہوتا ہے وہ ضرر ایسا ہے کہ خود شارع نے اوس کو

فی حقه بازعاجه عن خطة آبائه اقوی وضرر القسمة مشروع لا یصلح علة لتحقیق ضرر غیره

مقرر کر دیا ہے لہذا وہ اس قابل نہیں ہے کہ اوس سے بچنے کا لحاظ کرکے شفیع کو ضرر پہونچایا جاوے۔

(۴) واما الترتیب فلقوله علیه السلام الشریك احق من الخلیط والخلیط احق من الشفیع فالشریك فی نفس المبیع والخلیط فی حقوق المبیع والشفیع هو الجار ولان الاتصال بالشرکة فی المبیع اقوی لانه فی کل جزء وبعده الاتصال فی الحقوق لانه شرکة فی مرافق الملك والترجیح یتحقق بقوة السبب ولان ضرر القسمة ان لم یصلح علةً صلح مرجحاً۔

(۴) اسباب کی دلیل کہ بعض شفعاء کو بعض پر تقدم ہی یہ حدیث ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی شریک خلیط سے اور خلیط شفیع سے زیادہ حقدار ہی۔ اور شریک سے اس حدیث مین شریک فی المبیع اور خلیط سے شریک فی حق المبیع اور شفیع سے جار مراد ہی۔ دوسری دلیل یہ ہی کہ شرکت فی المبیع کے اندر سب سے زیادہ اتصال پایا جاتا ہی اوسکے بعد شرکت فی حقوق المبیع کے اندر اتصال پایا جاتا ہی کہ وہان ملک کے توابع مین شرکت ہوتی ہی اور جسقدر سبب قوی ہوتا ہی اوسیقدر ترجیح ہوتی ہی اور ایک بات یہ ہی کہ ضرر تقسیم اگرچہ شفعہ کی علت ہونے کی قابلیت نہین رکھتا مگر ترجیح کا سبب ہوسکتا ہی اور یہ ضرر شرکت کی صورت مین پایا جاتا ہی جوار مین نہین پایا جاتا۔

(۵) قال ولیس للشریك فی الطریق والشرب والجار شفعة مع الخلیط فی الرقبة لما ذکرنا انه مقدم۔

(۵) اگر ایک شخص صرف راستہ مین یا پانی کے حق مین شریک ہو تو شریک فی المبیع کی ہوتے ہوئے اوس کو شفعہ کا استحقاق نہوگا اس لئے کہ اوسکو تقدم ہے۔

(۶) قال فان سلم فالشفعة للشریك فی الطریق فان سلم اخذها الجار لما بینا من الترتیب والمراد بهذا الجار الملاصق وهو الذی علی ظهر الدار المشفوعة وبابه فی سكة اخری۔

(۶) اگر مکان کے شریک نے شفعہ چھوڑ دیا تو راستہ کے شریک کو حق شفعہ ہے اگر اوس نے بھی ترک کر دیا تو اسوقت مین جار ملاصق کو حق شفعہ ہی اور یہ وہ شخص ہے جس کا مکان فروخت شدہ مکان کی پشت پر ہے اور اوس کا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہے۔

(۷) وعن ابی یوسف ان مع وجود

(۷) ابو یوسف رحمہ سے مروی ہو کہ شریک فی المبیع کے

الشريك في الرقبة لا شفعة لغيره سلم او استوفى لانهم محجوبون به۔

ہوتے ہوئے کسی دوسرے کا شفعہ نہیں ہوتا خواہ وہ لے یا نہ لے اسواسطے کہ اوسکے ہوتے ہوئے اور لوگوں کا حق نہیں ہوتا۔

(٨) ووجه الظاهر ان السبب قد تقرر في حق الكل الا ان للشريك التقدم فاذا سلم كان لمن يليه بمنزلة دين الصحة مع دين المرض۔

(٨) اسبات کی دلیل کہ بعض کے ترک کرنے سے بعض کو حق ثابت ہوجاتا ہی یہ ہے کہ شفعہ کا سبب یعنے اتصال سب کے اندر پایا جاتا ہو مگر شریک فی المبیع کو اوروں پر حق تقدم ہو لہذا اگر یہ اپنے حق کو ترک کردیگا تو اوسکے بعد دوسرے کو حق ثابت ہو جائیگا جسطرح حالت صحت کے قرضخواہ اپنا حق ترک کردیں تو حالت مرض کے قرضخواہ اپنا حق لیں

(٩) والشريك في المبيع قد يكون في بعض منها كما في منزل معين من الدار او جدار معين منها وهو مقدم على الجار في المنزل وكذا على الجار في بقية الدار في اصح الروايتين عن ابي يوسف رح لان اتصاله اقوى والبقعة واحدة۔

(٩) شریک فی المبیع کی ایک صورت یہ ہو کہ کل مبیع میں شریک نہو مگر بعض مبیع میں شریک ہو مثلا ایک شخص کی حویلی میں چند کمرے ہیں اور اونمیں سے صرف ایک کمرہ میں دوسرا شخص شریک ہی یا صرف ایک دیوار میں شریک ہی یہ شریک اوس کمرے کے جار پر اور نیز باقی حویلی کے جار پر ابو یوسف رح سے اصح روایت کے موافق مقدم ہی اسواسطے کہ اوس شریک کا اتصال قوی ہی اور وہ حویلی ایک مکان کے حکم میں ہے۔

(١٠) ثم لا بد ان يكون الطريق او الشرب خاصا حتى تستحق الشفعة بالشركة فيه فالطريق الخاص ان لا يكون نافذا والشرب الخاص ان يكون نهرا لا تجري فيه السفن وما تجري فيه فهو عام وهذا عند ابي حنيفة ومحمد رح وعن ابي يوسف رح ان الخاص ان يكون نهرا يسقى منه قراحان او ثلاثة

(١٠) اگر خود مبیع کے اندر شرکت نہیں ہی تو طریق خاص اور شرب خاص میں شریک ہونے کی وجہ سے شفعہ ثابت ہوتا ہی اور اگر یہ دونوں عام ہوں تو ثابت نہیں ہوتا اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہی جو بند راستہ ہو اور شرب خاص سے اسقدر چھوٹی نہر مراد ہی جسمیں کشتی نہ چل سکے اور اگر کشتی چل سکتی ہی تو وہ شرب عام ہی مگر یہ امام ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک ہی اور ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ شرب خاص سے اتنی بڑی نہر مراد ہی جس سے صرف دو تین کھیت کی آبپاشی ہو سکتی ہو اور اگر اس سے بڑی ہے تو وہ شرب عام میں داخل ہے

(١١) فان كانت سكة غير نافذة ينشعب منها سكة غير نافذة وهي مستطيلة فبيعت دار في السفلى فلاهلها الشفعة خاصة دون اهل العليا وان بيعت في العليا فلاهل السكتين والمعنى ما ذكرنا في كتاب ادب القاضي۔

(١١) اگر ایک کوچہ سربستہ سے دوسرا ایک دراز سربستہ کوچہ نکلا ہو اور پہلے کوچہ مین ایک مکان فروخت ہوا تو صرف اوسی کوچہ والون کو حق شفعہ ہوگا پہلے کوچہ والون کو نہوگا اور اگر دوسرے کوچہ مین فروخت ہوا تو دونون کوچہ والون کو شفعہ ہوگا اسواسطے کہ پہلے کوچہ والون کو دوسرے کوچہ مین آمدورفت کرنے کا حق ہے اور دوسرے کوچہ والون کو پہلے کوچہ مین آمدورفت کرنے کا حق نہین ہے۔

(١٢) ولو كان نهر صغير يأخذ منه نهر اصغر منه فهو على قياس الطريق فيما بيناه۔

(١٢) اگر ایک چھوٹی نہر سے دوسری چھوٹی نہر نکلی ہو اور دوسری نہر پر ایک زمین فروخت ہو تو پہلی نہر والون کو حق شفعہ ہوگا اور اگر پہلی پر فروخت ہو تو دوسرے والون کو نہوگا۔

(١٣) قال ولا يكون الرجل بالجذوع على الحائط شفيع شركة ولكنه شفيع جوار لان العلة هي الشركة في العقار وبوضع الجذوع لا يصير شريكا في الدار الا انه جار ملازق۔

(١٣) اگر ایک شخص کی کڑیان کسی کے مکان کی دیوار پر رکھی ہوئی ہین تو یہ شخص شریک نشمار کیا جائیگا بلکہ جار کی وجہ سے اوس کو استحقاق شفعہ ہوگا اسواسطے کہ شفعہ کے اندر اوس شرکت کا اعتبار ہے جو عقار کے اندر ہو اور کڑیان رکھنے سے یہ شخص اوس مکان مین شریک نہین ہوجاتا البتہ وہ جار ملازق ہے۔

(١٤) قال والشريك في الخشبة تكون على حائط الدار جار لما بينا۔

(١٤) اگر ایک مکان کی دیوار پر کڑیان رکھی ہوئی ہین اور ایک شخص اون کڑیون مین شریک ہے تو یہ شخص جار سمجھا جائیگا کیونکہ عقار مین وہ شریک نہین ہے۔

(١٥) قال واذا اجتمع الشفعاء فالشفعة بينهم على عدد رؤسهم ولا يعتبر باختلاف الاملاك۔

(١٥) اگر ایک زمین مین بہت سے لوگ مختلف حصون کے شریک ہین اور ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا تو باقی سب شریکون کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا اور حصون کی کمی بیشی کا لحاظ نہ کیا جائیگا۔

(١٦) وقال الشافعي رحمه الله هي على مقادير الانصباء لان الشفعة من

(١٦) امام شافعی رحمہ کے نزدیک جس شریک کا جسقدر حصہ ہوتا ہے کثرت شرکا کی صورت مین اوسیقدر اوسکو

من مرافق الملك الابدى انها لتكميل منفعته فاشبه الربح والغلة والولد والثمرة ولنا انهم استووا فى سبب الاستحقاق وهو الاتصال فيستوون فى الاستحقاق الابدى انه لو انفرد واحد منهم استحق كمال الشفعة وهذا اية كمال السبب وكثرة الاتصال تؤذن بكثرة العلة والترجيح يقع بقوة فى الدليل لا بكثرته ولا قوة ههنا لظهور الاخرى بمقابلته وتملك ملك غيره لا يجعل ثمرة من ثمرات ملكه بخلاف الثمرة واشباهها۔

استحقاق شفعہ ہوتا ہے اسواسطے کہ شفعہ ملک کے منافع میں سے ہی اور اوسکی وجہ سے ملکیت کی تکمیل ہو جاتی ہو لہذا اوسکو نفع اور آمدنی اور اولاد اور پھل کا حکم ہوگا کہ جسقدر جسکی ملک ہوتی ہو اوسیقدر ان چیزوں میں اوسکا استحقاق ہوتا ہو۔ اور ہماری دلیل یہ ہو کہ سب شرکا سبب استحقاق یعنے اتصال میں برابر ہیں لہذا استحقاق میں بھی برابر ہونگے اسواسطے کہ بالفرض اون میں سے اگر صرف ایک ہی شخص شریک ہوتا تو کل مبیع میں اوسکو شفعہ کا استحقاق ہوتا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہو کہ ہر ایک کے اندر کامل طور پر شفعہ کا سبب پایا جاتا ہو اور اگر یہ کہو کہ بعض کا اتصال زیادتی حصہ کی وجہ سے زیادہ ہی پھر کیونکر برابر ہو سکتے ہین تو اوسکا یہ جواب ہو کہ کثرت اتصال سے اگرچہ سبب شفعہ کے اندر ایک قسم کی کثرت پیدا ہو گئی مگر ترجیح کا سبب نہین ہو سکتی اسواسطے کہ ترجیح کا سبب قوۃ علت ہوتی ہو اور یہان قوت نہین ہے

(۱۷) ولو اسقط بعضهم حقه فهى للباقين فى الكل على عددهم لان الانتقاص للمزاحمة مع كمال السبب فى حق كل منهم وقد انقطعت۔

(۱۷) اگر بعض شرکا نے اپنا حق شفعہ ترک کر دیا تو باقی شرکا کو برابر برابر حق ملجائیگا اسواسطے کہ جس شریک نے ترک کیا جو وہ ہر ایک شریک کا مزاحم تھا اور اوسکے وجہ سے ہر ایک کے حصے مین باوجودیکہ شفعہ کا سبب کامل طور پر پایا جاتا تھا کمی ہو رہی تھی اور اب وہ مزاحمت باقی نہین رہے۔

(۱۸) ولو كان البعض غيبًا يقضى بها بين الحضور على عددهم لان الغائب لعله لا يطلب۔

(۱۸) اگر ایک شریک غیر حاضر ہو اور باقی حاضر ہین تو ان باقی کو برابر برابر شفعہ کا حکم دیا جائیگا اور وہ غائب کالعدم سمجھا جائیگا اسواسطے کہ ممکن ہے وہ حاضر ہو کر شفعہ کا طالب نہو۔

(۱۹) وان قضى لحاضر بالجميع ثم حضر اخر يقضى له بالنصف ولو حضر ثالث فبثلث ما فى يد كل احد تحقيقا للتسوية فلو سلم الحاضر بعد ما قضى له بالجميع لا يأخذ

(۱۹) اگر قاضی نے اوس شریک کیلیے جو حاضر تھا کل شفعہ کا حکم دیدیا بعد ازان دوسرا شریک بھی حاضر ہو گیا تو نصف شفعہ کا حکم اوسکے لیے دیا جائیگا اور اگر تیسرا شریک بھی حاضر ہو گیا تو اول دونون سے ثلث ثلث لیکر اسکو دلایا جائیگا تاکہ تینون کو برابر حصہ ملجائے۔ اور اگر پہلے شریک نے قاضی سے کل شفعہ کا حکم حاصل کر کے پھر شفعہ کو ترک کر دیا ہو پھر دوسرا شریک جو ابتدا حاضر ہوا

جیسے کہ اولاد اور دودھ کی ملک اور اسکے مقابل دوسرے کی ملکیت موجود ہے اور دوسرے کی ملکیت کا مالک ہو جانا اپنی ملکیت کے منافع نہین ہیں بخلاف اولاد وغیرہ کے ... ملکیت کے منافع میں سے ہیں۔

القادم الا النصف لان قضاء القاضي بالكل للحاضر قطع حق الغائب عن النصف بخلاف ما قبل القضاء

کل کو بذریعہ شفعہ کے نہیں لے سکتا بلکہ اوسکو نصف دیا جائیگا اسواسطے کہ جب قاضی نے پہلے کو کل کا حکم دیدیا تو اُسکے حکم دینے سے ایک نصف میں دوسرے شریک کا شفعہ باطل ہوگیا اور اگر قبل از حکم قاضی اُسنے ترک کردیا تو دوسرا کل کو لے سکتا ہے۔

(۳۰) قال والشفعة تجب بعقد البيع ومعناه بعده لا انه هو السبب لان سببها الاتصال على ما بيناه والوجه فيه ان الشفعة انما تجب اذا رغب البائع عن ملك الدار والبيع يعرفها ولهذا يكتفى بثبوت البيع في حقه حتى ياخذها الشفيع اذا اقر البائع بالبيع وان كان المشتري يكذبه۔

(۳۰) بیع کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے مگر بیع ثبوت شفعہ کا سبب نہیں ہے اسواسطے کہ شفعہ کا سبب اتصال ملکیت ہے اور بیع کے بعد ثبوت شفعہ کی یہ وجہ ہے کہ شفعہ اصل میں اوسوقت ثابت ہوتا ہے کہ بائع کو اوس مبیع کی خواہش نہ باقی رہے اور بیع سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اب اوسکو مبیع کی طرف توجہ اور اوسکی خواہش باقی نہیں رہی لہذا اگر صرف بائع کی جانب سے بیع کا ثبوت ہو جائے تو شفعہ کے لیے کافی ہو جاتا ہے مثلاً اگر بائع بیع کا اقرار کرلے تو شفیع کا شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ مشتری اوس بیع سے منکر ہو۔

(۳۱) قال وتستقر بالاشهاد ولا بد من طلب المواثبة لانه حق ضعيف يبطل بالاعراض فلا بد من الاشهاد والطلب ليعلم بذلك رغبته فيه دون اعراضه عنه ولانه يحتاج الى اثبات طلبه عند القاضي ولا يمكنه الا بالاشهاد۔

(۳۱) شفعہ کے لیے طلب مواثبت ضروری ہے اور طلب اشہاد سے اوسکو استحکام ہو جاتا ہے اگر طلب مواثبت نہ کیا لے یعنی فوراً شفعہ کے طلب نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اسواسطے کہ شفعہ ایک حق ضعیف ہے جو اعراض کرنیکی وجہ سے باطل ہو جاتا ہے لہذا طلب کرنا اور اوسپر گواہ کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ شفیع کو شفعہ کی طرف سے اعراض نہیں ہے بلکہ اوس کے طرف رغبت ہے دوسرے یہ کہ شفیع کو قاضی کے روبرو اپنی طلب کے تئیں ثابت کرنا ہوتا ہے اور بغیر گواہ کیے وہ نہیں کر سکتا

(۳۲) قال وتملك بالاخذ اذا سلمها المشتري او حكم بها الحاكم لان الملك للمشتري قد تم فلا ينتقل الى الشفيع الا بالتراضي او قضاء القاضي كما في الرجوع في الهبة وتظهر فائدة هذا فيما اذا مات الشفيع بعد

(۳۲) شفیع مکان کا مالک اُسوقت ہوتا ہے کہ قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدے یا خود بائع وہ مکان شفیع کو دیدے اسواسطے کہ مشتری کو پوری طور پر ملکیت حاصل ہو چکی ہے لہذا جبتک قاضی حکم نہ دے یا اپنی رضامندی سے وہ انتقال ملکیت نہ کرے اُسوقت تک منتقل نہوگی جسطرح کوئی شخص ہبہ کو واپس کرنا چاہے تو بغیر رضامندی باہمی یا حکم قاضی کے واپس نہیں کر سکتا اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اگر قاضی نے

الطلبين او باع داره المستحق بها الشفعة او بيعت دار بجنب الدار المشفوعة قبل حكم الحاكم او تسليم المخاصم لا تورث عنه في الصورة الاولى و يبطل شفعته في الثانية ولا يستحقها في الثالثة لانعدام الملك له۔

ہنوز حکم نہین دیا اور نہ خود مدعی علیہ نے مشتری کو وہ مکان دیا تھا اور شفیع طلب مواثبت اور طلب اشہاد کرچکا تھا کہ اس عرصہ مین وہ مرگیا یا جس مکان کے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا تھا وہ مکان اوسنے فروخت کردیا یا مکان مشفوعہ کے جوار مین اس عرصہ کے اندر کوئی اور مکان فروخت ہوا تو پہلی صورت مین اوسکے وارثون کو وہ مکان نہ ملیگا اور دوسری صورت مین اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور تیسری صورت مین دوسرے مکان مین اسکا شفعہ ثابت نہوگا کیونکہ اسوقت وہ پہلے مکان کا مالک نہین تھا۔

(۲۳) ثم قوله تجب بعقد البيع بيان انه لا يجب الا عند معاوضة المال بالمال على ما نبينه ان شاء الله تعالى والله سبحانه اعلم بالصواب۔

(۲۳) جس عقد مین بیع کے معنے یعنے مبادلہ مال بمال پایا جاوے اوس سے شفعہ ثابت ہوجاتا ہے اور اگر یہ معنے نہ پائے جائین تو ثابت نہین ہوتا اور اس کا بیان انشاء اللہ تعالے آگے آئے گا واللہ سبحانہ اعلم بالصواب۔

باب طلب الشفعة والخصومة فيها

طلب شفعہ اور اوس مین چارہ جوئی کرنے کا بیان

(۲۴) قال واذا علم الشفيع بالبيع اشهد في مجلسه ذلك على المطالبة اعلم ان الطلب على ثلثة اوجه طلب المواثبة وهو ان يطلبها كما علم حتى لو بلغ الشفيع البيع ولم يطلب شفعته بطلت الشفعة لما ذكرنا ولقوله عليه السلام الشفعة لمن واثبها۔

(۲۴) طلب کی تین قسمین ہین جنمین سے ایک طلب مواثبت ہے اوس سے یہ مراد ہے کہ جسوقت شفیع کو معلوم ہو کہ فلان مکان فروخت ہوگیا اوسیوقت اسکو شفعہ طلب کرنا اور طلب پر گواہ کرنا چاہیے اگر اوسنے بیع کا حال معلوم ہونے کے بعد شفعہ کو نہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہوجائے گا اسواسطے کہ وہ ایک حق ضعیف ہے اور دوسرے یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ اوس کے لیئے ہے جو فورًا اوس کی طلب کرلے۔

(۲۵) ولو اخبر بكتاب والشفعة في اوله او في وسطه فقرأ الكتاب

(۲۵) اگر بذریعہ ایک خط کے شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور خط کے درمیان مین یا اوسکے شروع ہی مین بیع کا ذکر تھا

الى اخره بطلت شفعته وعلى هذا
عامة المشائخ رح وهو رواية عن
محمد وعنه ان له مجلس العلم والروايتان فى النوادر وبالثانية
اخذ الكرخى لانه لما ثبت له خيار
التملك لابد له من زمان التامل
كما فى المخيرة -

مگر وہ خط کو اخیر تک پڑھ گیا اور شفعہ طلب نہ کیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا
عامہ مشائخ رح کا مذہب یہی ہے اور امام محمد رح سے بھی ایک روایت
مین یہ آیا ہے مگر دوسری روایت مین یہ ہے کہ اخیر جلسہ تک شفیع کو
طلب شفعہ کا اختیار ہوتا ہے اور یہ دونون روایتین نوادر مین مذکور ہین کرخی رح نے
دوسری روایت پر عمل کیا ہے اسواسطے کہ شفیع کیطرف سے جب اسکو مالک ہونیکا اختیار
حاصل ہوا ہے تو اوسکے لیے اتنی مہلت ضرور ہونی چاہیے کہ وہ فکر کرسکے جسطرح عورت کو
طلاق کا اختیار دیا جاوے تو اخیر جلسہ تک وہ طلاق لے سکتی ہے-

(۲۶) ولو قال بعد ما بلغه البيع الحمد لله او لاحول ولا قوة الا بالله
او قال سبحان الله لاتبطل شفعته لان
الاول حمد على الخلاص من جواره
والثانى تعجب منه لقصد اضراره والثالث
لافتتاح كلامه فلا يدل شئ منه
على الاعراض -

(۲۶) اگر شفیع نے بیع کا حال سنکر الحمد لله یا لاحول ولا قوة الا بالله
العلى العظيم یا سبحان الله زبان سے کہا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے
کہ ممکن ہے بائع کے دفع ہونے سے اوسنے خدا کا شکر کیا ہو اور بائع نے
جو اسکی ضرر رسانی کا قصد کیا ہے اوس سے تعجب کرکے سبحان اللہ
کہا ہو اور اپنی حسب عادت کلام شروع کرنے سے پہلے لاحول
پڑھی ہو اور ان مین سے کوئی بات ایسی نہین ہے جس سے ثابت ہو
کہ شفیع کو شفعہ کرنے سے اعراض ہے-

(۲۷) وكذا اذا قال من ابتاعها
وبكم بيعت لانه يرغب فيها بثمن
دون ثمن ويرغب عن مجاورة
بعض دون بعض -

(۲۷) اگر شفیع نے بیع کا حال سنکر خبر دینے والے سے کہا
کس نے خریدا ہے یا کتنے کو فروخت ہوا ہے تو اوسکا شفعہ باطل
نہوگا اسواسطے کہ ایک ثمن سے خریدنا مقصود ہوتا ہے اور ایک
ثمن سے مقصود نہین ہوتا اسیطرح ایک کے جوار سے نفرت ہوتی ہے اور ایک کے جوار سے نفرت نہین ہوتی

(۲۸) والمراد بقوله فى الكتاب
اشهد فى مجلسه ذلك على المطالبة
طلب المواثبة والاشهاد فيه ليس
بلازم انما هو لنفى التجاحد والتقييد
بالمجلس اشارة الى ما اختاره
الكرخى رح -

(۲۸) قدوری نے جو بیان کیا ہے کہ اوسی جلسہ مین شفیع کو طلب پر
گواہ کرنا چاہیے اوس سے طلب مواثبت مقصود ہے مگر اوس مین
گواہ کرنا ضروری نہین ہوتا بلکہ اس لیے مناسب ہوتا ہے کہ اگر
مدعی علیہ اوسکے طلب کرنے سے منکر ہو تو شفیع قاضی کے روبرو گواہ سے
طلب کو ثابت کرسکے- اور جلسہ کی قید لگانے مین کرخی کے
قول مختار کیطرف اشارہ ہے-

(۲۹) ويصح الطلب بكل لفظ يفهم

(۲۹) جس لفظ سے شفعہ کا طلب کرنا سمجھا جائے اوس سے

منه طلب الشفعة كما لو قال طلبت الشفعة او اطلبها او انا طالبها لان الاعتبار للمعنى۔

طلب کرنا صحیح ہو جاتا ہے مثلاً یہ کہے کہ مین نے شفعہ کو طلب کیا یا طلب کرتا ہون یا اوسکا طالب ہون اسواسطے کہ حقیقت مین معنے کا اعتبار ہے۔

(٣٠) واذا بلغ الشفيع البيع الدار لم يجب عليه الاشهاد حتى يخبره رجلان او رجل وامرأتان او واحد عدل عند ابي حنيفة رح وقالا يجب عليه ان يشهد اذا اخبره واحد حرا كان او عبدا صبيا كان او امرأة اذا كان الخبر حقا واصل الاختلاف في عزل الوكيل وقد ذكرناه بدلائله واخواته فيما تقدم وهذا الخلاف المخيرة اذا اخبرت عنده لانه ليس فيه الزام حكم وبخلاف ما اذا اخبره المشتري لانه خصم فيه والعدالة غير معتبرة في الخصوم۔

(٣٠) ابو حنیفہ رح کے نزدیک شفیع کو طلب مواثبت کرنا اوسوقت ضروری ہوتا ہی کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین یا ایک پرہیزگار مرد بیع کا حال بیان کرے اور صاحبین رح کے نزدیک صرف ایک آدمی کے خبر دینے سے طلب مواثبت کرنا ضروری ہوجاتا ہی خواہ وہ حر ہو یا غلام نابالغ ہو یا بالغ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ شفیع کے گمان مین وہ سچ کہتا ہو اور اصل یہ اختلاف وکیل کے معزول کرنے مین ہی اور اوسکا بیان مع دلائل اور نظائر کے ہم بیان کرچکے ہین اور اگر کوئی شخص ایک عورت سے بیان کرے کہ تیرے خاوند نے تجکو طلاق کا اختیار دیا ہی تو امام صاحب کے نزدیک مخبر مین عدد یا عدالت شرط نہین اسلیئے کہ اوسمین کسی حکم کا لازم کرنا نہین ہے اور اگر مشتری شفیع سے بیان کرے کہ مین نے فلان مکان خریدا ہی تو بالاتفاق شفیع کو طلب شفعہ کرنا لازم ہو جائیگا خواہ یہ کیسا ہی شخص ہو اسواسطے کہ وہ مدعی علیہ ہی اور مدعی مدعی علیہ مین عدالت کی ضرورت نہین ہی۔

(٣١) والثاني طلب التقرير والاشهاد لانه محتاج اليه لاثباته عند القاضي على ما ذكرنا ولا يمكنه الاشهاد ظاهرا على طلب المواثبة لانه على فور العلم بالشراء فيحتاج بعد ذلك الى طلب الاشهاد والتقرير وبيانه ما قال في الكتاب ثم ينهض منه يعني من المجلس ويشهد

(٣١) طلب مواثبت کے بعد دوسری طلب اشہاد ہی اور اسکو طلب تقریر بھی کہتے ہین اس طلب کی ضرورت اسواسطے پڑتی ہی کہ شفیع قاضی کے روبرو طلب کو ثابت کرسکے اسواسطے کہ طلب مواثبت چونکہ علم بیع کے ساتھ فورًا ہوا کرتی ہی اور اکثر ایسا ہوتا ہی کہ اسوقت شفیع کسی کو گواہ نہین کرسکتا لہذا اس طلب کی ضرورت ہوتی ہی اور اسکا طریقہ یہ ہی کہ طلب مواثبت کے بعد اوس جلسہ سے اوٹھکر مشتری کے پاس خواہ اوس مکان کے پاس خواہ بائع کے پاس جاکر بشرطیکہ بیع ہنوز اوسکے قبضہ مین

على البائع ان كان المبيع فى يده معناه لم يسلم الى المشترى او على المبتاع او عند العقار فاذا فعل ذلك استقرت شفعته وهذا لان كل واحد منهما خصم فيه لان للاول اليد وللثانى الملك

وكذا يصح الاشهاد عند المبيع لان الحق متعلق به فان سلم البائع المبيع لم يصح الاشهاد عليه لخروجه من ان يكون خصما اذ لا يد له ولا ملك فصار كالاجنبى وصورة هذا الطلب ان يقول ان فلانا اشترى هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة واطلبها الآن فاشهدوا على ذلك۔

وعن ابى يوسف انه يشترط تسمية المبيع وتحديده لان المطالبة لا تصح الا فى معلوم

(٣٣) والثالث طلب الخصومة والتملك وسنذكر كيفيته من بعد ان شاء الله تعالى۔

قال ولا تسقط الشفعة بتاخير هذا الطلب عند ابى حنيفة رح

لوگونکو اپنے طلب پر گواہ کردے اس طلب سے شفعہ کو استحکام حاصل ہوجاتا ہے اور ان تینون مین سے کسی کے پاس جانے کی اسواسطے ضرورت ہے کہ بائع اور مشتری تو گویا شفیع کے مدعی علیہ ہین اسواسطے کہ قبضہ بائع کا ہے اور ملک مشتری کی ہے اور مبیع کے پاس جاکر اسواسطے گواہ کرسکتا ہے کہ حق اوسی کے ساتھ متعلق ہوا ہے۔ اور اگر بائع نے مبیع کو مشتری کے قبضہ مین دیدیا ہے تو بائع کے پاس گواہ کرنا صحیح نہو گا اسواسطے کہ ابوہ اوس سے کچھ واسطہ نہین رہا بلکہ وہ ایک اجنبی شخص ہوگیا کیونکہ اب اوسکا نہ قبضہ ہے اور نہ اوسکی ملکیت ہے اور طلب اشہاد اسطور پر کرنا چاہیے کہ فلان شخص نے یہ مکان خرید اہے اور مین اوسکا شفیع ہون اور طلب شفعہ کرچکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ میرے لیے اس بات کے گواہ رہو۔ اور ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اوس مبیع کا نام ونشان اور اوس کے حدود کا بیان کرنا بھی ضروری ہے اسواسطے کہ مجہول چیزین دعوے نہین ہوسکتا۔

(٣٣) طلب کی تیسری قسم کا نام طلب تملک ہے اور اوسکا طریقہ انشاء اللہ تعالی ہم عنقریب بیان کرینگے۔ مگر اوسکے احکام یہان بیان کیے جاتے ہین اگر طلب تملک مین تاخیر ہوجائے تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک شفعہ باطل نہین ہوتا اور ابو یوسف رح سے بھی ایک روایت یہی ہے اور محمد رح فرماتے ہین

وهو رواية عن ابي يوسف رح وقال محمد رح ان تركها شهرا بعد الاشهاد بطلت وهو قول زفر رح معناه اذا تركها من غير عذر۔

کہ طلب اشہاد کے بعد اگر ایک مہینہ تک طلب تملک نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور زفر رح کا قول بھی یہی ہے مگر اوس سے وہ صورت مراد ہے کہ بلا عذر تاخیر کرے۔

(۳۳) وعن ابي يوسف انه اذا ترك المخاصمة في مجلس من مجالس القاضي تبطل شفعته لانه اذا مضى مجلس من مجالسه ولم يخاصم فيه اختيارا دل ذلك على اعراضه وتسليمه۔

(۳۳) ابو یوسف رح سے مروی ہے اگر شفیع نے قاضی کی ایک کچہری میں بھی اپنی چارہ جوئی نہ کی تو شفعہ باطل ہوجائیگا اسلیئے کہ باوجود اختیار حاصل ہونے کے جب قاضی کی ایک کچہری میں اوسنے اپنی چارہ جوئی نہ کی تو ثابت ہوگیا کہ اوسکو شفعہ کی طرف سے اعراض ہے اور اوس نے شفعہ کو ترک کردیا۔

(۳۴) وجه قول محمد انه لو لم يسقط بتاخير الخصومة منه ابدا يتضرر به المشتري لانه لا يمكنه التصرف حذار نقضه من جهة الشفيع فقدرناه بشهر لانه اجل وما دونه عاجل على ما مر في الايمان ووجه قول ابي حنيفة وهو ظاهر المذهب وعليه الفتوى ان الحق متى ثبت واستقر لا يسقط الا باسقاطه وهو التصريح بلسانه كما في سائر الحقوق وما ذكر من الضرر يشكل بما اذا كان غائبا ولا فرق في حق المشتري بين الحضر والسفر ولو علم انه لم يكن في البلد قاض لا تبطل شفعته بالتاخير بالاتفاق لانه لا يتمكن من الخصومة الا عند القاضي فكان عذرا۔

(۳۴) امام محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ اگر طلب تملک میں تاخیر کرنے سے کبھی اوسکا شفعہ باطل نہو تو اوسمیں مشتری کا نہایت ضرر ہے اسواسطے کہ شفیع کے خوف سے وہ اوس مکان میں کچھ تصرف نہیں کرسکتا لہذا ایک مہینہ اوسکی مہلت کے لیے مقرر کیا گیا کہ ایک مہینہ کی مدت کو تاخیر کے ساتھ تعبیر کرسکتے ہیں اور ایک مہینہ سے کم کی مدت عجلت شمار کیجاتی ہے۔ اور ابو حنیفہ رح کے قول کی جو کہ ظاہر مذہب اور مفتی بہ قول ہے یہ دلیل ہے کہ جب حق شفعہ ثابت اور مستحکم ہوگیا تو شفیع جب تک اوسکو اپنی زبان سے نہ ساقط کریگا اوسوقت تک ساقط نہوگا جیسا کہ تمام حقوق کا حال ہے اور امام محمد رح نے جو تاخیر کے اندر ضرر بیان کیا ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ یہ ضرر تو اوسوقت بھی پیش آتا ہے کہ شفیع وہاں موجود نہو اور مشتری کے اعتبار سے حضر اور سفر دونوں برابر ہیں۔ اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ اس شہر میں ایسا قاضی نہیں ہے جو شفعہ با لجوار کو تجویز کرے اسواسطے اسنے طلب تملک میں تاخیر کی تو بالاتفاق اوسکا شفعہ باطل نہوگا اسواسطے کہ طلب تملک بغیر قاضی کے نہیں ہوسکتے لہذا وہ معذور ہے۔

(۳۵) قال واذا تقدم الشفيع الى القاضى فادعى الشراء وطلب الشفعة سأل القاضى المدعى عليه فان اعترف بملكه الذى يشفع به والا كلفه باقامة البينة لان اليد ظاهر محتمل فلا تكفى لاثبات الاستحقاق۔

(۳۵) جبوقت قاضی شفیع کے روبرو حاضر ہوکر اسبات کا دعوی کرے کہ مشتری نے یہ مکان خریدا ہی اور شفعہ طلب کرے تو قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیئے کہ جس مکان کے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے وہ مکان شفیع کی ملک ہی یا نہین اگر اقرار کرے تو فبہا ورنہ شفیع سے گواہون کا مطالبہ کرے اسواسطے کہ ظاہری قبضہ مین چونکہ عدم ملکیت کا احتمال ہی لہذا دوسرے پر حق ثابت کرنے کے لیئے ناکافی ہی۔

(۳۶) قال رض يسال القاضى المدعى قبل ان يقبل على المدعى عليه عن موضع الدار وحدودها لانه ادعى حقا فيها فصار كما اذا ادعى رقبتها واذا بين ذلك يسأله عن سبب شفعته لاختلاف اسبابها فان قال انا شفيعها بدار لى تلاصقها الان تم دعواه على ما قاله الخصاف رح وذكر فى الفتاوى تحديد هذه الدار التى يشفع بها ايضا وقد بيناه فى الكتاب الموسوم بالتجنيس والمزيد۔

(۳۶) مصنف رح نے بیان کیا ہے کہ قاضی کو مدعی علیہ کی طرف مخاطب ہونے سے قبل شفیع سے یہ بات دریافت کرنا چاہیئے کہ وہ مکان کس محلہ مین ہے اور اُسکے حدود اربعہ کیا ہین اسلیئے کہ جب وہ اس مکان مین اپنے حق کا دعوی کرتا ہی تو گویا خود اوس مکان کا دعوی کرتا ہی اور جب شفیع یہ بیان کردے تو دریافت کرنا چاہیئے کہ تو کس وجہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہی اسواسطے کہ شفعہ کے اسباب مختلف ہوتے ہین اگر اوسکے جواب مین شفیع نے کہا کہ بذریعہ اپنے ایک مکان کے جو اس مکان سے ملا ہوا ہی شفیع ہون تب اُسکا دعوی تمام ہوگیا چنانچہ خصاف رح نے بیان کیا ہی اور فتاوی مین بیان کیا ہی اس مکان کے حدود بھی بیان کرنے چاہیئین جسکے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہی اور ہم نے اپنی کتاب التجنیس والمزید مین اسکا بیان کر دیا ہے۔

(۳۷) قال فان عجز عن البينة استحلف المشترى بالله ما يعلم انه مالك للذى ذكره مما يشفع به معناه بطلب الشفيع لانه ادعى عليه معنى لو اقر به لزمه ثم هو استحلاف على ما فى يد غيره فيحلف على العلم فان نكل او قامت للشفيع بينة ثبت ملكه فى الدار التى

(۳۷) اگر شفیع سے گواہون کا مطالبہ کیا گیا اور وہ گواہ نہ لاسکا اور اوس نے مشتری سے حلف لینا چاہا تو مشتری سے یہ حلف لیا جائے کہ خدا کی قسم جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے مجکو معلوم نہین ہی کہ وہ اُسکی ملک ہی۔ اسواسطے کہ شفیع نے اوسکے اوپر ایک ایسے امر کا دعوی کیا ہی کہ اگر وہ اقرار کرلے تو اوسکا ادا لازم ہو جائے مگر چونکہ دوسرے کے فعل پر حلف لیا جاتا ہی اسواسطے اوس سے اوسکے علم پر حلف لیا جائیگا اگر اس صورت مین مشتری نے

ليشفع بها وثبت الجوار فبعد ذلك ساله القاضي يعني المدعى عليه هل ابتاع ام لا فان انكر الابتياع قيل للشفيع اقم البينة لان الشفعة لا تجب الا بعد ثبوت البيع وثبوته بالحجة۔

حلف سے انکار کیا یا شفیع نے گواہ پیش کر دئے تو جس مکان کے ذریعہ وہ شفعہ کا دعوی کرتا ہو اوس مکان میں ملکیت ثابت ہوگئی اور جوار بھی ثابت ہوگیا بعد ازان قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو نے وہ مکان خریدا ہی یا نہیں اگر اوسنے کہا میں نے نہیں خریدا تو شفیع سے کہا جائیگا کہ اسبات پر گواہ پیش کر کہ مشتری نے اوس مکان کو خریدا ہی اسواسطے کہ شفعہ بعد ثبوت بیع کے ثابت ہوتا ہی اور اسکا ثبوت گواہوں سے ہوتا ہی۔

(۳۸) قال فان عجز عنها استحلف المشتري بالله ما ابتاع او بالله ما استحق عليه في هذه الدار شفعة من الوجه الذي ذكره فهذا على الحاصل والاول على السبب وقد استوفينا الكلام فيه في الدعوى وذكرنا الاختلاف بتوفيق الله وانما يحلفه على البتات لانه استحلاف على فعل نفسه وعلى ما في يده اصالة وفي مثله يحلف على البتات۔

(۳۸) اگر قاضی نے شفیع سے اسبات کے گواہ مانگے کہ مشتری نے اوس مکان کو خریدا ہی اور وہ گواہ نہ لا سکا تو مشتری سے حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم میں نے نہیں خریدا یا یہ کہے کہ خدا کی قسم جس سبب سے یہ شفعہ کا دعوی کرتا ہی اوس سبب سے یہ شفعہ کا مستحق نہیں ہی کہ یہ حلف نتیجہ اور حاصل کے اوپر ہی اور پہلا حلف سبب کے اوپر ہی اور بتوفیق الٰہی کتاب الدعوی میں ہم نے پورے طور پر اسکا بیان کر دیا ہی اور یہاں مشتری سے حلف قطعی سواسطے لیا جاتا ہے کہ خود اوسکے فعل پر اور اوس چیز پر حلف ہے جو بالذات اوس کے قبضہ میں ہے اور ایسے وقت میں قطعی حلف لیا جاتا ہے۔

* * * * *

(۳۹) قال ويجوز المنازعة في الشفعة وان لم يحضر الشفيع الثمن الى مجلس القاضي فاذا قضى القاضي بالشفعة لزمه احضار الثمن وهذا ظاهر رواية الاصل۔

(۳۹) اگرچہ شفیع نے قاضی کے روبرو ثمن لاکر حاضر نہ کیا ہو تاہم قاضی کے روبرو وہ شفعہ کے بارہ جوابدہی کر سکتا ہو مگر جب قاضی اوس کے لیے شفعہ کا حکم دیدے تو ثمن کا حاضر کرنا ضروری ہے اور یہ مبسوط کی ظاہر روایت ہے۔

(۴۰) وعن محمد انه لا يقضى حتى يحضر الشفيع الثمن وهو رواية الحسن عن ابي حنيفة رح لان الشفيع

(۴۰) محمد رح سے مروی ہے جبتک کہ شفیع قاضی کے روبرو ثمن لاکر حاضر نہ کردے اوسوقت تک قاضی کو شفعہ کا حکم نہ دینا چاہیے اور حسن رح نے ابو حنیفہ رح سے بھی یہی روایت

عساه یکون مفلسًا فیتوقف القضاء علی حضاره حتی لا یتوی مال المشتری وجه الظاهر انه لا ثمن له علیه قبل القضاء ولهذا لا یشترط تسلیمه فکذا لا یشترط احضاره۔

کیا ہی اسواسطے کہ ممکن ہی شفیع ایک مفلس شخص ہو لہذا شفعہ کے حکم دینے مین ثمن کے حاضر کرنے تک تاخیر کیجائیگی تاکہ مشتری کا مال تلف نہو جائے اور ظاہر روایت کی دلیل یہ ہی کہ قبل از حکم قاضی شفیع کے اوپر ثمن واجب نہین ہوتا و لہذا یہ بات لازم نہین کیگئی کہ قبل از حکم قاضی شفیع مشتری کو ثمن ادا کردے اسیطرح اسکا حاضر کرنا بھی لازم نہ کیا جائیگا

(١٧) واذا قضی له بالدار فللمشتری ان یحبسها حتی یستوفی الثمن وینفذ القضاء عند محمد ایضا لانه فصل مجتهد فیه ووجب علیه الثمن فیحبس فیه فلو اخر اداء الثمن بعد ما قال له ادفع الثمن الیه لا تبطل شفعته لانها تاکدت بالخصومة عند القاضی۔

(١٧) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو اوسکو اسبات کا استحقاق ہی کہ جبتک شفیع سے ثمن کو وصول نہ کرلے اوسوقت تک وہ مکان اسکو نہ دے اسواسطے کہ جب اسکے اوپر ثمن واجب ہوگیا تو مشتری ثمن ادا نہ کرنے تک مکان کو روک سکتا ہی۔ اور محمد رح کے نزدیک اگرچہ شفیع کو قاضی کے روبرو ثمن کا حاضر کرنا ضروری ہی مگر ثمن کے حاضر نہ کرنے کی صورتمین اونکے نزدیک بھی قاضی کا حکم نافذ ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ ایک ظنی چیز ہی۔ اور اگر قاضی نے شفیع سے کہدیا کہ مشتری کو ثمن ادا کردے اور

(٢٣) قال وان احضر الشفیع البائع والمبیع فی یده فله ان یخاصمه فی الشفعة لان الید له وهی ید مستحقة ولا یسمع القاضی البینة حتی یحضر المشتری فیفسخ البیع بمشهد منه ویقضی بالشفعة علی البائع ویجعل العهدة علیه لان الملك للمشتری والید للبائع والقاضی یقضی بهما للشفیع فلا بد من حضورهما۔

(٢٣) اگر مکان ہنوز بائع کے قبضہ مین تھا کہ شفیع نے بائع کو قاضی کے روبرو پیش کردیا تو شفیع اس بائع سے دعوی کرسکتا ہی اسواسطے کہ مبیع بائع کے قبضہ مین ہی اور اسکا قبضہ اصالۃً اور بالذات ہی مگر جبتک مشتری بھی حاضر نہو جائیگا قاضی شفیع کے گواہون کی سماعت نہ کریگا جب وہ بھی حاضر ہو جائیگا تو اوسکے سامنے بیع کو قاضی فسخ کردیگا اور بائع پر شفعہ کا حکم دیدیگا اور یہ مشتری ثمن کو بائع سے وصول کریگا دونون کی حاضر ہونیکی اسلیے ضرورت ہی کہ قبضہ اس صورت مین بائع کا ہی اور ملک مشتری کی ہی اور قاضی دونون امر کا شفیع کے لیے حکم دیتا ہے لہذا دونون کا موجود ہونا ضروری ہی۔

* * * * * *

(٢٤) بخلاف ما اذا کانت الدار قد قبضت حیث لا یعتبر حضور البائع لانه صار اجنبیا اذ لا یبقی له

(٢٤) اگر بائع نے مکان مشتری کے قبضہ مین دیدیا اب قاضی کے روبرو بائع کے حاضر ہونے کی کچھ ضرورت نہین ہی اسواسطے کہ اب نہ اوسکا قبضہ ہے نہ اوسکی ملک ہے بلکہ

يدٌ ولا ملكه۔

ایک اجنبی شخص ہے۔

۴۴، وقوله فيفسخ البيع بشهد منه اشارة الى علة اخرى وهى ان البيع فى حق المشترى اذا كان ينفسخ لا بد من حضوره ليقضى بالفسخ عليه ثم وجه هذا الفسخ المذكور ان ينفسخ فى حق الاضافة لامتناع قبض المشترى بالاخذ بالشفعة وهو يوجب الفسخ الا انه يبقى اصل البيع لتعذر انفساخه لان الشفعة بناء عليه ولكنه تتحول الصفقة اليه ويصير كانه هو المشترى منه فلهذا يرجع بالعهدة على البائع۔

۴۴، جس جگہ بائع پر شفیع اپنا دعوی کرے تو مشتری کا بھی حاضر ہونا قاضی کے روبرو ضروری ہوتا ہے جس کی ایک وجہ اوپر بیان ہو چکی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب مشتری کے حق میں اوس بیع کا فسخ کیا جاتا ہے تو اوسکا حاضر ہونا ضروری ہے تاکہ قاضی اوس کے اوپر حکم دے اسلیے کہ غائب کے اوپر قاضی حکم نہیں دے سکتا مگر یہ بیع صرف مشتری کے اعتبار سے فسخ ہوتی ہے اسلیے کہ جب شفیع اوسکو بذریعہ شفعہ کے لینا چاہتا ہے تو اب مشتری کسیطرح اوسکو نہیں لے سکتا لہذا خواہ مخواہ اوسکے حق میں بیع کا فسخ کیا جائیگا مگر شفیع کے حق میں بیع بدستور قائم رہیگی اسلیے کہ اگر اوسکے حق میں بھی فسخ کر دیجاسے تو بذریعہ شفعہ کے مکان کو نہیں لے سکتا اور یہ شفیع بمنزلہ مشتری کے ہو جاتا ہے و لہذا مشتری کے لیے بائع ثمن کا ضامن ہوتا ہے۔

۴۵، بخلاف ما اذا قبضه المشترى فاخذه من يده حيث تكون العهدة عليه لانه تم ملكه بالقبض وفى الوجه الاول امتنع قبض المشترى وانه يوجب الفسخ وقد طولنا الكلام فيه فى كفاية المنتهى بتوفيق الله تعالى۔

۴۵، اگر مشتری نے مکان پر قبضہ کر لیا ہو اور شفیع نے اوس کے پاس سے مکان کو لیا ہو تو اوس وقت میں ثمن کی ذمہ داری مشتری پر ہوگی اسلیے کہ قبضہ کرنے سے اوسکو ملکیت تامہ حاصل ہو چکی تھی اور صورت مذکورہ بالا میں مشتری کا قبضہ نہیں ہو سکتا جسکی وجہ سے بیع کا فسخ لازم ہو جاتا ہے۔ کفایۃ المنتہی میں خوب لمبا کر کے ساتھ ہم نے بتوفیق اللہ تبارک و تعالے اس کا بیان کر دیا ہے۔

۴۶، قال ومن اشترى دارا لغيره فهو الخصم للشفيع لانه هو العاقد والاخذ بالشفعة من حقوق العقد فيتوجه عليه۔

۴۶، اگر ایک شخص نے دوسرے کے لیے مکان خریدا اور ہنوز اوسکے قبضہ میں ہے تو شفیع کو اوسی سے شفعہ کا دعوی کرنا چاہیے اسواسطے کہ خریدنے والا اور عقد کرنے والا وہی ہے اور شفعہ بھی عقد کے احکام میں ہے لہذا اوسی سے شفعہ کا مطالبہ کیا جائیگا۔

۴۷، قال الا ان يسلمها الى الموكل

۴۷، اگر وکیل نے مکان خرید کر موکل کے قبضہ میں دیدیا

لانه لم يبق له يد ولا ملك فيكون الخصم هو الموكل وهذا لان الوكيل كالبائع من الموكل على ما عرف فتسليمه اليه كتسليم البائع الى المشتري فتصير الخصومة معه الا انه مع ذلك قائم مقام الموكل فيكتفي بحضوره في الخصومة قبل التسليم۔

(۴۷۸) وكذا اذا كان البائع وكيل الغائب فللشفيع ان ياخذها منه اذا كانت في يده لانه عاقد وكذا اذا كان البائع وصيا لميت فيما يجوز بيعه لما ذكرنا۔

(۴۷۹) **قال** واذا قضى للشفيع بالدار ولم يكن رآها فله خيار الرؤية وان وجد بها عيبا فله ان يردها وان كان المشتري شرط البراءة منه لان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء الا يرى انه مبادلة المال بالمال فيثبت فيه الخياران كما في الشراء ولا يسقط بشرط البراءة من المشتري ولا برؤيته لانه ليس بنائب عنه فلا يملك اسقاطه۔

فصل في الاختلاف

تو شفیع کو اس صورت میں وکیل پر دعوی نکرنا چاہیے بلکہ موکل پر کرنا چاہیے اسواسطے کہ اب نہ وکیل کا قبضہ ہے نہ اوسکی ملک ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وکیل موکل کے حق میں بمنزلہ بائع کے ہوتا ہے لہذا وکیل کا مکان کو موکل کے قبضہ میں دینا ایسا ہے جسطرح بائع کا مکان کو مشتری کے قبضہ میں دینا اور جب مشتری کے قبضہ میں مکان آجاتا ہے تو شفیع کو بائع سے کچھ واسطہ نہیں رہتا لہذا یہان بھی وکیل سے کچھ واسطہ نہ رہیگا مگر وکیل میں اور بائع میں اتنا فرق ہے کہ اگر ہنوز وکیل نے موکل کے قبضہ

(۴۷۸) اگر بائع نے دوسری کیطرف سے ایک مکان فروخت کیا اور ہنوز وہ مکان اسیکے قبضہ میں ہے تو شفیع اس سے مکان کو لے سکتا ہے اسواسطے کہ بیع کرنے والا وہی ہے اسیطرح اگر ایک میت کے وصی نے میت کا کوئی مکان فروخت کیا بشرطیکہ وہ بیع جائز ہو اس لیے کہ بعض صورتوں میں وصی کی بیع ناجائز ہوتی ہے، اور ہنوز وہ مکان اسیکے قبضہ میں ہے تو شفیع اس مکان کو وصی سے لے سکتا ہے اسلیے کہ بیع

(۴۷۹) اگر شفیع کے لیے قاضی نے مکان کا حکم دیدیا اور شفیع نے اوس مکان کو دیکھا نہیں ہے تو شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوتا ہے اگرچہ مشتری نے بائع سے اس شرط کو مان لیا ہو کہ مکان میں کچھ عیب نکلے تو میں بری الذمہ ہوں اسواسطے کہ بذریعہ شفعہ کے لینا خریدنے کے حکم میں داخل ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ مبادلہ مال بمال ہوتا ہے لہذا اوسمیں خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوگا جسطرح مشتری کو حاصل ہوتا ہے اور مشتری کے دیکھ لینے یا بائع کی اس شرط کو کہ عیب سے میں بری الذمہ ہوں مان لینے سے شفیع کا خیار رویت اور خیار عیب ساقط نہوگا اسلیے کہ مشتری اوسکا نائب نہیں ہے کہ شفیع کی طرف سے خیار رویت اور خیار عیب کو ساقط کر سکے پس شفیع کو اختیار ہوگا کہ اگر مکان میں کچھ عیب نکلے یا پہلے اوس مکان کو نہیں دیکھا تھا اب دیکھنے سے اوسکے پسند نہ آوے تو اسکو واپس کر دے

ثمن کے اندر اختلاف واقع ہونے کا بیان

(۵۰) **قال** وان اختلف الشفيع والمشتري في الثمن فالقول قول المشتري لان الشفيع يدعي استحقاق الدار عليه عند نقد الاقل وهو ينكر والقول قول المنكر مع يمينه ولا يتحالفان لان الشفيع ان كان يدعي عليه استحقاق الدار فالمشتري لا يدعي عليه شيئا لتخيره بين الترك والاخذ ولا نص ههنا فلا يتحالفان ۔

(۵۰) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف واقع ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ شفیع حقیقت میں اسبات کا مدعی ہے کہ میں تھوڑا ثمن دیکر مکان کے لینے کا مستحق ہوں اور مشتری اس سے انکار کرتا ہے اور منکر کا قول حلف کے ساتھ مقبول ہوتا ہے اور دونوں سے حلف نہ لیا جائیگا اسواسطے کہ دونوں جانب سے حلف لینے کا حکم شرع سے اوسی صورت میں ثابت ہوا ہے کہ جانبین سے دعوی اور جانبین سے انکار پایا جاوے اور یہاں اگرچہ شفیع مشتری کے اوپر اس امر کا مدعی ہے کہ ثمن قلیل دیکر مکان کے لینے کا مستحق ہوں مگر مشتری شفیع کے اوپر کچھ دعوی نہیں کرتا اسواسطے کہ شفیع کو اختیار ہے خواہ مکان کو لے خواہ چھوڑ دے لہذا شفیع سے حلف نہ لیا جائیگا ۔

(۵۱) **قال** ولو اقاما البينة فالبينة للشفيع عند ابي حنيفة ومحمد رح وقال ابو يوسف رح البينة بينة المشتري لانها اكثر اثباتا فصار كبينة البائع والوكيل مع المشتري من العدو ولهما انه لا تنافي بينهما فيجعل كان الموجود بيعان وللشفيع ان ياخذ بايهما شاء وهذا بخلاف البائع مع المشتري لانه لا يتوالى بينهما عقدان الا بانفساخ الاول وههنا الفسخ لا يظهر في حق الشفيع وهو التخريج لبينة الوكيل لانه كالبائع والموكل كالمشتري منه كيف وانها ممنوعة على ما روي عن محمد رح واما المشتري

(۵۱) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف ہوا اور دونوں نے گواہ پیش کردئے تو ابوحنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ مقبول ہونگے ابویوسف رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا میں مشتری کے گواہوں کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ اون سے ایکطرح کی زیادتی ثابت ہوتی ہے جسطرح بائع اور وکیل اور تاجر کے گواہ مقبول ہوتے ہیں [1] ابوحنیفہ اور محمد رح کی اسبات پر کہ شفیع کے گواہ مقبول ہونگے یہ دلیل ہے کہ دونوں کے گواہوں میں کچھ منافات نہیں ہے بلکہ یہ سمجھا جائیگا کہ دونوں گواہ سچ کہتے ہیں اور گویا مشتری نے دومرتبہ اسکو خریدا ہے لہذا شفیع کو اختیار ہوگا کہ جس بیع کے اعتبار سے چاہے اوسی کے اعتبار سے مکان کو لے لے بخلاف بائع اور مشتری کے کہ اونکے مابین دو بیع نہیں ہوسکتی ہیں تاوقتیکہ پہلی بیع فسخ نہو اور یہاں شفیع کے حق میں فسخ ظاہر نہیں ہوسکتا اور اسی سے وکیل کے گواہ مقبول ہونیکی وجہ معلوم ہوسکتی ہے اسواسطے کہ وکیل بمنزلہ بائع کے اور موکل بمنزلہ مشتری کے ہے علاوہ بریں یہ بات غیر مسلم ہے کہ وکیل کے گواہ مقبول ہوتے ہیں چنانچہ محمد رح سے منقول ہے کہ اوس صورت میں موکل کے گواہ

من العدو قلنا ذکر فی السیر الکبیر ان البینة بینة المالک القدیم فلنا ان نمنع و بعد التسلیم نقول لا بیع الثانی هنالک الا بفسخ الاول اما ههنا بخلافه ولان بینة الشفیع ملزمة و بینة المشتری غیر ملزمة والبینات للالزام۔

۵۳، قال واذا ادعی المشتری ثمنا وادعی البائع اقل منه ولم یقبض الثمن اخذها الشفیع بما قاله البائع وکان ذلک حطا عن المشتری وهذا لان الامر ان کان علی ما قال البائع فقد وجبت الشفعة به وان کان علی ما قال المشتری فقد حط البائع بعض الثمن وهذا الحط یظهر فی حق الشفیع علی ما نبین ان شاء الله تعالی ولان التملک علی البائع بایجابه فکان القول قوله فی مقدار الثمن ما بقیت مطالبته فیاخذ الشفیع بقوله۔

۵۴، قال ولو ادعی البائع الاکثر یتحالفان ویترادان وایهما نکل ظهر ان الثمن ما یقوله الاخر فیاخذها الشفیع بذلک وان حلفا یفسخ القاضی البیع علی ما عرف ویاخذها الشفیع

مقبول ہوتے ہیں۔ اور دار الحرب سے جو شخص غلام کو خرید کر لایا ہو اسکے نسبت ہم کہتے ہیں کلام ہے کہ سیر کبیر میں ملکو یہ ہے کہ اصل مالک کے گواہ مقبول ہوتے ہیں لہذا ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ا مشتری کے گواہ مقبول ہوتے ہیں اور اگر ہم تسلیم بھی کر لیں تب بھی اسکا جواب یہ ہے کہ وہاں بھی دوسری بیع تا وقتیکہ پہلی بیع کا فسخ نہو نہیں ہو سکتی بخلاف صورت متنازعہ فیہا کے اس سبب سے علاوہ یہ بات ہے کہ شفیع کے گواہوں سے ایک حق لازم ہو جاتا ہے بخلاف مشتری کے گواہوں کے لہذا شفیع کے گواہ مقبول ہونگے اسلیے کہ گواہوں سے جو مقصود ہے وہ اونکے اندر موجود ہے۔

۵۳، اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ میں نے یہ مکان بمقدار قیمت کو خریدا ہے اور بائع نے اوس سے کم قیمت میں فروخت کرنے کا دعوی کیا تو شفیع اوس مکان کو بائع کے قول کے موافق قیمت ادا کر کے لے سکتا ہے اور بائع کا یہ کہنا گویا مشتری سے قیمت کا کم کر دینا سمجھا جائیگا۔ اسواسطے کہ اس صورت میں اگر مشتری کا قول نفس الامر میں صحیح ہے تب تو ظاہر ہے کہ شفیع پر اوسیقدر ثمن کا دینا لازم ہے اور اگر مشتری کا قول صحیح ہے تو بائع نے یہ بات کہکر ثمن میں کمی کر دی اور یہ کمی شفیع کے حق میں بھی ظاہر ہوگی چنانچہ ان شاء اللہ تعالی ہم بیان کرینگے۔ علاوہ بریں شفیع کو یہ حق بائع کے ثابت کرنے سے ثابت ہوا ہے اگر وہ فروخت نہ کرتا تو اسکو کچھ حق نہیں تھا لہذا جبتک بائع کا مطالبہ باقی ہے اوسوقت تک ثمن کے مقدار میں اسکا قول مقبول ہوگا اور اوسیکے قول کے موافق شفیع کو ثمن ادا کرنا پڑے گا۔

۵۴، اگر مشتری کہتا ہے میں نے اس قیمت کو یہ مکان خریدا ہے اور بائع اس سے زیادہ قیمت کو فروخت کرنے کا مدعی ہے اور ثمن پر قبضہ نہیں کیا ہے تو دونوں سے حلف لیا جائیگا اور بیع فسخ کر دیجائیگی اور اگر ایک نے حلف سے انکار کیا تو ثابت ہو جائیگا کہ دوسرے کا قول صحیح ہے اور اوسیکے موافق شفیع پر ثمن کا دینا لازم ہوگا اور اگر

بقول البائع لان فسخ البيع لا يوجب بطلان حق الشفيع۔

دونوں نے حلف کرلیا تو قاضی اوس بیع کو فسخ کردے گا اور بائع کے [illegible] قول کے موافق ثمن دیکر شفیع اوس مکان کو لیگا اسلیے کہ بیع کے فسخ ہوجانے

۵۵۔ قال وان كان قبض الثمن اخذ بما قال المشتري ان شاء ولم يلتفت الى قول البائع لانه لما استوفى الثمن انتهى حكم العقد وخرج هو من البين وصار كالاجنبي وبقي الاختلاف بين المشتري والشفيع وقد بيناه۔

۵۵۔ اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد مشتری سے اختلاف کیا تو شفیع کو مشتری کے قول کے موافق ثمن اداکر کے مکان کو لینے کا اختیار ہوگا اور بائع کے قول کا اعتبار نہ کیا جائیگا اسلیے کہ جب وہ ثمن وصول کرچکا بیع تمام ہوگئی اور اب اوس سے کچھ واسطہ نہ رہا بلکہ وہ ایک اجنبی شخص ہوگیا اور مشتری اور شفیع کے مابین اب اختلاف رہ گیا جسکا حکم ہم بیان کرچکے ہیں۔

۵۶۔ ولو كان نقد الثمن غير ظاهر فقال البائع بعت الدار بالف وقبضت الثمن ياخذها الشفيع بالف لانه لما بدأ بالاقرار بالبيع تعلقت الشفعة به فبقوله بعد ذلك قبضت الثمن يريد اسقاط حق الشفيع فيرد عليه ولو قال قبضت الثمن وهو الف لم يلتفت الى قوله لان بالاول وهو الاقرار بقبض الثمن خرج من البين وسقط اعتبار قوله في مقدار الثمن۔

۵۶۔ اگر معلوم نہیں تھا کہ بائع نے ثمن کو وصول پالیا یا نہیں مگر اوس کے اور مشتری کے مابین اختلاف ہے اور وہ کہتا ہے کہ مین نے ہزار روپیہ کو مکان فروخت کیا ہے اور مین ثمن وصول کرچکا ہون تو شفیع کو ہزار روپیہ زر ثمن دینا پڑینگے اسلیے کہ جس وقت اوس نے اولا اپنی زبان سے فروخت کرنے کا لفظ کہا تو حق شفعہ اوسکے ساتھ متعلق ہوگیا اور اوسکے بعد یہ کہکر کہ مین ثمن کو وصول کرچکا ہون اپنے ذمہ سے حق شفعہ کا ساقط کرنا چاہتا ہے لہذا اوسکا یہ قول معتبر نہوگا اور اگر یہ بات کہی کہ ثمن مین وصول کرچکا اور ثمن ہزار روپیہ تھا تو اوسکے قول کا اعتبار نہ کیا جائیگا اسلیے کہ جب اوسنے اولا ثمن کے وصول کرنے کا اقرار کرلیا تو اب اوس سے کچھ واسطہ نہ رہا اور مقدار ثمن مین اوسکا قول معتبر نہوگا۔

فصل فيما يوخذ به المشفوع

مکان مشفوعہ کے ثمن کا بیان

۵۷۔ قال واذا حط البائع عن المشتري بعض الثمن يسقط ذلك عن الشفيع وان حط جميع الثمن

۵۷۔ اگر بائع نے مشتری کے حق مین ثمن کے اندر کچھ کمی کردی تو اوسیقدر شفیع کے حق مین بھی ثمن کم ہوجائیگا اور اگر بائع نے کل ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو شفیع کے ذمہ سے ساقط

لم یسقط عن الشفیع لان حط البعض یلتحق
باصل العقد فیظهر فی حق الشفیع لان
الثمن ما بقی وکذا اذا حط بعد ما
اخذها الشفیع بالثمن یحط عن الشفیع
حتی یرجع علیه بذلک القدر۔

ہوگا اسلئے کہ کم کرنے میں وہ کمی اصل بیع کے اندر داخل ہو جاتی ہے
لہذا شفیع کے حق میں بھی وہ کمی ظاہر ہوگی اسلئے کہ کم کرنے کے بعد
جسقدر باقی رہا ہے وہی ثمن سمجھا جائیگا اور اگر شفیع نے اصل ثمن دیکر
مکان کو لے لیا تھا بعد ازاں بائع نے مشتری کے حق میں ثمن کو کم
کر دیا اسوقت بھی شفیع کے حق میں کمی ہو جائیگی اور اسیقدر واپس

(۵۸) بخلاف حط الکل لانه لا یلتحق
باصل العقد بحال وقد بیناه
فی البیوع۔

(۵۸) اگر بائع نے کل ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو اصل بیع کے اندر یہ ثمن
نہیں ساقط ہو سکتا اسلئے کہ بغیر ثمن کے بیع نہیں ہوسکتی کتاب البیوع
میں ہم اسکو بیان کر چکے ہیں۔

(۵۹) وان زاد المشتری للبائع
لم تلزم الزیادة فی حق الشفیع لان
فی اعتبار الزیادة ضررا بالشفیع
لاستحقاقه الاخذ بما دونها بخلاف
الحط لان فیه منفعة له۔

(۵۹) اگر مشتری نے بائع کے لئے خرید نے کے بعد کچھ ثمن
زیادہ کر دیا تو یہ زیادتی شفیع کے اوپر لازم نہ ہوگی اسواسطے
کہ اوسمین شفیع کا ضرر ہے بخلاف
کمی کے کہ اوس کے اعتبار کرنے میں شفیع کا
نفع ہے۔

(۶۰) ونظیر الزیادة اذا جدد العقد
باکثر من الثمن الاول لم یلزم الشفیع
حتی کان له ان یاخذها بالثمن الاول
لما بینا کذا هذا۔

(۶۰) اگر مشتری نے مکان کو خرید کر پھر ثمن زیادہ
کر کے از سر نو عقد جدید سے اوسکو خرید لیا تو شفیع کو یہ
زیادتی لازم نہ ہوگی بلکہ پہلا ثمن اوسکو دینا پڑے گا چنانچہ
اسکے مثل ہم بیان کر چکے ہیں۔

(۶۱) قال ومن اشتری دارا بعرض
اخذها الشفیع بقیمته لانه من ذوات
القیم وان اشتراها بمکیل او موزون
اخذها بمثله لانهما من ذوات
الامثال وهذا لان الشرع اثبت
للشفیع ولایة التملک علی المشتری
بمثل ما تملکه فیراعی بالقدر الممکن
کما فی الاتلاف والعددی المتقارب

(۶۱) اگر ایک شخص نے عروض میں سے (یعنے جو چیزیں
ذوات القیم ہیں اور ناپ تول یا گنتی سے فروخت نہیں ہوتی ہیں)
بعوض کسی چیز کے ایک مکان خریدا تو شفیع کو بعوض اوس
مکان کے اوس چیز کے قیمت ادا کرنی پڑیگی اور اگر کسی ایسی
چیز سے خریدا جو ناپ تول یا گنتی کے حساب سے فروخت ہوتی ہے
تو اسکا مثل دینا پڑے گا اسلئے کہ وہ ذوات الامثال میں سے ہے
اسلئے کہ شارع نے شفیع کو اسبات کا اختیار ثابت کیا ہے
کہ جس ثمن سے مشتری اوس مکان کا مالک ہوا ہے اوسی ثمن کے

من ذوات الامثال۔

(٦٢) وان باع عقارا بعقار اخذ الشفيع كل واحد منهما بقيمة الآخر لانه بدله وهو من ذوات القيم فياخذه بقيمته۔

(٦٣) قال واذا باع بثمن مؤجل فللشفيع الخيار ان شاء اخذها بثمن حال وان شاء صبر حتى ينقضي الاجل ثم ياخذها وليس له ان ياخذها في الحال بثمن مؤجل۔

(٦٤) وقال زفر له ذلك وهو قول الشافعي في القديم لان كونه مؤجلا وصف في الثمن كالزيافة والاخذ بالشفعة به فياخذه باصله ووصفه كما في الزيوف ولنا ان الاجل انما يثبت بالشرط ولا شرط فيما بين الشفيع والبائع او المبتاع وليس الرضاء به في حق المشتري رضاءً به في حق الشفيع لتفاوت الناس في الملأة وليس الاجل وصف الثمن لانه حق المشتري ولو كان وصفا له لتبعه فيكون حقا للبائع كالثمن وصار كما اذا اشترى شيئا بثمن مؤجل ثم ولاه غيره لا يثبت الاجل الا بالذكر لذا هذا۔

(٦٥) ثم ان اخذها بثمن حال من

مثل سے وہ بھی مالک ہو جائے لہذا ستے الامکان اسکی مثلیت کا

(٦٢) اگر ایک مکان کو بعوض ایک مکان کے فروخت کیا تو ہر ایک مکان کا شفیع دوسرے مکان کی قیمت دیکر اپنے شفعہ کے مکان کو لے سکتا ہے اسلیئے کہ ہر ایک مکان دوسرے مکان کا بدلہ ہے اور مکان ذوات القیم میں سے ہے لہذا اوسکی قیمت دینا پڑیگی۔

(٦٣) اگر ایک شخص نے قرض کے طور پر ایک مکان فروخت کیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ خواہ فی الحال ثمن دیکر اوس مکان کو لیلے خواہ قرض کی مدت پوری ہونے کا منتظر رہے جب مدت پوری ہو جائے تو اسوقت ثمن دیکر لے لے یہ اختیار نہوگا کہ اوسی وقت لیکر ثمن کو اوس مدت کے بعد ادا کرے۔

(٦٤) امام زفر رح صورت مذکورہ بالا میں فرماتے ہیں کہ اُسکو یہ اختیار ہوگا کہ مکان کو اوسی وقت لیکر قیمت مدت گذرنے کے بعد ادا کرے اور شافعی رح کا قول قدیم بھی یہی ہے اسواسطے کہ ثمن کا مؤجل ہونا بھی ثمن کا ایک وصف ہے جسطرح کھوٹا ہونا ایک وصف ہے اور شفعہ کے اندر شفیع پر وہی ثمن لازم ہوتا ہے جسکے ساتھ بیع قرار پائی ہے لہذا اس وصف کا شفیع کے اعتبار سے بھی لحاظ کیا جائیگا جسطرح کھوٹے روپیہ کی صورت میں کھوٹے روپیہ شفیع پر لازم ہوتے ہیں حنفیہ رح کی دلیل یہ ہے کہ ثمن کا قرض کرنا شرط لگانے سے ثابت ہوتا ہے اور شفیع اور بائع یا مشتری کے مابین یہ شرط نہیں ہوئی ہے اور بائع کا مشتری سے قرض دینے پر راضی ہونا شفیع کے حق میں راضی ہونا نہ سمجھا جائیگا اسلیئے کہ لوگونکے مالداری کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں اور قرض دینا ثمن کا کوئی وصف نہیں ہے اسلیئے کہ وہ مشتری کا حق ہے اگر ثمن کا وصف ہوتا تو ثمن کے ساتھ رہتا اسواسطے کہ جس چیز کا وصف ہوتا ہے اُس چیز کے ساتھ رہتا ہے اور ثمن بائع کا حق ہے تو لازم تھا کہ قرض بھی

(٦٥) اگر ایک شخص نے کسی کے ہاتھ قرض کے طور پر ایک مکان فروخت کیا

البائع سقط الثمن عن المشتري لما بينا من قبل وان اخذها من المشتري رجع البائع على المشتري بثمن مؤجل كما كان لان الشرط الذي جرى بينهما لم يبطل باخذ الشفيع فبقي موجبه فصار كما اذا باعه بثمن حال وقد اشتراه مؤجلا وان اختار الانتظار له ذلك لان له ان لا يلتزم زيادة الضرر من حيث النقدية۔

اور شفیع نے اوسیوقت ثمن ادا کرکے وہ مکان لیلیا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہو جائیگا اسلیے کہ مشتری کے حق میں وہ بیع فسخ ہو جائیگی اور شفیع مشتری کے قائم مقام ہو جائیگا اور اگر شفیع نے مشتری کے پاس سے وہ مکان لیا ہے تو بدستور سابق مشتری کے اوپر بائع کا ثمن قرض رہیگا اسلیے کہ بائع اور مشتری کے درمیان جو شرط قرار پائی ہے شفیع کے لینے سے اوس میں کچھ تغیر نہیں ہوا لہذا اسکا حکم برقرار رہیگا جسطرح کوئی شخص ثمن مؤجل کے ساتھ ایک چیز کو خرید کر دوسرے کے ہاتھ نقد داموں سے فروخت کر ڈالے تو بائع دوم کو بائع اول کے پاس نقد دام نہیں دینے پڑتے بلکہ اوسکا ثمن مؤجل ہے بدستور سابق لازم ہوتا ہے۔ اور اگر صورت مذکورہ میں شفیع نے مدت ختم تک انتظار کرنا چاہا تو یہ ہو سکتا ہے اسلیے کہ نقد دام دینے میں اپنا ضرر سمجھ کر اوسکو استحقاق ہے کہ اپنے اوپر گوارا نہ کرے۔

(٦٥) وقوله في الكتاب وان شاء صبر حتى ينقضي الاجل مراده الصبر عن الاخذ اما الطلب عليه في الحال حتى لو سكت عنه بطلت شفعته عند ابي حنيفة ومحمد رح خلافا لقول ابي يوسف الآخر لان حق الشفعة انما يثبت بالبيع والاخذ يتراخى عن الطلب وهو متمكن من الاخذ في الحال بان يؤدي الثمن حالا فيشترط الطلب عند العلم بالبيع۔

(٦٥) قدوری میں جو بیان کیا ہے کہ مکان کے قرض کے طور پر فروخت ہونے کی صورت میں شفیع کو مدت قرض تک انتظار کرنے کا اختیار ہے اوس سے یہ مقصود ہے کہ مکان کے لینے میں وہ اس مدت تک صبر کر سکتا ہے طلب شفعہ میں انتظار کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ طلب شفعہ اسکو فی الحال کرنا چاہیے حتے کہ اگر طلب شفعہ سے اوس نے سکوت کیا تو ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا مگر ابو یوسف رح کا قول اخیر اس کے خلاف ہے اور دونوں کی دلیل یہ ہے کہ حق شفعہ کا ثبوت بیع کے سبب سے ہوتا ہے اور طلب کے بعد مکان کو لے سکتا ہے اور یہاں شفیع کو فی الحال ثمن دیکر اوسیوقت مکان کے لینے کا اختیار ہوتا ہے لہذا علم بالبیع کے ساتھ طلب شفعہ کا پایا جانا ضروری ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(٦٦) قال واذا اشترى ذمي بخمر او خنزير وشفيعها ذمي اخذها بمثل الخمر وقيمة الخنزير لان هذا البيع مقضي بالصحة فيما بينهم

(٦٦) اگر ایک ذمی نے بعوض شراب یا خنزیر کے کوئی مکان فروخت کیا اور اوس مکان کا شفیع بھی ایک ذمی شخص ہے تو اس شفیع کو مکان کے لینے میں شراب کی جگہ شراب اور خنزیر کی جگہ خنزیر کی قیمت دینا پڑیگی اسواسطے کہ ذمیوں کے مابین یہ بیع صحیح ہو گی اور حق شفعہ میں ذمی اور مسلمان آپس

وحق الشفعة يعم المسلم والذمی والخمر لهم كالخل لنا والخنزير كالشاة فيأخذ فی الاول بالمثل والثانی بالقيمة۔

نجاستین اور انکے نزدیک شراب ایسی ہے جیسے ہمارے نزدیک سرکہ اور خنزیر ایسا ہے جیسے ہمارے نزدیک بکری لہٰذا شراب کے بدلہ شراب اور خنزیر کے بدلہ اوسکی قیمت کا دینا لازم ہوگا۔

(۷۸) قال وان كان شفيعها مسلما اخذها بقيمة الخمر والخنزير اما الخنزير فظاهر وكذا الخمر لامتناع التسليم والتسلم فی حق المسلم فالتحق بغير المثلی وان كان شفيعها مسلما وذميا اخذ المسلم نصفها بنصف قيمة الخمر والذمی نصفها بنصف مثل الخمر اعتبارا للبعض بالكل ولو اسلم الذمی اخذها بنصف قيمة الخمر لعجزه عن تمليك الخمر وبالاسلام يتأكد حقه لا ان يبطل فصار كما اذا اشتراها بكرٍ من رطب فحضر الشفيع بعد انقطاعه ياخذها بقيمة الرطب كذا هذا۔

(۷۸) اگر ایک ذمی نے بعوض شراب یا خنزیر کے ایک مکان خرید لیا اور اسکا شفیع کوئی مسلمان شخص ہو تو اس شفیع پر شراب اور خنزیر کی قیمت لازم ہوگی خنزیر کی قیمت کا لازم ہونا تو ظاہر ہی ہے اسواسطے کہ خنزیر ذوات القیم میں سے ہے اور شراب کی قیمت اسواسطے دینا پڑیگی کہ مسلمان کے حق میں شراب کا لین دین ممنوع ہے لہٰذا مسلمان کے حق میں شراب ذوات الامثال میں سے شمار کیجائیگی اسلئے اگر اس مکان میں دو شخص شفیع ہیں جنمیں سے ایک مسلمان اور ایک ذمی ہے تو مسلمان کو نصف مکان کے بدلہ میں شراب کی نصف قیمت اور ذمی کو نصف مکان کے بدلہ میں نصف شراب کے بدلہ شراب دینا پڑیگی الغرض جس امر کا کل میں لحاظ کیا جائیگا اسکے اجزاء میں بھی لحاظ کیا جائیگا۔ اور اگر وہ شفیع ذمی مسلمان ہو گیا تو اسکو بھی شراب کی نصف قیمت دینا پڑیگی اسلئے کہ مسلمان ہو جانیکی وجہ سے وہ شراب نہیں دے سکتا ہے اور مسلمان ہو جانے سے اوسکا شفعہ باطل نہ ہوگا بلکہ اسکا حق مستحکم ہو جائیگا اور اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بعوض ایک من تازہ چھواروں کے ایک مکان خریدے اور جب انکی فصل جاتی رہی اور بازار میں انکا آنا بند ہو جائے تو شفیع حاضر ہو کر اپنے شفعہ کا دعویٰ کرے کہ اس شفیع کو چھواروں کی قیمت [illegible]

فصل

(۷۹) قال واذا بنى المشترى او غرس ثم قضى للشفيع بالشفعة فهو بالخيار ان شاء اخذها بالثمن وقيمة البناء والغرس وان شاء كلف المشترى قلعه۔

(۷۹) اگر مشتری نے زمین کے اندر کچھ عمارت بنالی یا درخت لگالیے تو شفیع کو اختیار ہوگا خواہ مکان کو مع عمارت اور درختوں کے لے لے اور مکان کا ثمن اور عمارت و درختوں کی قیمت ادا کردے خواہ مشتری سے کہے کہ یہ عمارت اور درخت اوکھاڑ لے اور زمین کو خالی کردے۔

(۸۰) وعن ابی يوسف انه لا يكلف القلع ويخير بين ان ياخذ بالثمن

(۸۰) ابو یوسف رح فرماتے ہیں صورت مذکورہ بالا میں شفیع کو یہ اختیار نہوگا کہ مشتری سے زمین کو خالی کراکر لیلے بلکہ اوسکو صرف یہ اختیار ہوگا

[illegible]

وقیمة البناء والغرس وبین ان
یکلفه بترکه وبه قال الشافعی رح الا ان
عنده له ان یقلع ویعطی قیمة البناء
لابی یوسف انه محق فی البناء لانه
بناه علی ان الدار ملکه والتکلیف
بالقلع من احکام العدوان وصار
کالموهوب له والمشتری شراءً فاسدًا
وکما اذا زرع المشتری فانه
لا یکلف القلع وهذا لان فی ایجاب
الاخذ بالقیمة دفع اعلی الضررین
بتحمل الادنی فیصار الیه ووجه ظاهر
الروایة انه بنی فی محل تعلق به حق
متأکد للغیر من غیر تسلیط من
جهة من له الحق فینقض کالراهن
اذا بنی فی المرهون وهذا لان حقه
اقوی من حق المشتری لانه یتقدم
علیه ولهذا ینقض بیعه وهبته
وغیره من تصرفاته بخلاف
الهبة والشراء الفاسد عند
ابی حنیفة رح لانه حصل بتسلیط
من جهة من له الحق ولان حق
الاسترداد فیهما ضعیف ولهذا
لا یبقی بعد البناء وهذا الحق یبقی
فلا معنی لایجاب القیمة کما فی
الاستحقاق والزرع یقلع قیاسا

کہ زمین کو مع عمارت وغیرہ کے لیلے اور زمین کا ثمن اور عمارت وغیرہ کی قیمت
مشتری کو ادا کردے یا بالکل شفعہ سے دست بردار ہو جائے اسواسطے کہ
مشتری نے یہ عمارت بیجا نہیں بنائی ہے بلکہ اسکو بنانے کا حق تھا اسواسطے
کہ وہ زمین اوسکی مملوک ہے اور اوسکو اوکھاڑنے کا حکم دینا ظلم ہے اور اوسکی
مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کسی کو ایک زمین ہبہ کردے اور موہوب لہ یعنے جسکو
زمین ہبہ کی ہے اوس زمین میں کچھ عمارت بنالے تو ہبہ کرنے والے کو اسبات کا
حق نہیں ہوتا کہ اوس سے زمین کو خالی کراکر واپس کرے یا کوئی شخص بیع فاسد
ایک زمین خرید کر اوسمیں کچھ عمارت بنالے تو بائع کو اختیار نہیں ہوتا کہ اوس
زمین کو خالی کراکے واپس کرے یا مشتری زمین کے اندر کھیت بودے تو شفیع کو
کھیتی کے کٹنے تک انتظار کرنا پڑتا ہے اوسکو اوکھاڑ نہیں سکتا۔ اور اوسکی
وجہ یہ ہے کہ اگر مشتری کو اوکھاڑنے کا حکم دیا جائے تو مشتری کا ضرر بہت زیادہ
ہے اور اگر شفیع قیمت ادا کرکے اوسکو لے لے تو چنداں ضرر نہیں ہے۔ اور ظاہر
روایت یعنے شفیع کو زمین کے خالی کرانے کا اختیار حاصل ہونے کی وجہ یہ ہے
کہ مشتری کا عمارت بنانا اوس زمین میں بیجا ہے اسواسطے کہ اوس زمین میں
شفیع کا حق ثابت ہو رہا ہے اور شفیع نے اوسکو عمارت بنانے کا اختیار نہیں
دیا ہے لہذا اوسکا تصرف باطل ہوگا جسطرح راہن زمین مرہونہ میں عمارت بنالے
تو مالک کو عمارت کے گرانے کا استحقاق ہوتا ہے اور اوسکا منشا یہ ہے کہ شفیع کے حق کو
مشتری کے حق پر ترجیح ہے اسواسطے کہ شفیع کا حق اوسپر مقدم ہوتا ہے ولہذا
مشتری کی بیع اور ہبہ وعلیٰ ہذا القیاس تمام تصرفات باطل ہو جاتے ہیں بخلاف
ہبہ کے اور نیز ابو حنیفہ رح کے نزدیک بیع فاسد کے اندر تصرف کے باطل نہونیکے
اور وجہ ہے وہ یہ ہے کہ ہبہ اور بیع فاسد میں موہوب لہ اور مشتری کا یہ تصرف
واہب اور بائع کے اختیار دینے سے ہوا ہے علاوہ بریں ان دونوں میں واپس
لینے کا حق ضعیف ہے ولہذا تصرف کرنے کے بعد واپس لینے کا حق جاتا رہتا ہے
اور شفعہ کا حق مشتری کے تصرف کرنے سے نہیں جاتا اور جب ثابت ہوگیا کہ شفیع کو
مشتری کے عمارت کے منہدم کرانے کا اختیار ہے تو پھر اوسپر قیمت کیونکر واجب ہوسکتی ہے

وانما لا يقلع استحسانا لان له نهاية معلومة ويبقى بالاجر وليس فيه كثير ضرر وان اخذه بالقيمة يعتبر قيمته مقلوعا كما بيناه في الغصب۔

جسطرح مشتری زمین مین کچھ عمارت بنالے بعد ازان زمین مین کسی کا حق برآمد ہو تو اوس حقدار سے مشتری عمارت کی قیمت نہین لے سکتا بلکہ بائع سے مطالبہ کرتا ہے باقی رہا کھیتی پر قیاس کرنا اوسکا جواب ہے کہ قیاس کا یہی مقتضا ہے کہ شفیع کو اوسکے اوکھاڑنے کا اختیار دیا جائے مگر استحسان کے طور پر اسکے کٹنے تک انتظار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اسواسطے کہ کھیتی کی مدت مقرر ہوتی ہے اور اوسکا کرایہ بھی مشتری کو دیا جاتا

(۷۱) ولو اخذها الشفيع فبنى فيها او غرس ثم استحقت رجع بالثمن لانه تبين انه اخذه بغير حق ولا يرجع بقيمة البناء والغرس لا على البائع ان اخذها منه ولا على المشتري ان اخذها منه وعن ابي يوسف انه يرجع لانه متملك عليه فنزل منزلة البائع والمشتري والفرق على ما هو المشهور ان المشتري مغرور من جهة البائع ومسلط عليه من جهته ولا غرور ولا تسليط في حق الشفيع من المشتري لانه مجبور عليه۔

(۷۱) اگر شفیع نے حق شفعہ مین ایک زمین کو لیکر اوسمین کچھ عمارت بنالی یا درخت لگا لیے بعد ازان اوس زمین مین کسی کا حق برآمد ہوا تو یہ شفیع ثمن کو واپس کرلیگا اسلیے کہ حق برآمد ہونے سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ زمین [illegible] ناحق لی تھی اور اس عمارت یا درختون کی قیمت کا کسی سے مطالبہ نہ کریگا اگر بائع سے زمین کو لیا تھا تو بائع سے مطالبہ نہین کرسکتا اور اگر مشتری سے لیا ہے تو مشتری سے مطالبہ نہین کرسکتا۔ اور ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ عمارت اور درختون کی قیمت کا مطالبہ کرسکتا ہے اسواسطے کہ شفیع نے جس شخص سے مکان کو لیا ہے وہ بمنزلہ بائع کے ہے اور شفیع بمنزلہ مشتری کے ہے اور روایت مشہورہ کے مطابق دونون مین یہ فرق ہے کہ مشتری کو بائع کی طرف سے فریب کا احتمال اور تسلط حاصل ہوتا ہے اور شفیع کو مشتری یا بائع کی طرف سے تسلط یا فریب نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ جبرًا مالک بنجاتا ہے لہذا عمارت وغیرہ کی قیمت کا مشتری مطالبہ کرسکتا ہے اور شفیع نہین کرسکتا۔

(۷۲) قال واذا انهدمت الدار او احترق بناؤها او جف شجر البستان بغير فعل احد فالشفيع بالخيار ان شاء اخذها بجميع الثمن لان البناء والغرس تابع حتى دخلا في البيع من غير ذكر فلا يقابلهما شيء من الثمن ما لم

(۷۲) اگر ایک شخص نے کوئی مکان یا باغ خریدا اور خود بخود مکان کی عمارت منہدم ہوگئی یا اوسمین آگ لگ گئی اور باغ کے درخت خشک ہوگئے تو شفیع کو اختیار ہے کہ اپنے شفعہ سے یا تو دست بردار ہوجائے اسلیے کہ شفیع لینے مین مجبور نہین ہوسکتا یا کل ثمن دیکر اوس مکان کو لیلے اسواسطے کہ عمارت اور درخت زمین کے تابع ہوتے ہین اسی لیے بغیر ذکر ایسے عمارت اور درخت زمین کی بیع مین داخل ہوجاتی ہین لہذا جبتک وہ مقصود بالذات چیز نہون اوسوقت تک ثمن کا کوئی حصہ اونکے مقابل نہ سمجھا جائیگا اسواسطے

یصیر مقصوداً ولهذا یبیعها مرابحة بکل الثمن فی هذه الصورة بخلاف ما اذا اغرق نصف الارض حیث یاخذ الباقی بحصته لان الفائت بعض الاصل قال وان شاء ترك لان له ان یمتنع عن تملك الدار بماله۔

اس صورت میں مشتری اس زمین کو نفع ٹھیرا کر دوسرے کے ہاتھ عمارت وغیرہ کے بغیر ذکر کیے شرعاً فروخت کرسکتا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ اس زمین کا ایک حصہ دریا برد ہو جائے کہ شفیع باقی زمین کو اوسکے قدر ثمن ادا کرکے لے سکتا ہے اسواسطے کہ یہاں اصل بیع کا ایک حصہ فوت ہو گیا ہے

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۴۳) قال وان نقض المشتری البناء قیل للشفیع ان شئت فخذ العرصة بحصتها وان شئت فدع لانه صار مقصوداً بالاتلاف فیقابله شیء من الثمن بخلاف الاول لان الهلاك بآفة سماویة ولیس للشفیع ان یاخذ النقض لانه صار مفصولاً فلم یبق تبعاً۔

(۴۳) اگر مشتری نے مکان کی عمارت کو خود اوکھاڑ ڈالا تو شفیع سے کہا جائیگا کہ تمکو منظور ہو تو اس اراضی کے قدر ثمن دیکر اراضی کو لیلے ورنہ شفعہ سے دست بردار ہو جا اس لیے کہ منہدم کرنے سے عمارت مقصود بالذات چیز ہو گئی لہذا ثمن اوسپر تقسیم کیا جائے گا بخلاف اوس صورت کے کہ عمارت خود بخود منہدم ہو جائے اور اُس عمارت کی اینٹ پتھر وغیرہ شفیع نہیں لے سکتا ہے اسواسطے کہ اونکو زمین سے کچھ علاقہ نہیں رہا بلکہ وہ جداگانہ چیز ہو گئی۔

(۴۴) قال ومن ابتاع ارضاً وعلی نخلها ثمر اخذها الشفیع بثمرها ومعناه اذا ذکر الثمر فی البیع لانه لا یدخل من غیر ذکر وهذا الذی ذکره استحسان وفی القیاس لا یاخذه لانه لیس بتبع الا یری انه لا یدخل فی البیع من غیر ذکر فاشبه المتاع فی الدار وجه الاستحسان انه باعتبار الاتصال صار تبعاً للعقار کالبناء فی الدار

(۴۴) اگر ایک شخص نے ایک باغ مع پھل کے خریدا یعنے بیع کے اندر پھل بھی ٹھیرالیا جو درختوں کے اوپر ہے اسواسطے کہ باغ کی بیع میں بغیر ٹھیرائے پھل نہیں داخل ہوتا تو شفیع کو یہ باغ مع پھل کے ملجائیگا مگر یہ حکم استحسان کے طور پر ہے اسواسطے کہ ازروی قیاس شفیع کو یہ پھل نہیں ملنا چاہیے کیونکہ وہ توابع میں سے نہیں ہے اسیواسطے بغیر ٹھیرائے زمین کے بیع میں درختوں کا پھل داخل نہیں ہوتا اور اوسکو اسباب کا حکم ہے۔ استحسان کی یہ وجہ ہے کہ اتصال خلقی کے اعتبار سے پھل زمین کے تابع ہیں جس طرح عمارت اور وہ چیزیں جو عمارت کے اندر نصب ہیں زمین کے تابع سمجھی جاتی ہیں لہذا

وما كان مركبا فيه فيأخذه الشفيع۔

شفیع کے پھل کے لینے کا حکم دیا گیا

* * * * *

(۷۵) قال وكذلك ان ابتاعها وليس في النخيل ثمر فاثمر في يد المشتري يعني يأخذه الشفيع لانه مبيع تبعا لان البيع سرى اليه على ما عرف في ولد المبيع۔

(۷۵) اگر ایک زمین خریدی اور اسکے درختون پر خریدتے وقت پھل نہین تھا مگر مشتری کے پاس اگر درختون پر پھل آگیا تو شفیع کو زمین کے ساتھ وہ پھل بھی ملجائیگا اسواسطے کہ بالتبع پھل بھی مبیع کے اندر شامل ہی اور بیع کا اثر اسکے اندر بھی پہونچ گیا ہی اسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی شخص ایک حاملہ لونڈی کو خریدے اور مشتری کے پاس آکر اسکے بچہ پیدا ہو تو وہ مشتری کی کا تابع گا

(۷۶) قال فان جذه المشتري ثم جاء الشفيع لا يأخذ الثمر في الفصلين جميعا لانه لم يبق تبعا للعقار وقت الاخذ حيث صار مفصولا عنه فلا يأخذه۔

(۷۶) اگر مشتری نے زمین کو خرید کر اسکے درختون کا پھل توڑ لیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو وہ پھل کو نہین لے سکتا خواہ خریدتے وقت درختون پر پھل موجود ہو خواہ مشتری کے پاس آکر اونپر پھل آیا ہو اسواسطے کہ اب وہ پھل زمین کا تابع نہین رہا بلکہ جداگانہ ایک چیز ہوگیا لہذا اوسکو نہین لے سکتا ہے۔

(۷۷) قال في الكتاب فان جذه المشتري سقط عن الشفيع حصته قال رضي الله عنه وهذا جواب الفصل الاول لانه دخل في البيع مقصودا فيقابله شئ من الثمن اما في الفصل الثاني يأخذ ما سوى الثمر بجميع الثمن لان الثمر لم يكن موجودا عند العقد فلا يكون مبيعا الا تبعا فلا يقابله شئ من الثمن والله اعلم۔

(۷۷) قدوری مین بیان کیا ہے اگر مشتری نے پھل کو توڑ لیا تو پھل کی قدر شفیع کے ذمہ سے ثمن مین کمی کردیجائیگی مصنف رح کا قول ہے کہ یہ اوس صورت مین ہے جبکہ خریدتے وقت درختون پر پھل موجود ہو اسواسطے کہ اوسوقت مین پھل بیع کے اندر مقصود بالذات ہوگا اور ثمن اوسکے اوپر تقسیم ہوجائیگا اور اگر پھل اوسوقت درختون پر نہین تھا بلکہ مشتری کے پاس آکر پھل آیا تو وہ بیع کے اندر بالذات داخل نہوگا بلکہ بالتبع داخل ہوگا اور ثمن کا کوئی حصہ اوس کے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب ما تجب فيه الشفعة وما لا تجب

اس بات کا بیان کہ کس چیز مین شفعہ ثابت ہوتا ہی اور کس چیز مین نہین ثابت ہوتا

(۷۸) قال الشفعة واجبة في العقار وان كان مما لا يقسم۔

(۷۸) شفعہ غیر منقول چیز مین ثابت ہوتا ہی اگرچہ اسکی تقسیم نہو سکے۔

(۷۹) وقال الشافعي رح لا شفعة فيما لا يقسم لان الشفعة انما وجبت دفعا لمؤنة القسمة وهذا لا يتحقق فيما لا يقسم ولنا قوله عليه السلام الشفعة في كل شيء عقار او ربع الى غير ذلك من العمومات ولان الشفعة سببها الاتصال في الملك والحكمة دفع ضرر سوء الجوار على ما مر وانه ينتظم القسمين ما يقسم وما لا يقسم وهو الحمام والرحى والبير والطريق۔

(۷۹) امام شافعی رح کے نزدیک جن غیر منقولات کی تقسیم نہین ہوسکتی اونمین شفعہ ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ انکے نزدیک شفعہ اسلیے مقرر کیا گیا ہی کہ تقسیم کرنے کی دقت نہ کرنی پڑے اور جو چیزین خود قابل تقسیم نہین ہی اونمین یہ دقت ہی نہین لازم آسکتی تاکہ شفعہ مقرر کیا جاے حنفیہ کی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ ہر چیز مین ہے خواہ زمین ہو یا مکان ہو وعلے ہذا القیاس اور بہت سی احادیث ہین جن سے عام طور پر تمام غیر منقولات مین شفعہ کا ہونا ثابت ہوتا ہی۔ علاوہ برین شفعہ کا سبب اتصال ملکیت ہی اور اوسکے اندر حکمت یہ ہی کہ لوگون کو جوار کے ضرر سے امن رہے اور یہ بات تمام غیر منقولات کو شامل ہے خواہ وہ تقسیم کے قابل ہون یا نہون جیسے حمام چکی کنوان راستہ۔

(۸۰) قال ولا شفعة في العروض والسفن لقوله عليه السلام لا شفعة الا في ربع او حائط وهو حجة على مالك رح في ايجابها في السفن ولان الشفعة انما وجبت لدفع ضرر سوء الجوار على الدوام والملك في المنقول لا يدوم حسب دوامه في العقار فلا يلحق به۔

(۸۰) منقولات چیزون مین اور کشتی مین شفعہ نہین ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بجز مکان یا باغ کے کسی چیز مین شفعہ نہین ہے۔ اور امام مالک رح کے نزدیک کشتی مین شفعہ ثابت ہوتا ہے مگر یہ حدیث اونکے اوپر حجت ہے اور منقولات مین شفعہ ثابت نہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ شفعہ ضرر جوار کے دور کرنے کے لیے مقرر ہوا ہے اور منقولات مین ہمیشہ کے لیے ملکیت نہین ہوتی جسطرح غیر منقولات مین ہوتی ہے لہذا غیر منقولات کا حکم اونکو نہین دے سکتے۔

(۸۱) وفي بعض نسخ المختصر ولا شفعة في البناء والنخل اذا بيعتا دون العرصة وهو صحيح

(۸۱) قدوری کے بعض نسخون مین لکہا ہی کہ اگر عمارت یا درخت بغیر زمین کے فروخت ہون تو انمین شفعہ ثابت نہوگا اور یہ قول صحیح ہی چنانچہ مبسوط مین بھی اسکو بیان کیا ہی اسواسطے

مذکور فی الاصل لانہ لا قرار لہ فکان نقلیا وھذا الخلاف العلو حیث یستحق بالشفعۃ ویستحق بہ الشفعۃ فی السفل اذا لم یکن طریق العلو فیہ لانہ بما لہ من حق القرار التحق بالعقار۔

کہ عمارت اور درختوں کو زمین کے بغیر قیام نہیں ہو سکتا لہذا وہ منقولات میں داخل ہیں بخلاف بالاخانہ کے کہ اگر اوسکا راستہ نیچے کے مکان میں کو ہو کر نہ ہو اوسوقت بھی تو اوسکی وجہ سے نیچے والے کو بالاخانہ میں اور بالاخانہ والے کو نیچے کے مکان میں حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ بالاخانہ کو ہمیشہ کے لیے نیچے کے مکان کی قائم رہنیکا حق ہے لہذا اوسکو غیر منقول کا حکم دیا گیا

۸۲، قال والمسلم والذمی فی الشفعۃ سواء للعمومات ولانھما یستویان فی السبب والحکمۃ فیستویان فی الاستحقاق ولھذا یستوی فیہ الذکر والانثی والصغیر والکبیر والباغی والعادل والحر والعبد اذا کان ماذونا او مکاتبا۔

۸۲، شفعہ کے اندر مسلمان اور ذمی سب برابر ہیں اسواسطے کہ جن نصوص سے حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اونمین کسی کی تخصیص کا بیان نہیں ہے بلکہ وہ عام ہیں علاوہ برین شفعہ کا جو سبب ہے اور اسکے مقرر کرنے میں جو حکمت ہے اوسمین بھی مسلمان اور ذمی برابر ہیں لہذا استحقاق میں بھی برابر ہونگے اسیواسطے مرد اور عورت بالغ اور نابالغ باغی اور اہل حق حر اور غلام (بشرطیکہ ماذون یا مکاتب ہو) سب برابر ہوتے ہیں۔

۸۳، قال واذا ملک العقار بعوض ھو مال وجبت فیہ الشفعۃ لانہ امکن مراعاۃ شرط الشرع فیہ وھو التملک بمثل ما تملک بہ المشتری صورۃ او قیمۃ علی ما مر۔

۸۳ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی اراضی یا مکان کا بعوض کسی قسم کے مال کے مالک ہو تو اوسمین شفیع کا شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اسلیے کہ جب بعوض کسی قسم کے مال کے مالک ہوا ہے تو شفعہ کے معنے اوس جگہ پائے جا سکتے ہیں یعنے شفیع اوس مال کا مثل ادا کرکے مبیع کو لے سکتا ہے خواہ صورۃً مثل ادا کرکے خواہ قیمت کے اعتبار سے چنانچہ اسکی صورتیں مذکور ہو چکیں ہیں

۸۴، قال ولا شفعۃ فی الدار التی یتزوج الرجل علیھا او یخالع المرأۃ بھا او یستاجر بھا دارا او غیرھا او یصالح بھا عن دم عمد او یعتق علیھا عبدا لان الشفعۃ عندنا

۸۴، اگر بعوض ایک مکان کے کسی عورت سے نکاح کیا یا عورت نے بعوض ایک مکان کے خاوند سے خلع کیا یا ایک مکان وغیرہ کو بعوض ایک مکان کے کچھ مدت کے لیے کرایہ پر لیا یا کسی نے دوسرے کو قصداً قتل کر ڈالا اور مقتول کے وارثوں نے قاتل سے ایک مکان لیکر راضی نامہ کر لیا یا ایک مکان کے عوض غلام کو آزاد کیا

انما تجب فی مبادلة المال بالمال لما بینا وهذه الاعواض لیست باموال فایجاب الشفعة فیها خلاف المشروع وقلب الموضوع۔

تو ان سب مکانات مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اسلیے کہ حنفیہ کے نزدیک مبادلہ مال بمال کی صورت مین شفعہ ثابت ہوتا ہی ورنہ شفعہ کے معنے نہین پائے جاسکتے اور یہان تمام چیزین جنکے عوض مکان کو لیا گیا مال کے قبیلہ سے نہین ہین لہذا اونکے اندر شفعہ کا ثابت ہونا بیجا ہی۔

(٨٥) وعند الشافعی رح تجب فیها الشفعة لان هذه الاعواض متقومة عنده فامکن الاخذ بقیمتها ان تعذر بمثلها کما فی البیع بالعرض بخلاف الهبة لانه لا عوض فیها راسا وقوله یتاتی فیما اذا جعل شقصا من دار مهرا او ما یضاهیه لانه لا شفعة عنده الا فیه ونحن نقول ان تقوم منافع البضع فی النکاح وغیرها بعقد الاجارة ضروری فلا یظهر فی حق الشفعة وکذا الدم والعتق غیر متقوم لان القیمة ما یقوم مقام غیره فی المعنی الخاص المطلوب ولا یتحقق فیهما

(٨٥) شافعی رح کے نزدیک صور مذکورہ بالا مین شفعہ ثابت ہوتا ہی اسلیے کہ اونکے نزدیک ان سب چیزون کے قیمت ہی اور اگر انکا مثل شفیع نہین ادا کر سکتا ہی لہذا انکی قیمت دیکر مکان کو لے سکتا ہی جیسے کوئی مکان بعوض غلام یا گھوڑے وغیرہ کے فروخت ہو تو شفیع کو گھوڑے وغیرہ کی قیمت ادا کرنا پڑیگی بخلاف ہبہ کے کہ اوسمین سرے سے عوض ہی نہین پایا جاتا مگر امام شافعی رح کے نزدیک ان صورتون کے اندر شفعہ صرف اوسیوقت ثابت ہوسکتا ہی کہ مکان کا ایک حصہ مہر وغیرہ قرار دیا جائے کہ اوس مکان کے شریک کو حق شفعہ ثابت ہو جائیگا ورنہ ثابت نہوگا اسواسطے کہ اونکے نزدیک جار کو حق شفعہ نہین ہی حنفیہ کی طرف سے اسکا جواب یہ ہی کہ شرمگاہ کے منافع وعلی ہذا القیاس عقد اجارہ کے اندر اور منافع کی قیمت لوگون کی ضرورت کا لحاظ فرما کر شارع نے مقرر کی ہی لہذا شفعہ کے اعتبار سے ان چیزون کی قیمت کا نہ لحاظ کیا جائیگا اسیطرح قتل کرنے اور آزاد کرنے کی اصل مین کچھ قیمت نہین ہی اسواسطے کہ قیمت اسکو کہتے ہین جو دوسری چیز کی غرض خاص یعنے مالیت مین قائم مقام ہوسکے اور قتل کرنے یا آزاد کرنے کے اندر مالیت کے معنے نہین پائے جاتے

(٨٦) وعلی هذا اذا تزوجها بغیر مهر ثم فرض لها الدار مهرا لانه بمنزلة المفروض فی العقد فی کونه مقابلا بالبضع بخلاف ما اذا باعها بمهر المثل او بالمسمی لانه مبادلة مال بمال۔

(٨٦) اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور نکاح کے وقت کچھ مہر نہین مقرر کیا مگر اسکے بعد ایک مکان اوسکا مہر مقرر کر دیا تو اس مکان مین بھی شفعہ نہوگا اسلیے کہ شرمگاہ کے عوض ہونے مین اس کا حکم ایسا ہی ہی جسطرح نکاح کے وقت مقرر کرنے مین ہوتا۔ بخلاف اوس صورت کے کہ بعوض مہر مثل یا مہر معین کے ایک مکان کو عورت کے ہاتھ فروخت کر دے کہ مبادلہ مالیہ کی وجہ سے اوسمین شفعہ ثابت ہو جائیگا۔

(٨٧) ولو تزوجها علی دار علی

(٨٧) اگر ایک عورت سے بعوض ایک مکان کے باین قرارداد کہ

ان ترد عليه الفا فلا شفعة في جميع الدار عند ابي حنيفة رح وقالا تجب في حصة الالف لانه مبادلة مالية في حقه وهو يقول معنى البيع فيه تابع ولهذا ينعقد بلفظ النكاح ولا يفسد بشرط النكاح فيه ولا شفعة في الاصل فكذا في التبع ولان الشفعة شرعت في المبادلة المالية المقصودة حتى ان المضارب اذا باع دارا وفيها ربح لا يستحق رب المال الشفعة في حصة الربح لكونه تابعا فيه۔

نکاح کیا کہ وہ عورت ہزار روپیہ اسکو ادا کرے تو ابو حنیفہ رح کے نزدیک اوس مکان میں بالکل شفعہ نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بقدر ہزار روپیہ کے مکان کے ایک حصہ میں شفعہ ہوگا اسواسطے کہ اوس قدر حصہ میں مبادلہ مالیہ پایا جاتا ہے امام صاحب رح کی طرف سے یہ جواب ہے کہ بیع کے معنے اوس مکان میں بالتبع پائے جاتے ہیں۔ ولہذا نکاح کی لفظ سے اوسکی بیع ہو جاتی ہے اور نکاح کی شرط لگانے سے بیع فاسد نہیں ہوتی اور اگر حقیقت میں بیع ہوتی تو ضرور فاسد ہو جاتی اور نکاح کے اندر شفعہ نہیں ہوتا لہذا اس بیع میں بھی جو نکاح کے تابع ہے شفعہ نہوگا علاوہ بریں شفعہ اوس مبادلہ کے اندر مقرر کیا گیا ہے جو مقصود بالذات ہو حتی کہ اگر مضارب ایک مکان فروخت کرے جسمیں نفع کا بھی ایک حصہ ہو تو رب المال کو اوس حصہ کے قدر میں شفعہ کا استحقاق نہیں ہوتا اسواسطے کہ اوسمیں اوس حصہ کی بیع بالتبع داخل ہے۔

(۸۸) قال او يصالح عليها بانكار فان صالح عليها باقرار وجبت الشفعة قال رضي الله عنه هكذا ذكر في اكثر نسخ المختصر والصحيح او يصالح عنها بانكار مكان قوله عليها اذا صالح عنها بانكار بقي الدار في يده فهو يزعم انها لم تزل عن ملكه وكذا اذا صالح عنها بسكوت لانه يحتمل انه بذل المال افتداء ليمينه وقطعا لشغب خصمه كما اذا انكر صريحا بخلاف ما اذا صالح عنها باقرار لانه معترف بالملك للمدعي وانما استفاده بالصلح

(۸۸) اگر ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا اور دوسرے نے انکار کیا بعد ازاں مدعی علیہ نے مدعی کو ایک مکان دیکر فیصلہ کر لیا تو اس مکان میں شفعہ نہوگا اور اگر مدعی علیہ نے مال کا اقرار کرنے کے بعد مدعی کو یہ مکان دیکر صلح کی تو شفعہ ثابت ہوگا۔ مگر مصنف رح نے بیان کیا ہے کہ قدوری کے اکثر نسخوں میں علیہا کا لفظ ہے جسکے موافق یہ معنے ہوتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ علیہا کی جگہ عنہا کا لفظ ہے اوسکے موافق یہ معنے ہونگے کہ اگر دو شخصوں کے مابین ایک مکان میں تنازع درپیش ہو اور مدعی علیہ اوسمیں منکر ہو اور کچھ مال دیکر مدعی سے صلح کر لے اور وہ مکان اوسکے قبضہ میں باقی رہے کہ ایسے وقت میں تو مدعی علیہ اپنے گمان میں پہلا اس مکان کو اپنی ملک سمجھتا تھا اور اب بھی کہتا ہے تو اس مکان میں شفعہ نہوگا اسیطرح اگر بجائے انکار کے مدعی علیہ نے سکوت کیا اور کچھ مال لیکر مدعی سے صلح کر لی تو بھی اس مکان میں کسیکا شفعہ نہوگا اسلیے کہ ممکن ہے اس مدعی علیہ نے مدعی کا جھگڑا پاک کرنے اور قسم سے بچنے کے لیے یہ مال صرف کیا ہو جسطرح صریح انکار کی صورت میں وہ ایسا کرے بخلاف اوس صورت کے

فكان مبادلة مالية اما اذا صالح عليها باقرار او سكوت او انكار وجبت الشفعة في جميع ذلك لانه اخذها عوضا عن حقه في زعمه اذا لم يكن من جنسه فيعامل بزعمه۔

کہ مدعی علیہ مقر ہو کر صلح کرے اسلیے کہ وہ اسوقت مین اوس کا نین مدعی کی ملک کا مقر ہی اور صلح کرنے کے بعد مدعی علیہ کو ملکیت حاصل ہوی ہو لہذا مبادلہ مالیہ پائے جانے کی وجہ سے اوسمین شفعہ ثابت ہوگا اور اگر مدعی سنے مدعی علیہ پر کچھ مال کا دعوی کیا تھا اور مدعی علیہ نے ایک مکان دیکر اوس سے فیصلہ کر لیا تو بہر حال اوس مکان مین شفعہ ثابت ہوگا خواہ مدعی علیہ نے مال کا اقرار کیا ہو خواہ سکوت یا انکار کیا ہو اسواسطے کہ اپنے گمان مین مدعی نے وہ مکان عوض اپنے

(٨٩) قال ولا شفعة في هبة لما ذكرنا الا ان تكون بعوض مشروط لانه بيع انتهاء ولا بد من القبض وان لا يكون الموهوب ولا عوضه شائعا لانه هبة ابتداء وقد قررناه في كتاب الهبة۔

(٨٩) اگر ایک شخص نے کسی کو ایک مکان ہبہ کیا تو اس مکان مین شفعہ نہوگا اسلیے کہ بغیر مبادلہ مالیہ کے شفعہ نہین ہوتا اور اگر اس ہبہ کے اندر عوض کا ادا کرنا قرار پا گیا ہو تو اس مکان مین شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ آخر کار یہ ہبہ بیع ہو جائیگا مگر یہان شفعہ کے ثابت ہونے مین ایک تو موہوب لہ کا قبضہ کر لینا شرط ہو دوسری شرط یہ ہو کہ ہبہ کرنے والے نے مکان کا کوئی جزو غیر منقسم ہبہ نہ کیا ہو اسیطرح عوض بھی اسکا غیر منقسم جزو نہو اسلیے کہ آخر کار اگرچہ

(٩٠) بخلاف ما اذا لم يكن العوض مشروطا في العقد لان كل واحد منهما هبة مطلقة الا انه اثيب منها فامتنع الرجوع۔

(٩٠) اگر ہبہ کے اندر عوض کی شرط نہین لگائی تھی مگر ہبہ کرنے والے کو ہبہ کے بدلین کچھ مال موہوب لہ نے دیدیا تو اوس مکان مین شفعہ ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ دونون جانب سے یہان پر ہبہ مطلقہ پایا گیا مگر چونکہ ہر ایک کو عوض ملگیا ہی اسلیے کوئی دوسرے اپنے ہبہ کو واپس نہین لے سکتا۔

(٩١) قال ومن باع بشرط الخيار فلا شفعة للشفيع لانه يمنع زوال الملك عن البائع فان اسقط الخيار وجبت الشفعة لانه زال المانع عن الزوال ويشترط الطلب عند سقوط الخيار في الصحيح لان البيع يصير سببا لزوال الملك عند ذلك۔

(٩١) اگر ایک مکان فروخت کیا اور بائع نے اپنا اختیار اوسکے اندر شرط کر لیا تو اوس مکان مین شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ ہنوز اوس مکان سے بائع کی ملکیت زائل نہین ہوی ہی اور اگر اوس نے اپنا اختیار ساقط کر دیا تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ اب اوسکی ملکیت زائل ہو گئی مگر قول صحیح کے موافق اختیار کے ساقط ہو لی سے شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ وہ بیع اختیار کی ساقط ہو لی سے زوال ملکیت کا سبب ہوگی۔

✤ ✤ ✤ ✤

(٩٢) وان اشترى بشرط الخيار

(   ) اگر ایک مکان خریدا اور اپنا اختیار اوسمین شرط کر لیا تو شفعہ

وجبت الشفعة لانه لا يمنع زوال الملك عن البائع بالاتفاق والشفعة تبتنى عليه على ما مر واذا اخذها فى الثلث وجب البيع لعجز المشترى عن الرد ولا خيار للشفيع لانه يثبت بالشرط وهو للمشترى دون الشفيع۔

ثابت ہو جایگا اسواسطے کہ بالاتفاق اسوقت زوال ملکیت کا مانع نہیں رہا اور شفعہ کا مدار زوال ملکیت پر ہے جیسا کہ گذر چکا اور اگر شفیع نے اختیار کی مدت یعنے تین روز کے اندر مشتری سے بذریعہ شفعہ کے مکان کو لے لیا تو بیع لازم ہو جائیگی اسواسطے کہ مشتری اب اوس مکان کو واپس نہیں دے سکتا ہے اور شفیع کو واپس کرنے کا اختیار حاصل نہوگا اسواسطے کہ یہ اختیار مشتری کو شرط کرنے سے ثابت ہوا تھا اور شرط مشتری نے لگائی ہے شفیع نے نہیں لگائی۔

۹۳۶، وان بيعت دار الى جنبها والخيار لاحدهما فله الاخذ بالشفعة اما للبائع فظاهر لبقاء ملكه فى التى يشفع بها وكذا اذا كان للمشترى وفيه اشكال اوضحناه فى البيوع فلا نعيده واذا اخذها كان اجازة منه للبيع بخلاف ما اذا اشتراها ولم يرها حيث لا يبطل خياره باخذ ما بيع بجنبها بالشفعة لان خيار الروية لا يبطل بصريح الابطال فكيف بدلالته ثم اذا حضر شفيع الدار الاولى له ان ياخذها دون الثانية لانعدام ملكه فى الاول حين بيعت الثانية۔

۹۳۶، اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسمین بائع یا مشتری نے اپنا اختیار شرط کر لیا تھا کہ اس اثنا مین اوس مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہوا تو جس کا اختیار شرط کیا گیا ہے اوس دوسرے مکان مین اوسیکا شفعہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اگر بائع کا اختیار شرط ہوا ہے تو ہنوز وہ مکان بائع کی ملکیت سے خارج نہین ہوا اور اگر مشتری کا اختیار شرط ہوا ہے تو بائع کی ملکیت سے خارج ہو گیا اور مشتری کا حق اوسمین ثابت ہو گیا اگرچہ اسکو واپس کرنے کا اختیار ہے لہذا اوسپر کوئی یہ اعتراض نہین کر سکتا کہ مشتری کی ملکیت ہنوز اوسمین ثابت نہین ہوئی ہے مگر دوسرے مکان کو شفعہ مین لینے سے اصل مکان کی بیع لازم ہو جائیگی یعنے اوسی کا اختیار بائع یا مشتری کو اوسکے بعد باقی نہ رہیگا بخلاف اس صورت کے کہ کوئی شخص بغیر دیکھے ایک مکان کو خرید لے اور اوس خرید کردہ مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہوا اور مشتری بذریعہ شفعہ کے اوس دوسرے مکان کو لے لے کہ اس سے اوسکا خیار رویت خرید کردہ مکان مین باطل نہوگا اسواسطے کہ خیار رویت صراحةً باطل کرنے سے بھی باطل نہین ہوتا تو دلالةً باطل

۹۳۷، قال ومن ابتاع دارا شراء فاسدا فلا شفعة فيها اما قبل القبض فلعدم زوال ملك البائع وبعد القبض لاحتمال الفسخ وحق الفسخ

۹۳۷، اگر ایک شخص نے بیع فاسد سے کوئی مکان خرید ا تو اوس مکان مین شفعہ نہوگا اسلیے کہ مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بائع کی ملکیت بیع فاسد کے اندر زائل نہین ہوتی بلکہ باقی رہتی ہے اور قبضہ کرنے کے بعد اوسمین فسخ کا احتمال باقی رہتا ہے اور یہ حق فسخ شرعًا ثابت ہوتا ہے

ثابت بالشرع لدفع الفساد وفی اثبات حق الشفعة تقریر الفساد فلا یجوز بخلاف ما اذا کان الخیار للمشتری فی البیع الصحیح لانه صار اخص به تصرفا وفی البیع الفاسد ممنوع عنه۔

تاکہ فساد رفع ہوجائے اور اُس کے اندر شفعہ کا حکم دینے مین فساد کا باقی رکھنا ہی لہذا اوسمین شفعہ نہین ہوسکتا بخلاف اوس صورت کے کہ بیع صحیح کے اندر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو اسلیے کہ اسمین بائع کو اختیار باقی نہین رہتا بلکہ مشتری کو مبیع کے اندر از روے شرع تصرف کرنے اور بیع کے لازم کرنے یا فسخ کرنے کا اختیار ثابت ہوجاتا ہی اور بیع فاسد مین از روی شرع مشتری کو مبیع کے اندر تصرف کرنا منع ہوتا ہے۔

(۹۵) قال فان سقط حق الفسخ وجبت الشفعة لزوال المانع

(۹۵) اگر بیع فاسد کے اندر کسی وجہ سے حق فسخ ساقط ہوجائے مثلاً مشتری اوس مکان کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کردے تو اُس مکان مین شفعہ ثابت ہوجا[ئیگا]

(۹۶) وان بیعت دار بجنبها وهی فی ید البائع بعد فله الشفعة لبقاء ملکه وان سلمها الی المشتری فهو شفیعها لان الملک له ثم ان سلم البائع قبل الحکم بالشفعة له بطلت شفعته کما اذا باع بخلاف ما اذا اسلم بعده لان بقاء ملکه فی الدار التی یشفع بها بعد الحکم بالشفعة لیس بشرط فبقیت الماخوذة بالشفعة علی ملکه وان استردها البائع من المشتری قبل الحکم بالشفعة له بطلت لانقطاع ملکه عن التی یشفع بها قبل الحکم بالشفعة وان استردها بعد الحکم بقیت الثانیة علی ملکه لما بینا۔

(۹۶) اگر ایک مکان بیع فاسد سے فروخت ہوا اور ہنوز وہ بائع کے قبضہ مین تھا کہ اوسکے پہلو مین ایک اور مکان فروخت ہوا تو اس دوسرے مکان مین بائع کا شفعہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اب تک وہ بائع کی ملکیت مین تھا اور اگر مشتری کو دے چکا تھا تو مشتری کا شفعہ ہوگا اسلیے کہ اب مشتری کی ملکیت مین تھا اور اگر بائع کے لیے شفعہ کا حکم نہین ہوا تھا کہ اوسنے اپنا مکان مشتری کے قبضہ مین دیدیا تو بائع کا شفعہ باطل ہوجائیگا جسطرح شفیع قبل از حکم قاضی اپنے مکان کو فروخت کردے تو اُسکا شفعہ باطل ہوجاتا ہی اور اگر قاضی نے بائع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تھا اوسکے بعد بائع نے اپنے مکان پر مشتری کو قبضہ دیا تو بائع کا شفعہ باطل نہین ہوتا اسلیے کہ حکم بالشفعہ کے بعد شفیع کی ملکیت کا اپنے مکان مین قائم ہونا ضروری نہین ہے لہذا وہ مکان مشفوعہ بائع کی ملک مین قائم رہیگا اور اگر قاضی نے ہنوز اس کے لیے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ بائع اپنا مکان جس کو بیع فاسد سے فروخت کیا تھا مشتری سے واپس کرلیا تو مشتری کا شفعہ باطل ہوجائیگا اسلیے کہ قبل از حکم شفعہ مشتری کی ملکیت اس مکان سے منقطع ہوگئی جسکے ذریعہ سے اوسکو شفعہ تھا اور اگر قاضی نے مشتری کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تھا اوسکے بعد بائع نے اپنا مکان واپس کرلیا تو وہ مکان مشفوعہ بدستور مشتری کے ملک مین داخل رہیگا اسلیے کہ حکم بالشفعہ کے بعد

(۹۷) قال واذا اقتسم الشرکاء

(۹۷) اگر چند شرکا نے اپنی ایک جایداد کو باہم تقسیم کیا تو اوس تقسیم کرنیسے

العقار فلا شفعة لجارهم بالقسمة لان القسمة فيها معنى الافراز ولهذا يجري فيه الجبر والشفعة ما شرعت الا في المبادلة المطلقة۔

اونکے جار کو حق شفعہ نہ حاصل ہو جائیگا اسلیے کہ اونہون نے اپنے حصے علیحدہ کیے ہین ولہذا ایک شریک دوسرے شریک کو تقسیم کرنے پر مجبور کر سکتا ہے اور شفعہ مبادلہ مطلقہ کے اندر ثابت ہوتا ہے

* * * * *

(۹۸) قال واذا اشترى دارا فسلم الشفيع الشفعة ثم ردها المشتري بخيار رؤية او شرط او بعيب بقضاء قاض فلا شفعة للشفيع لانه فسخ من كل وجه فعاد الى قديم ملكه والشفعة في انشاء العقد ولا فرق في هذا بين القبض وعدمه۔

(۹۸) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسکے شفیع نے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان خیار رویت یا شرط یا عیب کی وجہ سے مشتری نے بحکم قاضی وہ مکان واپس کر دیا تو شفیع کا اوس مکان مین شفعہ ثابت نہو جائیگا خواہ مشتری نے قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اسلیے کہ یہان بیع کا بالکل فسخ پایا جاتا ہے اور وہ مکان جسطرح بائع کی ملک تھا بدستور اوسیطرح اوسکے ملک مین عائد ہو گیا اور شفعہ ایک عقد جدید کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔

(۹۹) وان ردها بعيب بغير قضاء او تقايلا البيع فللشفيع الشفعة لانه فسخ في حقهما لولايتهما على انفسهما وقد قصدا الفسخ وهو بيع جديد في حق ثالث لوجود حد البيع وهو مبادلة المال بالمال بالتراضي والشفيع ثالث ومراده الرد بالعيب بعد القبض لان قبله فسخ من الاصل وان كان بغير قضاء على ما عرف۔

(۹۹) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے اوسمین شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان عیب کی وجہ سے بغیر حکم قاضی مشتری نے اوس مکان کو واپس کر دیا یا بائع اور مشتری نے بیع کا اقالہ کر لیا یعنے رضامندی کے ساتھ بلا کسی عیب وغیرہ کے واپس کر لیا تو اوس مکان مین شفیع کا شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ بائع اور مشتری کو اپنی ذات کا اختیار ہے اور اونکے حق مین بیع فسخ ہو جائیگی اسلیے کہ انکو فسخ کرنا منظور تھا مگر شفیع کے حق مین وہ بیع جدید بھی جائیگی اسلیے کہ اوسکے اندر بیع کے معنے یعنے مبادلہ مال بمال بتراضی باہمی پائے جاتے ہین مگر یہ حکم اوس صورت مین ہے کہ مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد مکان واپس کیا ہو اسلیے کہ قبضہ کرنے سے قبل واپس کرنا ہمہ وجوہ بیع کا فسخ کرنا ہے اگرچہ بغیر حکم

(۱۰۰) وفي الجامع الصغير ولا شفعة في قسمة ولا خيار رؤية وهو بكسر

(۱۰۰) جامع صغیر مین بیان کیا ہے و لا شفعة في قسمة ولا خيار رؤية یعنے باہم تقسیم کرنے کی صورت مین خیار رویت کی وجہ سے مکان کے

الرأي ومعناه لا شفعة بسبب الرد بخيار الرؤية لما بيناه ولا نقصم الرواية بالفتح عطفا على الشفعة لان الرواية محفوظة في كتاب القسمة انه يثبت في القسمة خيار الرؤية وخيار الشرط لانهما يثبتان لخلل في الرضاء فيما يتعلق لزومه بالرضاء وهذا المعنى موجود في القسمة والله سبحانه اعلم۔

واپس کرنے کی حالت مین شفعہ ثابت نہین ہوتا جبکی وجہ ہم بیان کرچکے ہین پس خیار رویۃ کا لفظ قسمہ کے اوپر معطوف ہو اور شفعہ کے اوپر معطوف کرکے نصب کے ساتھ پڑھنے کی روایت غلط ہو اسواسطے کہ اس تقدیر پر یہ معنے ہونگے کہ تقسیم کے اندر شفعہ اور خیار رویت ثابت نہین ہوتا حالانکہ یہ بات صحیح نہین ہو کیونکہ کتاب القسمہ مین بغیر کسی قسم کے اختلاف کے یہ مسئلہ مذکور ہو کہ تقسیم مین خیار رویت اور خیار شرط ثابت ہوتا ہو اسلیے کہ خیار شرط اور خیار رویت اوس عقد کے اندر جسکا لازم ہونا رضامندی پر موقوف ہو ایسے وقت مین ثابت ہوتی ہین کہ رضامندی مین ایک قسم کی کمی پائی جائے اور یہ معنے تقسیم کے اندر بھی موجود ہین واللہ سبحانہ اعلم۔

باب ما تبطل به الشفعة

اُن امور کا بیان جن سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی

(۱۰۱) قال واذا ترك الشفيع الاشهاد حين علم بالبيع وهو يقدر على ذلك بطلت شفعته لاعراضه عن الطلب وهذا لان الاعراض انما يتحقق حالة الاختيار وهي عند القدرة وكذلك ان اشهد في المجلس ولم يشهد على احد المتبايعين ولا عند العقار وقد اوضحناه فيما تقدم۔

(۱۰۱) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور بلا کسی عذر کے اوس نے طلب اشہاد کو ترک کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ طلب کرنے سے اوسکا اعراض پایا گیا اور بعذر ہونے کی اسلیے قید لگائی ہو کہ اعراض حالت اختیار مین پایا جاتا ہو اور عذر کی حالت مین اوسکو اختیار نہین ہوتا بلکہ وہ مجبور ہوتا ہو۔ اسیطرح اگر شفیع نے طلب مواثبت کی مگر اوسکے بعد طلب اشہاد نہ کی یعنے بائع یا مشتری یا مکان کے پاس جاکر لوگون کو طلب گواہ نہ کیا تو بھی شفعہ باطل ہو جائیگا۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊

(۱۰۲) قال وان صالح من شفعته على عوض بطلت شفعته ورد العوض لان حق الشفعة ليس بحق متقرر في المحل بل هو مجرد حق التملك فلا يصح الاعتياض عنه ولا يتعلق

(۱۰۲) اگر شفیع نے مدعی علیہ سے کچھ مال لیکر شفعہ سے فیصلہ کرلیا تو شفعہ بھی باطل ہو جائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑیگا اسلیے کہ شفیع کو مکان کے اندر ہنوز کسی قسم کا حق نہین ثابت ہوا ہی صرف اوسکو یہ حق ہو کہ ثمن ادا کرکے اوسکا مالک بن سکتا ہی لہذا اوسکے عوض مین مال کا لینا صحیح نہوگا اور شفعہ ایسی چیز ہی کہ اگر اوسکے ساقط کرنے مین

اسقاطه بالجائز من الشرط فبالفاسد اولى فيبطل الشرط ويصح الاسقاط وكذا لو باع شفعته بمال لما بينا۔

۱۰۳، بخلاف القصاص لانه حق متقرر وبخلاف الطلاق والعتاق لانه اعتياض عن ملك فى المحل ونظيره اذا قال للمخيرة اختاريني بالف او قال العنين لامرأته اختاري ترك الفسخ بالف فاختارت سقط الخيار ولايثبت العوض والكفالة بالنفس فى هذا بمنزلة الشفعة فى رواية وفى اخرى لاتبطل الكفالة ولايجب المال وقيل هذه رواية فى الشفعة وقيل هى فى الكفالة خاصة وقد عرف فى موضعه۔

۱۰۴، قال واذا مات الشفيع بطلت شفعته۔

وقال الشافعى رضى الله عنه لا تورث عنه قال رضى الله عنه معناه اذا مات بعد البيع قبل القضاء بالشفعة اما اذا مات بعد قضاء القاضى قبل نقد الثمن وقبضه فالبيع لازم لورثته وهذا نظير

کوئی جائز شرط لگائی جائے تو بھی اوسکا سقوط شرط کے پائے جانے پر موقوف نہیں رہتا بلکہ اوسیوقت ساقط ہو جاتا ہے اور یہان تو ایک فاسد شرط لگائی گئی ہے لہذا وہ شرط باطل ہو جائیگی اور شفعہ ساقط ہو جائیگا اسیطرح اگر کوئی شخص حق شفعہ کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دے تو بھی شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اور خریدنے والے کو مال واپس کرنا پڑتا ہے بخلاف قصاص کے کہ اوسکے اندر مال لیکر فیصلہ کر لینا درست ہے اسواسطے کہ قاتل کی ذات پر قصاص مین ایک حق ثابت ہوتا ہے اور طلاق اور عتاق کا حال بھی یہی ہے کہ اگر اونکے اندر بھی عوض لیا جائے تو صحیح ہے اسواسطے کہ اونکے اندر ذات پر حق ملکیت ہوتا ہے جس کا عوض لیا جاتا ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو جسکو طلاق کا اختیار دے چکا ہے یہ بات کہے کہ بعوض ہزار روپیہ کے تو مجھکو اختیار کر لے یا عنین اپنی بیوی سے یہ بات کہے کہ بعوض ہزار روپیہ کے تو ترک فسخ کو اختیار کر لے اور ان دونوں صورتوں مین بیوی ایسا کرے تو اسکا اختیار طلاق اور فسخ ساقط ہو جاتا ہے اور خاوند کو ہزار روپیہ نہین دینا پڑتے اور ایک روایت کے موافق کفالت بالنفس کا حال بھی شفعہ کے مانند ہے اور دوسری روایت کے موافق اوسکا یہ حکم نہین ہے اور بعض کا قول ہے کہ شفعہ مین بھی ایک روایت یہی ہے اور بعض کے نزدیک خاص کفالت کے اندر۔

۱۰۴، شفیع کے مرجانے سے اوسکا شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک برابر قائم رہتا ہے اور اوسکے وارثون کو شفعہ کا حق ہوتا ہے مصنف رح نے بیان کیا ہے اوس سے وہ صورت مراد ہے کہ شفیع کا بعد از بیع اور قبل از حکم قاضی انتقال ہو جائے اور اگر بعد حکم قاضی قبل از ادای ثمن اور قبل از قبضہ انتقال ہو تو اسکے وارثون کو بیع لازم ہو جائیگی اسیطرح حنفیہ کے نزدیک مورث کے مرجانے سے خیار شرط باطل ہو جاتا ہے اور شافعی رح کے نزدیک باطل نہین ہوتا چنانچہ کتاب البیوع مین اسکا بیان ہو چکا ہے اور حنفیہ کے نزدیک شفعہ کے باطل ہو جانے کی وجہ یہ ہے

الاختلاف فی خیار الشرط وقدمر فی البیوع ولان بالموت یزول ملکه عن دارہ ویثبت الملک للوارث بعد البیع وقیامه وقت البیع وبقاؤہ للشفیع الی وقت القضاء شرط فلا یستوجب الشفعة بدونه۔

یہ ہے کہ شفیع کے مرجانے سے اپنے مکان سے شفیع کی ملکیت جاتی رہتی ہے اور وارثون کو اوس مکان کی ملکیت مکان مشفوعہ کی بیع کے بعد حاصل ہوتی ہے اور شفعہ کے اندر بیع کے وقت شفیع کی ملکیت کا قائم ہونا اور قاضی کے حکم دینے تک ملکیت کا باقی رہنا شرط ہے لہذا وارثون کا شفعہ بیع کے وقت ملکیت حاصل نہونے کی وجہ ثابت نہوگا۔

(۱۰۵) وان مات المشتری لم تبطل لان المستحق باق ولم یتغیر سبب حقه ولا یباع فی دین المشتری ووصیته ولو باعه القاضی او الوصی او اوصی المشتری فیها بوصیة فللشفیع ان یبطله ویاخذ الدار لتقدم حقه ولهذا ینقض تصرفه فی حیاته

(۱۰۵) مشتری کے مرجانے سے شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ کا حقدار یعنے شفیع باقی ہے اور جس سبب سے اسکو حق ثابت ہوا ہے اسمین تغیر نہین ہوا لہذا یہ مکان مشتری کے قرضہ مین یا اوسکی وصیت مین فروخت نکیا جائیگا اور اگر بالفرض قاضی یا مشتری کے وصی نے اس مکان کو مشتری کے قرض یا وصیت مین فروخت کردیا یا مشتری خود اوس مکان کی کسی کو وصیت کرگیا ہے تو شفیع کو اس بیع اور وصیت کے باطل کرنے اور مکان کے لے لینے کا اختیار ہے اسلیے کہ اوسکا حق مقدم ہے لہذا

(۱۰۶) قال واذا باع الشفیع ما یشفع به قبل ان یقضی له بالشفعة بطلت شفعته لزوال سبب الاستحقاق قبل التملک وهو الاتصال بملکه ولهذا یزول به وان لم یعلم بشراء المشفوعة کما اذا سلم صریحا او ابرأ عن الدین وهو لا یعلم به وهذا بخلاف ما اذا باع الشفیع دارہ بشرط الخیار له لانه یمنع الزوال فبقی الاتصال۔

(۱۰۶) ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ شفیع نے اپنا ذاتی مکان فروخت کردیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ مکان مشفوعہ مین ملکیت حاصل ہونے سے قبل استحقاق کا سبب یعنے اتصال ملکیت جاتا رہا اور اسلیے اگر بالفرض شفیع کو مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم نہو اور وہ اپنے مکان کو فروخت کردے تو بھی شفعہ جاتا رہتا ہے جسطرح صراحۃً ترک کرنے سے باطل ہو جاتا ہے یا کوئی شخص اپنے قرضدار کو لاعلمی کی حالت مین قرض سے بری کردے یعنے اوسکو علم نہو کہ میرا اوسپر قرض ہے تو قرضدار بری ہو جاتا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ شفیع اپنے مکان کو فروخت کرے اور اپنا اختیار شرط کرلے اسلیے کہ اختیار کی وجہ سے ملکیت زائل نہوگی اور مکان مشفوعہ سے اتصال ملکیت باقی

(۱۰۷) قال ووکیل البائع اذا باع وهو الشفیع فلا شفعة له ووکیل

(۱۰۷) اگر ایک شخص بائع کی طرف سے وکیل ہوکر کوئی مکان فروخت کرے اور خود یہ وکیل شفیع بھی ہو تو اسکو شفعہ ثابت نہوگا

المشتری اذا ابتاع فله الشفعة والاصل
ان من باع او بیع له لا شفعة له ومن
اشتری او ابتیع له فله الشفعة
لان الاول باخذ المشفوعة یسعی
فی نقض ما تم من جهته وهو البیع
والمشتری لا ینقض شراءه بالاخذ
بالشفعة لانه مثل الشراء وکذلك
لو ضمن الدرك عن البائع وهو
الشفیع فلا شفعة له وکذلك اذا باع
وشرط الخیار لغیره فامضی المشروط
له الخیار البیع وهو الشفیع فلا
شفعة له لان البیع تم بامضائه
بخلاف جانب المشروط له الخیار
من جانب المشتری۔

(۱۰۸) قال واذا بلغ الشفیع انها
بیعت بالف درهم فسلم ثم علم
انها بیعت باقل او بحنطة او شعیر
قیمتها الف او اکثر فتسلیمه باطل
وله الشفعة لانه انما سلم لاستکثار
الثمن فی الاول ولتعذر الجنس
الذی بلغه وتیسر ما بیع به فی
الثانی اذ الجنس مختلف وکذا کل
مکیل او موزون او عددی
متقارب۔

(۱۰۹) بخلاف ما اذا علم انها بیعت

اور اگر خود شفیع مشتری کی طرف سے وکیل ہو کر مکان کو خریدے تو
اوسکا شفعہ قائم رہیگا اور اس جگہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص خود بیع کرے
یا کوئی دوسرا اوسکی طرف سے بیع کرے تو مبیع میں اوسکا شفعہ ثابت
نہیں ہوتا اور جو شخص خود خریدے یا کوئی دوسرا اوسکی طرف سے خریدے
تو اوسکا شفعہ قائم رہتا ہے اسلیے کہ پہلا شخص اگر شفعہ کے ذریعہ سے مکان کو
لیگا تو اوسکو بیع کا توڑنا پڑیگا اور یہ بیع اوسی کی جانب سے تھی اور دوسری قسم کا
شخص اگر مکان کو شفعہ کے ذریعہ سے لیتا ہے تو اوسکو اپنے فعل کا باطل کرنا
نہیں پڑتا اسلیے کہ خریدنا اور شفعہ کے ذریعہ سے لینا یکسان ہے اسی طرح اگر
شفیع بائع کی طرف سے مشتری کے لیے اسطرح ضامن ہو جائے کہ
اگر اس مکان میں کسی کا حق برآمد ہو تو میں ذمہ دار ہوں تو اسکا شفعہ باطل ہو جائے گا
اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک مکان فروخت کیا اور تیسرے
شخص کا اختیار اوس بیع میں شرط کیا اور اوس تیسرے شخص نے بیع کی اجازت دیدے
اور تیسرا اوس مکان میں شفیع تھا تو اب اسکا شفعہ نہ ہوگا اسلیے کہ اوسکی اجازت سے بیع تمام ہوئی
ہاں اگر مشتری نے تیسرے کا اختیار شرط کیا اور اوسنے خریدنے کی اجازت دیدی تو شفعہ قائم رہیگا

(۱۰۸) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت
ہو گیا اور یہ بات سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان
معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو یا اسقدر گیہوں یا جو کو فروخت ہوا ہے جنکی
قیمت ایک ہزار یا اس سے بھی زیادہ ہو تو پہلی مرتبہ شفعہ کو اوسکا ترک کر دینا
باطل ہو جائیگا اور شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ شفیع نے پہلی صورت میں گران
سمجھکر اور دوسری صورت میں نقد روپیہ میسر نہونیکی وجہ سے شفعہ کو
ترک کیا تھا اب ارزان ہونیکی وجہ سے یا گیہوں اور جو کے میسر ہونے سے
اوسکو لے سکتا ہے اس واسطے کہ جنسیں مختلف ہیں۔ گیہوں یا جو کی
خصوصیت نہیں ہے بلکہ جو چیزیں ناپ یا تول یا شمار کے
حساب سے فروخت ہوتی ہیں سب کا یہی حال ہے۔

(۱۰۹) اگر صورت مذکورہ بالا میں دوسری مرتبہ شفیع کو

بعرض قيمته الف او اكثر لان الواجب فيه القيمة وهى دراهم اودنانير

معلوم ہوا کہ مکان بعوض گھوڑے یا غلام وغیرہ کے فروخت ہوا ہے جسکی قیمت ایک ہزار یا ہزار سے زیادہ ہے تو شفعہ دوسری مرتبہ ثابت نہوگا اسلیے کہ شفیع کو اسوقت میں بھی روپیہ یا اشرفیان دینا پڑینگے

(۱۱۰) وان بان انها بيعت بدنانير قيمتها الف فلا شفعة له وكذا اذا كانت اكثر وقال زفر له الشفعة لاختلاف الجنس ولنا ان الجنس متحد فى حق الثمنية

(۱۱۰) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہے اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ اشرفیون کو فروخت ہوا ہے جنکی قیمت ہزار روپیہ یا ہزار روپیہ سے زیادہ ہے تو شفعہ ثابت نہوگا اور زفر کے نزدیک شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ دونون کی جنس مختلف ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ ثمنیت کے اعتبار سے روپیہ اور اشرفی کو ایک جنس کا حکم ہے

(۱۱۱) قال واذا قيل له ان المشترى فلان فسلم الشفعة ثم علم انه غيره فله الشفعة لتفاوت الجوار۔

(۱۱۱) اگر شفیع کو اول مرتبہ معلوم ہوا کہ فلان مکان زید نے خریدا ہے اور اسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ عمر نے خریدا ہے تو اوسکا شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ ممکن ہے زید کے پاس رہنے سے وہ راضی ہوا اور عمر کے پاس رہنے سے راضی نہو۔

ولو علم ان المشترى هو مع غيره فله ان ياخذ نصيب غيره لان التسليم لم يوجد فى حقه۔

اور اگر دوسری مرتبہ معلوم ہوا کہ زید نے مع عمر کے اوس مکان کو خریدا ہے تو زید کے حصہ مین شفعہ نہین کر سکتا مگر عمر کے حصہ مین شفعہ کر سکتا ہے اسلیے کہ عمر کے حصہ مین اوس نے شفعہ کو نہین ترک کیا تھا

(۱۱۲) ولو بلغه شراء النصف فسلم ثم ظهر شراء الجميع فله الشفعة لان التسليم لضرر الشركة ولا شركة وفى عكسه لا شفعة فى ظاهر الرواية لان التسليم فى الكل تسليم فى ابعاضه۔

(۱۱۲) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان کا نصف حصہ فروخت ہوگیا اور اوس نے شفعہ کو طلب نہ کیا بعد ازان معلوم ہوا کہ کل مکان فروخت ہوا ہے تو اب اوسکو شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ شرکت کی وقت سے اوس نے شفعہ کو ترک کر دیا تھا اور اب وہ وقت نہین رہی اور اگر پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ کل مکان فروخت ہوا ہے اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا نصف مکان فروخت ہوا ہے

فصل

(۱۱۳) قال واذا باع دارا الا مقدار

فصل

(۱۱۳) اگر بائع کو منظور ہو کہ اس مکان مین شفیع دعوی نکرسکے

ذراع منها فی طول الحد الذی یلی الشفیع فلا شفعة له لانقطاع الجوار وهذه حیلة وکذا اذا وهب منه هذا المقدار وسلمه الیه لما بینا۔

(۱۱۴) قال واذا ابتاع منها سهما بثمن ثم ابتاع بقیتها فالشفعة للجار فی السهم الاول دون الثانی لان الشفیع جار فیهما الا ان المشتری فی الثانی شریك فیتقدم علیه فان اراد الحیلة ابتاع السهم بالثمن الا درهما مثلا والباقی بالباقی۔

(۱۱۵) وان ابتاعها بثمن ثم دفع الیه ثوبا عوضا عنه فالشفعة بالثمن دون الثوب لانه عقد آخر والثمن هو العوض عن الدار۔

قال رضی الله عنه وهذه حیلة اخری تعم الجوار والشرکة فیباع باضعاف قیمته ویعطی بها ثوب بقدر قیمته الا انه لو استحقت المشفوعة یبقی کل الثمن علی مشتری الثوب لقیام البیع الثانی فیتضرر به والاوجه ان یباع بالدراهم الثمن دینار حتی اذا استحق المشفوع

تو اوسکے لیئے یہ حیلہ کرسکتا ہی کہ اپنے تمام مکانکو فروخت کرے مگر بقدر ایک ذراع کی زمین شفیع کے مکان کے قریب سے مستثنی کرلے کہ اس ترکیب سے شفیع شفعہ کا دعوی نکر یگا اسلیے کہ باقی مکان سے اوسکو حق جوار نہیں ہے اسیطرح اگر بقدر ایک ذراع کے شفیع کی مکان کے قریب سے اس مکان میں سے مشتری کو ہبہ کرے اور مشتری کا قبضہ کرا دیوے تو بعد اوسکے باقی مکان کو فروخت کردے تو بھی شفیع مکان میں کچھ دعوی نہیں کرسکتا

(۱۱۴) اگر ایک شخص کسی مکان کا ایک حصہ خرید کر پھر مکان کو بھی خریدے تو اوس مکان کے جار کو صرف پہلے حصہ میں شفعہ کا حق ہوگا باقی مکان میں شفعہ کا حق نہوگا اسواسطے کہ جب مشتری نے اوسکا ایک حصہ خرید لیا اور شفیع نے اوسمیں دعوی نہیں کیا تو وہ مشتری اوس مکان کا شریک ہو گیا اور شریک جار پر تقدم ہوتا ہی ایسی صورتمیں اگر مشتری کو شفعہ سے بچنا منظور ہو تو یہ ترکیب سکتا ہی کہ اولاً اسکا ایک حصہ کو کل مکان کے ثمن میں سے ایکروپیہ کم کر کے خرید ے اور باقی مکان کو ایک روپیہ سے خرید لے کہ کثرت ثمن کے وجہ سے اوس حصہ میں شفیع خود دعوی نکریگا اور باقی میں اسلیے نہیں کرسکتا کہ مشتری کو اوسپر تقدم ہے

(۱۱۵) اگر ایک شخص نے بعوض کچھ روپیہ کے ایک مکان خریدا اور روپیہ کے بدلے بائع کو ایک کپڑا دیدیا تو شفیع اوس مکان کو کپڑے کی قیمت پر نہیں لیسکتا بلکہ اوس کو وہی روپیہ دینا پڑیگا جو اوسکا ثمن قرار پایا ہی اسلیے کہ یہ کپڑا اسکان کی عوض اوسنے نہیں دیا ہو بلکہ ثمن کے عوض دیا ہی اور ثمن کے عوض کپڑے کا دینا ایک دوسری بیع ہی مصنف رحمہ نے بیان کیا ہی یہ بھی ایک طرح کا حیلہ ہے اور اس حیلہ سے جار اور نیز شریک کے شفعہ سے انسان بچ سکتا ہی اس طرح پر کہ مثلاً ایک مکان دو چند سہ چند قیمت سے فروخت کرے کہ اوسکے عوض بقدر اوسکے اصل قیمت کے ایک کپڑا مشتری سے لیلے مگر اس میں یہ قباحت ہی کہ اگر کا میں کسی غیر کا حق برآمد ہو گیا اور حقدار اسکا نکو لیلیا تو مکان کے بائع کو وہی فرضی ثمن جو اوسکی قیمت سے بہت زیادہ ہی مشتری کے لیے ادا کرنا پڑیگا اسلیے کہ کپڑے کی بیع بدستور قائم رہیگی اور اگر یہ ترکیب کرے تو یہ قباحت پیش نہیں آتی کہ بائع اس مکانکو زیادہ روپیوں سے فروخت کر کے بعوض روپیون کے مکان کے اصل قیمت کے موافق مشتری سے اشرفیان خرید لے اس لیئے کہ

يبطل الصرف فيجب رد الدينار لا غير

(۱۱۶) قال ولا تكره الحيلة في اسقاط الشفعة عند ابي يوسفؒ وتكره عند محمدؒ لان الشفعة انما وجبت لدفع الضرر ولو اجنا الحيلة ما دفعنا ه ولابي يوسفؒ انه منع عن اثبات الحق فلا يعد ضرارا وعلى هذا الخلاف الحيلة في اسقاط الزكاة -

اگر اوس مکان میں کسی کا حق برآمد ہوگا تو اشرفیوں کی بیع بھی باطل ہوجائیگا اسلیئے کہ وہ بیع صرف ہی اور بیع صرف کے اندر قبضہ کر لینے سے قبل اگر بائع اور مشتری

(۱۱۶) اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا ابو یوسف رح کے نزدیک برا نہیں ہی مگر امام محمد رح کے نزدیک برا ہے اسواسطے کہ شفعہ دفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور اگر اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا مباح کیا جائے تو دفع ضرر کیونکر ہوسکتا ہے - ابو یوسف رح یہ کہتے ہیں کہ حیلہ کرنے میں دوسرے کے اثبات حق سے اپنی ذات کا بچانا مقصود ہوتا ہے اور اوس میں کسی کی ضرر رسانی مقصود نہیں ہوتی - اسقاط زکوۃ کیلئے حیلہ کرنے میں بھی یہی اختلاف ہو

مسائل متفرقة

متفرق مسائل کا بیان

(۱۱۷) قال واذا اشترى خمسة نفر دارا من رجل فللشفيع ان ياخذ نصيب احدهم وان اشتراها رجل من خمسة اخذها كلها او تركها والفرق ان في الوجه الثاني باخذ البعض تتفرق الصفقة على المشتري فيتضرر به زيادة الضرر وفي الوجه الاول يقوم الشفيع مقام احدهم فلا تتفرق الصفقة ولا فرق في هذا بين ما اذا كان قبل القبض او بعده هو الصحيح الا ان قبل القبض لا يمكنه اخذ نصيب احدهم اذا نقد ما عليه ما لم

(۱۱۷) اگر پانچ شخصوں نے ملکر ایک شخص سے مکان خریدا اور شفیع صرف ایک کا حصہ لینا چاہے تو لیسکتا ہے اور اگر ایک شخص نے پانچ شخصوں سے ایک مکان مشترکہ خریدا اور شفیع صرف ایک بائع کا حصہ لینا چاہے تو نہیں لیسکتا بلکہ اوسکو اختیار ہوگا کہ کل مکان کو لیلے یا بالکل شفعہ سے دست بردار ہو جاے اور دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ دوسری صورت میں اگر شفیع نے صرف ایک بائع کا حصہ لیا تو مشتری کے حق میں بیع کی تفریق لازم آئیگی جس میں اوسکا بہت ضرر ہے اور پہلی صورت میں اگر شفیع نے صرف ایک مشتری کا حصہ لیلیا تو بیع کی تفریق نہ لازم آئیگی اور باقی مشتریوں کو کچھ ضرر نہوگا - قول صحیح یہ ہے کہ اس حکم میں قبل از قبضہ یا بعد قبضہ کے کچھ قید نہیں ہے بلکہ دونوں صورتوں کا حال یکسان ہے اتنا فرق ضرور ہے کہ اگر مشتریوں کا ہنوز قبضہ نہیں ہوا ہے اور شفیع نے ایک مشتری کا حصہ لینے کی غرض سے بقدر اوسکے حصہ کے بائع کو ثمن ادا کر دیا تو جبتک باقی مشتری لوگ بھی اپنا اپنے حصہ کا ثمن ادا نہ کر دینگے اوسوقت تک شفیع کو مکان کے

ينقد الآخر حصته كيلا يؤدي الى تفريق اليد على البائع بمنزلة احد المشتريين بخلاف ما بعد القبض لانه سقطت يد البائع وسواء سمى لكل بعض ثمنا او كان الثمن جملة لان العبرة في هذا التفرق الصفقة لا للثمن وههنا تفريعات ذكرناها في كفاية المنتهى۔

حصہ پر قبضہ دیا جائیگا جبطرح کہ ایک مشتری اپنے حصہ کا ثمن ادا کرکے بقدر اپنے حصہ کے مکان کو نہیں لے سکتا ہے جبتک باقی مشتری بھی ادا نکر دیں اسلیے کہ اسمیں بائع کی قبضہ کی تفریق لازم آئیگی اور اس سے اوسکو زحمت ہوگی اور اگر مشتری نے قبضہ کر لیا ہے تو ایک کا حصہ لینے مین کچھ دقت نہو گی اس واسطے کہ اب بائع کا قبضہ نہیں رہا ہے اور ان صورتوں مین خواہ ہر حصہ کا ثمن جدا جدا اقرار پایا ہو یا کل مکان کا ایک ثمن قرار پایا ہو دونوں کے حکم مین کچھ فرق نہیں ہے اسلیے کہ یہان ثمن کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے بلکہ اسبات کا اعتبار کیا گیا ہے کہ ایک عقد کی تفریق لازم آتی ہے یا نہیں ہے

(۱۱۸) قال ومن اشترى نصف دار غير مقسوم فقاسمه البائع اخذ الشفيع النصف الذي صار للمشتري او يدع لان القسمة من تمام القبض لما فيها من تكميل الانتفاع ولهذا يتم القبض بالقسمة في الهبة والشفيع لا ينقض القبض وان كان له نفع فيه بعود العهدة على البائع فكذا لا ينقض ما هو من تمامه۔

(۱۱۸) اگر ایک شخص نے ایک غیر منقسم مکان کا نصف حصہ خریدا اور بائع نے اوسکو تقسیم کرکے مشتری کا حصہ مشتری کو دیدیا تو اس مکان کی شفیع کو اختیار ہوگا کہ تقسیم کر دینے سے جو طرف مکان مشتری کے حصہ مین آیا ہے اوسکو لیلے ورنہ شفعہ سے دست بردار ہو جائے کیونکہ قبضہ تقسیم کر دینے سے کامل ہوتا ہے اسلیے کہ تقسیم کے بغیر انتفاع کامل نہیں حاصل ہو سکتا ولہذا ہبہ کے اندر جبتک تقسیم نہو جائے قبضہ کامل نہیں ہوتا بہر حال تقسیم کرنا قبضہ کا تتمہ ہے اور شفیع کو قبضہ کے باطل کرنیکا اختیار نہیں ہوتا اگرچہ اوسکے باطل کرنے مین شفیع کا نفع ہو باین طور کہ مشتری کے قبضہ کو باطل کرکے بائع سے بذریعہ شفعہ کے مکان کو لیلے اور اگر بعد کو کچھ دقت پیش ہو تو بائع سے رجوع کرے

(۱۱۹) بخلاف ما اذا باع احد الشريكين نصيبه من الدار المشتركة وقاسم المشتري الذي لم يبع حيث يكون للشفيع نقضه لان العقد ما وقع مع الذي قاسم فلم تكن القسمة من تمام القبض الذي هو حكم العقد بل هو تصرف بحكم

(۱۱۹) اگر ایک مکان مین دو شخص شریک تھے اون مین سے ایک نے اپنا حصہ فروخت کر ڈالا اور دوسرے نے مشتری کو وہ حصہ تقسیم کرکے دیدیا تو شفیع کو اس تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار ہوگا اس لیے کہ اس جگہ وہ تقسیم بائع نے نہیں کی ہے لہذا یہ تقسیم قبضہ کا تتمہ نہ سمجھی جائیگی بلکہ ملکیت کی وجہ سے وہ ایک قسم کا تصرف سمجھا جائیگا

الملك فينقضه الشفيع كما ينقض بيعه وهبته۔

لہذا شفیع اوسکو باطل کر سکتا ہی جس طرح مشتری کی ہبہ اور بیع کو باطل کر سکتا ہی

(۱۲۰) ثم اطلاق الجواب فی الکتاب یدل علی ان الشفیع یاخذ النصف الذی صار للمشتری فی ای جانب کان وهو المروی عن ابی یوسف رح لان المشتری لا یملك ابطال حقه بالقسمة وعن ابی حنیفة رح انه انما یاخذه اذا وقع فی جانب الدار التی یشفع بها لانه لا یبقی جارا فیما یقع فی الجانب الآخر۔

(۱۲۰) جامع صغیر کی عبارت مین چونکہ تخصیص نہین کی ہے اسلیے اوس سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر بائع نے غیر منقسم مکان کا نصف حصہ فروخت کر کے بعد کو تقسیم کر کے مشتری کا حصہ علیحدہ کر دیا تو شفیع کو ہر صورت مین مشتری کے حصہ کو لینے کا اختیار ہے خواہ یہ حصہ کسی جانب نکلے یعنے شفیع کی جوار مین ہو یا دوسری جانب کو ہو اور ابو یوسف رح سے بھی یہی مروی ہی اسلیے کہ تقسیم کر نیسے شفیع کی حق کو مشتری نہین باطل کر سکتا ہی مگر ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ اگر یہ حصہ شفیع کی مکان سے متصل ہو گا تو شفیع اوسکو لیگا ورنہ نہین لیسکتا اسلیے کہ اگر دوسری جانب کو ہی تو شفیع کو اوس مین حق جوار نہین ہے

(۱۲۱) قال ومن باع دارا وله عبد ماذون علیه دین فله الشفعة وکذا اذا کان العبد هو البائع فلمولاه الشفعة لان الاخذ بالشفعة تملك بالثمن فینزل منزلة الشراء وهذا لانه مفید لانه یتصرف للغرماء۔

بخلاف ما اذا لم یکن علیه دین لانه یبیعه لمولاه ولا شفعة لمن بیع له۔

(۱۲۱) اگر ایک شخص نے اپنے ایک غلام کو تجارت کی اجازت دے رکھی ہو اور اس شخص نے کوئی مکان فروخت کیا تو اوس مکان کو شفعہ کے ذریعہ سے وہ غلام لیسکتا ہی بشرطیکہ اوس غلام پر لوگون کا قرضہ ہو اسی طرح اگر یہ غلام کوئی مکان فروخت کرے تو اوسکا مالک بذریعہ شفعہ کے مکان لے سکتا ہے اس لیے کہ شفعہ کے ذریعہ سے لینا خریدنے کے حکم مین ہے کیونکہ شفیع ثمن ادا کر کے مکان کا مالک بنتا ہے اور غلام کی اندر قرضدار ہونیکی اسلیے قید لگائی ہی کہ قرضدار ہونیکی وجہ سے قرضخواہون کیلیے اوسکے تصرفات ہونگے اور اگر قرضدار نہین ہے تب تو مالک کی طرف سے فروخت کرتا ہی اور جس کی طرف سے بیع ہوتی ہی اوسکا شفعہ نہین

(۱۲۲) قال وتسلیم الاب والوصی الشفعة علی الصغیر جائز عند ابی حنیفة وابی یوسف وقال محمد وزفر رحمهم الله هو علی شفعته اذا بلغ۔

(۱۲۲) اگر باپ یا باپ کے وصی نے نابالغ کی طرف سے شفعہ کو ترک کر دیا تو ابو حنیفہ رح اور ابو یوسف رح کے نزدیک اونکا ترک کر دینا صحیح ہوگا اور محمد رح اور زفر رح کے نزدیک بالغ ہو جانے کے بعد وہ نابالغ اپنے شفعہ پر قائم ہو جائیگا۔ مشائخ رح نے بیان کیا

قالوا وعلى هذا الخلاف
اذا بلغهما شراء دار بجوار
دار الصبي فلم يطلبا الشفعة وَ
على هذا الخلاف تسليم الوكيل بطلب
الشفعة في رواية كتاب الوكالة
وهو الصحيح
(۱۲۳) لمحمد وزفر انه حق ثابت
للصغير فلا يملكان ابطاله كديته
وقوده ولانه شرع لدفع الضرر
فكان ابطاله اضرارا به ولهما
انه في معنى التجارة فيملكان
تركه الاترى ان من اوجب
بيعا للصبي صح رده من الاب
والوصي ولانه دائر بين النفع وَ
الضرر وقد يكون النظر في
تركه ليبقى الثمن على ملكه والولاية
نظرية فيملكانه وسكوتهما كابطالها
لكونه دليل الاعراض وهذا
اذا بيعت بمثل قيمتها۔
فان بيعت باكثر من قيمتها بما لا
يتغابن الناس فيه قيل جاز
التسليم بالاجماع لانه تمحض
نظرا وقيل لا يصح بالاتفاق لانه
لا يملك الاخذ فلا يملك التسليم
كالاجنبي وان بيعت باقل من

کہ اگر باپ یا باپ کے وصی کو معلوم ہو کہ نابالغ کے
مکان کے متصل کوئی مکان فروخت ہوا ہے
اور وہ شفعہ کو نہ طلب کریں تو اوس میں بہی
یہی اختلاف ہی۔ اسی طرح مبسوط کی کتاب الوکالت کی صحیح
روایت کے موافق اگر طلب شفعہ کی لیے کسی کو وکیل کیا اور وکیل
نے شفعہ کو ترک کر دیا تو اوس میں بہی یہی اختلاف ہی
(۱۲۳) محمد اور زفر رح کی دلیل یہ ہی کہ شفعہ اوس نابالغ کا ایک
حق ہے جو اُس مکان میں ثابت ہوا ہی لہذا باپ یا باپ کا وصی
اوسکو نہیں باطل کر سکتا جسطرح کسی شخص پر نابالغ کے خونبہا یا
اور کوئی قصاص ہو تو باپ یا باپ کا وصی اوسکو باطل نہین کرسکتا
علاوہ برین شفعہ رفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہی اور اُسکے باطل کر دینے
مین نابالغ کی ضرر رسانی ہی اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف رح کی یہ
دلیل ہے کہ شفعہ کے ذریعہ سے لین دین کرنے کو تجارت کا حکم
ہے لہذا باپ اور وصی اوسکو باطل کر سکتے ہین جسطرح کوئی شخص نابالغ
کے اوپر ایک بیع کو ثابت کر دے تو باپ اور وصی اسکو رد کر سکتے ہین فی دسر
یہ کہ شفعہ کے لینے مین نفع اور ضرر دونوں ہوتے ہین لہذا بعض اوقات
مین اُسکا چھوڑ دینا نابالغ کے حق مین خیر خواہی ہو سکتا ہی تاکہ ثمن اوسکی
ملکیت مین داخل رہے اور باپ وغیرہ کی ولایت نظری ہی لہذا شفعہ کو ترک
کر سکتے ہین اور اُنکا سکوت بھی باطل کرنے کے حکم مین ہی اسلیے کہ سکوت اعراض
کی دلیل ہی مگر یہ اختلاف اُسوقت ہی کہ وہ مکان برابر قیمت سے فروخت
ہوا ہو اور اگر اسقدر زیادہ پر فروخت ہوا ہی کہ لوگ اسقدر نقصان کے
متحمل نہین ہوتے ہین تو بعض کا قول ہی کہ ایسے وقت مین باپ اور
وصی کا شفعہ کو ترک کر دینا بالاتفاق صحیح ہوگا اسلیے کہ اسمین محض خیر [illegible]
ہی اور بعض کا قول ہی بالاتفاق اون کا شفعہ کو ترک کر دینا صحیح نہ ہوگا
اسلیے کہ جب وہ لینے کے مجاز نہین ہین تو ترک کرنے کے بھی مجاز نہین ہین

قیمتها محاباة کثیرة فعن ابی حنیفة رح انه لا یصح التسلیم منهما ولا روایة عن ابی یوسف رح والله اعلم

بلکہ انکو ایسے وقت میں اپنی کا حکم ہے۔ اور اگر یہ مکان رعایت سے ساتھ بہت ہی کم قیمت سے فروخت ہوا ہے تو ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ ان کا شفعہ کو ترک کردینا صحیح ہوگا اور ابو یوسف رح سے اسمیں کوئی روایت مروی نہیں ہے واللہ اعلم

تمت

الدر المختار فی الفقہ للمفتی محمد علاء الدین الحصکفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الشفعة

مناسبتہ تملک مال الغیر بغیر رضاہ۔

غصب کے بعد شفعہ کا بیان اسواسطے کیا ہے کہ شفعہ کے اندر بھی دوسرے کے مال کو بغیر اوسکی رضامندی کے لے لیتا ہے

(۱) ھی لغۃ الضم وشرعاً تملیک البقعۃ جبرا علی المشتری بما قام علیہ بمثلہ لو مثلیا والا فبقیمتہ

(۱) لغت میں شفعہ کا لفظ وصل کے معنے میں آتا ہے اور شرع میں ایک فروخت شدہ جایداد کا اگر ثمن مثلی ہے تو مثل دیکر ورنہ اوس کی قیمت دیکر مشتری سے جبرًا لے لینے کا نام شفعہ ہے۔

(۲) وسببہا اتصال ملک الشفیع بالمشتری بشرکۃ اوجوار.

(۲) شفعہ کا سبب اصل میں شفیع کی ملکیت کا مشتری کے ملکیت سے متصل ہونا ہے خواہ شرکت کے طور پر یا جوار کے طور پر

(۳) وشرطہا ان یکون المحل عقارا سفلا کان او علوا وان لم یکن طریقہ فی السفل لانہ التحق بالعقار بما لہ من حق القرار در رقلت

(۳) شفعہ کے اندر عقار کا ہونا شرط ہے اور جسطرح سے نیچے کا مکان عقار ہے اسیطرح بالاخانہ کو بھی عقار کا حکم ہے اگرچہ اوسکا راستہ نیچے کے مکان میں ہو کر نہو اسواسطے کہ بالاخانہ کو چونکہ نیچے کے مکان پر قائم رہنے کا حق ہے لہذا وہ بھی ایک غیر منقول

واما ماجزم به ابن الكمال فی اول باب ماهی فيه من ان البناء اذا بيع مع حق القرار يلتحق بالعقار فرده شيخنا الرملی وافتی بعدمها تبعا للبزازية وغيرها فليحفظ۔

چیز ہے اور ابن کمال نے جو یہ بات بیان کی ہو کہ اگر ایک مکان کی دیواریں مع حق قرار کے فروخت کیجائیں تو انکو عقار کا حکم ہو جاتا ہو تو شیخ رملی نے اس قول کا رد کیا ہو اور بزازیہ وغیرہ کے موافق اسبارے کا فتوی دیا ہے کہ انکو عقار کا حکم نہین ہوتا۔

(۴) وركنها اخذ الشفيع من احد المتعاقدين عند وجود سببها وشرطها۔

(۴) شفعہ کا سبب اور شرط پائے جانے کے بعد بائع یا مشتری سے شفیع کو مکان کا لے لینا شفعہ کا رکن ہے۔

(۵) وحكمها جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد سنين۔

(۵) شفعہ کا حکم یہ ہے کہ اگر اوسکا سبب پایا جائے تو طلب کرنا صحیح ہو جاتا ہو اگرچہ برس گذر جائین۔

(۶) وصفتها ان الاخذ بها بمنزلة شراء مبتدأ فيثبت بها ما يثبت بالشراء كالرد بخيار رؤية وعيب۔

(۶) بذریعہ شفعہ کے کسی چیز کا لینا مستقل طور پر خریدنیکے بمنزلہ ہوتا ہے اور جو احکام خریدنے مین ثابت ہوتے ہین وہ سب شفعہ مین بھی ثابت ہوتے ہین مثلاً خیار رویت اور خیار عیب وغیرہ۔

(۷) تجب له لا عليه بعد البيع ولو فاسدا انقطع فيه حق المالك كما بان اوبخيار المشتری وتستقر بالاشهاد فی مجلسه ای طلب المواثبة فلا تبطل بعده و تملك بالاخذ بالتراضی او بقضاء القاضی عطف على الاخذ لثبوت ملك الشفيع بمجرد الحكم قبل الاخذ كما حرره ملا خسرو۔

(۷) بیع کے بعد ایک شخص کا شفعہ دوسرے پر ثابت ہو جاتا ہو اگرچہ یہ بیع فاسد ہو جس مین مالک کا حق زائل ہو گیا ہو یا اس بیع مین مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو اور طلب مواثبت سے شفعہ قائم ہو جاتا ہو اور اگر یہ طلب نہ پائی جائے تو باطل ہو جاتا ہے اور شفیع مکان مشفوعہ کا اوسوقت مالک ہوتا ہو کہ قاضی اوسکے لیے مکان کا حکم دیدے یا باہمی رضامندی سے مدعی علیہ مکان کو اوسکے حوالہ کردے۔

* * * * *

* * * * *

(۸) بقدر رؤس الشفعاء لا الملك خلافا للشافعی۔

(۸) اگر ایک مکان مین بہت سے لوگ مختلف حصون کے شریک ہون اور ایک شخص اپنا حصہ فروخت کردے تو حنفیہ کے نزدیک سب شریک حق شفعہ مین

(۹) للخليط متعلق تجب في نفس المبيع ثم ان لم يكن او سلم له في حق المبيع وهو الذي قاسم وبقيت له شركة في حق العقار كالشرب والطريق خاصين۔

(۹) سب سے پہلے وہ شخص شفعہ کا مستحق ہوتا ہی جو نفس عقار کے اندر شریک ہو اگر وہ نہو یا شفعہ کو ترک کر دیوے تو وہ شخص مستحق ہوگا جو عقار کے حق مین شریک ہی یعنے عقار سے اوسنے اپنا حصہ تقسیم کر لیا ہی مگر صرف حق مین اوسکا حصہ باقی ہو مثلاً آبپاشی کا حق یا راستہ چلنے کا حق بشرطیکہ یہ دونون خاص ہون۔

(۱۰) ثم فسره الشارح بقوله كشرب نهر صغير لا تجري فيه السفن وطريق لا ينفذ فلو عامين لا شفعة بهما بيانه شرب نهر مشترك بين قوم تسقى اراضيهم منه بيعت ارض منها فلكل اهل الشرب الشفعة ولو النهر عاما او المسئلة بحالها فالشفعة للجار الملاصق فقط۔

(۱۰) شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہی جسمین کشتی نہ چلسکے اور طریق خاص سے بند راستہ مراد ہی انمین شرکت حاصل ہونے سے شفعہ کا حق ثابت ہوتا ہی اور اگر یہ دونون خاص نہون بلکہ عام ہون تو حق شفعہ نہین ثابت ہوتا۔ مثلاً ایک نہر کے آبپاشی مین لوگ شریک ہین اور اپنی اراضیات کو اس نہر سے پانی دیتے ہین تو ہر ایک شریک کو حق شفعہ ہوگا اور اگر یہ نہر بڑی ہی جسمین کشتیان چل سکتی ہین تو صرف فروخت شدہ اراضی کے جار کو حق شفعہ ہوگا۔

(۱۱) ثم لجار ملاصق ولو ذميا او ماذونا او مكاتبا بابه في سكة اخرى وظهر داره لظهرها فلو بابه في تلك السكة فهو خليط كما مر۔

(۱۱) شریک فی العقار اور شریک فی حق العقار کے بعد جار ملاصق کو حق شفعہ ہوتا ہی اگرچہ وہ ذمی یا غلام ماذون یا مکاتب ہو اور جار ملاصق وہ شخص ہی جسکی مکانکی پشت بائع کے مکان سے ملی ہوی ہی اور اوسکا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہی اسلیے کہ اگر اوسی کوچہ مین اوسکا دروازہ ہوگا تو وہ شریک فی حق العقار شمار کیا جائیگا

(۱۲) وواضع جذوع على حائط وشريك في خشبة عليه جار ولو في نفس الجدار فشريك ملتقى قلت لكن قال المصنف ولو كان بعض الجيران شريكا في الجدار لا يتقدم على غيره من

(۱۲) اگر ایک شخص کی کڑیان دوسرے کے مکان کی دیوار پہ رکھی ہوی ہین یا یہ شخص صرف ان کڑیون کے اندر شریک ہے تو یہ شخص اوس مکان کا شریک نہ سمجھا جائیگا بلکہ جوار کی وجہ سے اوسکو شفعہ کا استحقاق ہوگا اور اگر دیوار کے اندر شرکت ہی تو مکان کے اندر شریک سمجھا جائیگا مین کہتا ہون مگر مصنف رح نے بیان کیا ہی کہ اگر ایک جار مکان کی دیوار کے اندر شریک ہو

الجيران لان الشركة في البناء المجرد بدون الارض لا يستحق بها الشفعة وفي شرح المجمع

تو اُس کو اور لوگوں پر جو اوس مکان کے جار ہیں کچھ تقدم ہوگا اسواسطے کہ صرف عمارت میں شریک ہونے سے شفعہ کا مستحق نہیں ہوتا جبتک کہ زمین میں بھی شریک نہو۔

(١٣) وكذا الجار المقابل في السكة الغير النافذة الشفعة بخلاف النافذة۔

(١٣) اگر ایک کوچہ سربستہ ہو تو جار مقابل کو بھی حق شفعہ ہوتا ہے اور غیر سربستہ میں نہیں ہوتا۔

* * * * *

(١٤) اسقط بعضهم حقه من الشفعة بعد القضاء فلو قبله فلمن بقي اخذ الكل لزوال المزاحمة ليس لمن بقي اخذ نصيب التارك لانه بالقضاء قطع حق كل واحد منهم في نصيب الآخر زيلعي۔

(١٤) اگر شفعہ کے اندر کئی شخص شریک تھے اور ایک شخص نے اپنا حق چھوڑ دیا باوجودیکہ قاضی نے اُنکو شفعہ کا حکم دیدیا تھا تو باقی شرکا کو یہ استحقاق نہوگا کہ اس چھوڑنے والے کا حق بھی لے لیں اسلیے کہ قاضی کے حکم دینے سے ہر ایک کا حق دوسرے کے حق سے منقطع ہوگیا۔ اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے ایک شخص نے شفعہ کو ترک کردیا تو باقی شرکا اوسکے حق کو بھی لے سکتے ہیں۔

(١٥) ولو كان بعضهم غائبا يقضى بالشفعة بين الحاضرين في الجميع لاحتمال عدم طلبه فلا يؤخر بالشك وكذا لو كان الشريك غائبا فطلب الحاضر يقضى له بالشفعة كلها ثم اذا حضر وطلب قضى له بها فلو مثل الاول قضى له بنصفه ولو فوقه فبكله ولو دونه منعه خلاصة۔

(١٥) اگر ایک مکان کے شفعہ میں کئی شخص شریک ہیں جنمیں سے کچھ غائب اور کچھ حاضر ہیں تو ان حاضرین کے لیے کُل مکان میں شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا اسلیے کہ ممکن ہے وہ غایب اپنے شفعہ کو نہ طلب کرے لہذا صرف احتمال سے حاضرین کے حق میں تاخیر نہ کیجائیگی۔ اسیطرح اگر ایک شفیع غائب ہے اور حاضر نے شفعہ کا مطالبہ کیا تو اُسوقت کل شفعہ کا اوسکے لیے حکم دیدیا جائیگا بعد ازاں اگر اُس غائب نے حاضر ہوکر شفعہ کی درخواست کی تو اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیا جائیگا مگر یہ دوسرا اگر پہلے شفیع کے مثل ہے تو نصف مکان کا اُسکو حکم دیا جائیگا اور اگر اوس سے اعلی درجہ کا ہے تو کل مکان کا حکم دیا جائیگا اور اگر اُس سے ادنی درجہ کا ہے تو شفعہ سے

(١٦) اسقط الشفيع الشفعة قبل الشراء لم يصح لفقد شرطه وهو البيع۔

(١٦) اگر مکان ہنوز فروخت نہیں ہوا تھا کہ شفیع اپنے شفعہ سے دست بردار ہوگیا تو صحیح نہوگا اسلیے کہ ابھی شفعہ کی شرط (یعنے بیع) نہیں پائی گئی۔

(١٧) اراد الشفيع اخذ البعض وترك الباقي لم يملك ذلك جبرا على المشتري لضرر تفريق الصفقة۔

(١٧) اگر شفیع اسبات کا قصد کرے کہ مکان کا ایک حصہ لے لون اور باقی کو ترک کر دون تو مشتری کے بغیر رضامندی کے ایسا نہین کرسکتا ہے اسلیے کہ اوس بیع کے متفرق کرنے مین مشتری کو ضرر ہے۔

(١٨) ولو جعل بعض الشفعاء نصيبه لبعض لم يصح وسقط حقه به لاعراضه ويقسم بين البقية بل لو طلب احد الشريكين النصف بناء على انه يستحقه فقط بطلت شفعته اذ شرط صحتها ان يطلب الكل كما بسطه الزيلعي فليحفظ۔

(١٨) اگر ایک مکان کے شفعہ مین بہت سے لوگ شریک ہین جنہین سے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے ایک شریک کو دیدیا تو صحیح نہوگا مگر دینے والے کا حق اعراض کرنے کی وجہ سے ساقط ہو جائیگا اور باقی سب شریکون پر اوسکا حصہ تقسیم ہو جائیگا بلکہ اگر مکان کے شفعہ مین دو شخص شریک ہین اور ایک نے اپنے حق کے موافق نصف مکان مین شفعہ چاہا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ شفعہ کے صحیح ہونے مین کل مکان کا طلب کرنا شرط ہے چنانچہ زیلعی نے اسکی تفصیل بیان کی ہے۔

(١٩) وصح بيع دور مكة فتجب الشفعة فيها وعليه الفتوى اشباه قلت ومفاده صحة اجارتها بالاولى وقدمناه فليحفظ لكنه يكره وتحققه في الحظر۔

(١٩) مکہ معظمہ کے مکانات کی بیع بھی صحیح ہوتی ہے اور ان مین بھی شفعہ ثابت ہوتا ہے مفتی بہ قول یہی ہے مین کہتا ہون اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انکو کرایہ پر اوٹھانا بطریق اولی صحیح ہے چنانچہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین مگر مکروہ ہے۔ کتاب الحظر والاباحہ مین ہم اس کا بیان عنقریب تحقیق کے ساتھ کرینگے۔

(٢٠) وفيها يصح الطلب من وكيل الشراء ان لم يسلم الى موكله وان سلم لا وبطلت هو المختار۔

(٢٠) اگر ایک شخص نے وکالۃً دوسرے کے لیے مکان خریدا تو شفیع اون وکیل پر شفعہ کا دعوی کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ مکان ہنوز موکل کے قبضہ مین اوس نے نہ دیا ہو اور اگر موکل کے قبضہ مین پہونچ گیا ہو تو وکیل

(٢١) ولا شفعة في الوقف ولا له نوازل ولا بجواره شرح مجمع وخانية خلافا للخلاصة والبزازية ولعل لا ساقطة قاله المصنف قلت وحمل شيخنا الرملي الاول على الاخذ به والثاني

(٢١) اگر کوئی شخص اپنا مکان وقف کر دے تو اوسمین شفعہ نہوگا اسیطرح اگر مکان موقوفہ کے قریب کوئی مکان فروخت ہو تو وقف کرنے والے کو اوسمین شفعہ نہوگا لیکن خلاصہ اور بزازیہ مین اسکے خلاف بیان کیا ہے مگر غالبًا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہین کا لا کا کلمہ کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے جس کی وجہ سے یہ خلاف ہوگیا ہے چنانچہ مصنف علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے

على اخذه بنفسه اذا بيع ففي لقبض حق الشفعة يبتنى على صحة البيع انتهى فتفاده ان ما لا يملك من الوقف بحال لاشفعة فيه وما يملك بحال ففيه الشفعة واما اذا بيع بجواره او كان بعض المبيع ملكا وبعضه وقفا وبيع الملك فلا شفعة للوقف والله اعلم۔

مین کہتا ہون ہمارے شیخ رملی نے لا لہ و لا بجوارہ کے یہ معنے کیئے ہین لا لہ یعنے وقف کے ذریعہ سے شفعہ نہین ہو سکتا و لا بجوارہ یعنے وقف کا مکان اگر فروخت ہو تو اسکو بذریعہ شفعہ کے جا نہین لے سکتا کہ وقف کے اندر حق شفعہ بیع کے صحیح ہونے پر موقوف ہے انتہی اسکا حاصل یہ ہے کہ جو وقف کسی حال مین مملوک نہو سکے اسمین شفعہ نہین ہے اور جو کسی حال مین مملوک ہو سکتا ہے اسمین شفعہ ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر مکان موقوفہ کے جوار مین کوئی مکان فروخت ہو یا ایک مکان کا نصف مملوک اور نصف موقوف ہو اور وہ مملوک حصہ فروخت ہو تو وقف کرنے والے کو شفعہ نہوگا واللہ اعلم

باب طلب الشفعة

طلب شفعہ کا بیان

(۲۲) ويطلبها الشفيع في مجلس علمه من مشتر او رسوله او عدل او عدد بالبيع وان امتد المجلس كالمخيرة هو الاصح درر وعليه المتون خلافا لما في جواهر الفتاوى انه على الفور وعليه الفتوى۔

(۲۲) جس جلسہ مین شفیع کو مشتری یا اسکے قاصد یا کسی ایک پرہیزگار مرد یا معمولی دو مرد یا دو عورت اور ایک مرد کی زبانی بیع کا حال معلوم ہو تو اسی جلسہ مین شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیئے اگرچہ وہ جلسہ بہت دیر تک ہو جسطرح مخیرہ کو اخیر جلسہ تک اختیار ہوتا ہے قول صحیح یہ ہے اور متون کے اندر یہی مذکور ہے مگر جواہر الفتاوی مین بیان کیا ہے کہ فی الفور طلب شفعہ کرنا چاہیے اور اسی پر فتوی ہے۔

(۲۳) بلفظ يفهم طلبها كطلبت الشفعة ونحوه كانا طالبها او اطلبها وهو يسمى طلب المواثبة اى المبادرة والاشهاد فيه ليس بلازم بل لمخافة الجحود۔

(۲۳) شفیع کو طلب شفعہ اُن الفاظ کے ساتھ کرنا چاہیے جن سے شفعہ کی طلب مفہوم ہو سکے مثلاً مین نے شفعہ کو طلب کیا مین شفعہ کا طالب ہون یا شفعہ کو طلب کرتا ہون اور اسکو طلب مواثبت کہتے ہین اسلیئے کہ مواثبت مبادرت اور سرعت کے معنے مین ہے اور طلب مواثبت کے اندر گواہونکو گواہ کرنا صرف اسلیئے مناسب ہوتا ہے کہ مدعا علیہ انکار نہ کر سکیگا مگر ضروری نہین ہوتا

(۲۴) ثم يشهد على البائع لو العقار في يده او على المشتري

(۲۴) طلب مواثبت کے بعد شفیع کو طلب اشہاد جس کو طلب تقریر بھی کہتے ہین کرنا چاہیے یعنے بائع یا مشتری یا عقار کے پاس جاکر لوگون کو اپنے

وان لم يكن ذا يد لانه مالك او عند العقار

طلب کرنے پر گواہ کرنا چاہیے مگر بائع کے پاس طلب اشہاد کرنے میں شرط ہے کہ اس وقت تک مکان پر بائع کا قبضہ ہو اور مشتری کے اندر قبضہ کا ہونا شرط نہیں ہے اسواسطے کہ وہ تو مالک ہے۔

(٢٥) فيقول اشترى فلان هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة واطلبها الآن فاشهدوا عليه وهو طلب الاشهاد ويسمى طلب التقرير

(٢٥) طلب اشہاد کرنے کا یہ طریق ہے کہ لوگوں سے کہے کہ فلان شخص نے فلان مکان خریدا ہے اور میں اسمیں شفیع ہون اور طلب شفعہ کر چکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ اس بات کے گواہ رہو۔

(٢٦) وهذا الطلب لا بد منه حتى لو تمكن ولو بكتاب او رسول ولم يشهد بطلت شفعته وان لم يتمكن منه لا تبطل۔

(٢٦) شفعہ کے اندر طلب اشہاد کا ہونا بھی ضروری ہے حتی کہ اگر شفیع کسی طور پر خواہ بذریعہ خط کے یا قاصد کے ذریعہ سے ہو طلب اشہاد کر سکتا ہے مگر اوس نے طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر کسی صورت سے طلب نہیں کر سکتا ہے تو باطل نہوگا۔

(٢٧) ولو اشهد في طلب المواثبة عند احد هؤلاء كفاه وقام مقام الطلبين۔

(٢٧) اگر بیع کے مقام پر شفیع خود موجود تھا اور بائع یا مشتری یا مکان کے پاس اوسنے طلب مواثبت پر لوگونکو گواہ کر دیا تو اب اوسکو دوبارہ طلب اشہاد کی ضرورت نہ رہیگی

(٢٨) ثم بعد هذين الطلبين يطلب عند قاض فيقول اشترى فلان دار كذا وانا شفيعها بدار كذا الى لو قال بسبب كذا كما في الملتقى لشمل الشريك في نفس المبيع فمره يسلم الدار الى هذا ولو قبضها المشتري وطلب الخصومة لا يتوقف عليه وهو يسمى طلب تمليك وخصومة

(٢٨) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد قاضی کے روبرو شفیع کو اسطرح پر شفعہ کی درخواست کرنا چاہیے کہ فلان شخص نے فلان مکان خریدا ہے اور میں بذریعہ اپنے فلان مکان کے اوسکا شفیع ہون یا فلان سبب سے اوسکا شفیع ہون لہذا تو مشتری کو حکم دیجے کہ وہ مکان کو میرے حوالہ کرے مگر یہ اسوقت ہوگا کہ وہ مکان مشتری کے قبضہ مین آگیا ہو لیکن یہ طلب اسکے اوپر موقوف نہیں ہے اور اس طلب کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہین۔

* * * * *

(٢٩) وبتاخيره مطلقا بعذر او بغيره شهرا او اكثر لا تبطل الشفعة حتى يسقطها بلسانه به يفتى وهو

(٢٩) اگر طلب تملیک مین کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے خواہ کسی عذر سے یا بلا عذر خواہ ایک مہینہ تک یا زیادہ تو اس سے شفعہ باطل نہین ہوتا جبتک خود زبان سے شفعہ کو ترک نہ کرے۔

ظاهر المذهب وقيل يفتى بقول محمد ان اخره شهرا بلا عذر بطلت كذا في الملتقى يعني دفعا للضرر قلنا دفعه برفعه للقاضي ليأمره بالاخذ او الترك۔

اسی پر فتویٰ ہو اور یہی ظاہر مذہب ہو اور بعض کے نزدیک محمد رح کے قول پر فتویٰ ہو کہ اگر بلا عذر ایک مہینہ تک تاخیر کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا ورنہ مشتری کا اوسمین ضرر ہے ہم کہتے ہین یہ ضرر اسطرح دفع ہو سکتا ہو کہ مشتری قاضی کے روبرو چارہ جوئی کرے کہ قاضی شفیع کو مکان کے لینے یا شفعہ سے دست بردار ہونے کا حکم دیدے۔

(٣٠) واذا طلب الشفيع سأل القاضي الخصم عن مالكية الشفيع لما يشفع به فان اقر بها اي بملكية ما يشفع به او نكل عن الحلف على العلم او برهن الشفيع انها ملكه سأله عن الشراء هل اشتريت ام لا فان اقر به او نكل عن اليمين على الحاصل في شفعة الخليط او على السبب في شفعة الجوار بخلاف الشافعي كما مر في كتاب الدعوى او برهن الشفيع قضى له بها هذا اذا لم ينكر المشتري طلب الشفيع الشفعة فان انكر فالقول له بيمينه ابن كمال۔

(٣٠) جسوقت شفیع قاضی کے روبرو شفعہ کا مطالبہ کرے تو قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ شفیع دعویٰ کرتا ہو وہ اس مکان کا مالک ہو یا نہین اگر مدعی علیہ نے شفیع کی ملکیت کا اقرار کر لیا یا مالکیت کا انکار کرنے کے بعد اپنے علم کے موافق حلف کرنے سے بھی انکار کیا یا شفیع نے اپنے مالکیت کے گواہ پیش کر دئے تو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو نے مکان کو خریدا ہو یا نہین اگر خریدنے کا اقرار کر لیا یا (شریک کے شفعہ کی صورت مین) منکر ہو کر حاصل پر حلف کیا یا شفیع نے گواہ پیش کر دیئے (یا شفعہ بالجوار کی صورت مین سبب پر) حلف کرنے سے انکار کیا تو اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا بخلاف شافعی رح کے۔ مگر یہ اسوقت ہو کہ مشتری شفیع کے طلب شفعہ کرنے سے انکار نہ کرے اور اگر انکار کیا تو قسم لیکر اوسکا قول مقبول ہو جائیگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(٣١) وان لم يحضر الثمن وقت الدعوى واذا قضى لزمه احضاره وللمشتري حبس الدار ليقبض ثمنه فلو قيل للشفيع اي بعد القضاء واما قبله فتبطل عند محمد لعدم التأكد كذا ذكره الزيلعي اذا الثمن

(٣١) دعوے کے وقت شفیع کو قاضی کے روبرو ثمن کا حاضر کرنا ضروری نہین ہو بلکہ بغیر حاضر کیے شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا مگر حکم دینے کے بعد ثمن کا موجود کرنا ضروری ہو اور مشتری ثمن کے وصول پانے تک مکان کو روک سکتا ہو اور اگر قاضی نے شفیع کو ادائے ثمن کا حکم دیا اور پھر اوس نے تاخیر کی تو شفعہ باطل نہ ہوگا مگر یہ اوسوقت ہو کہ قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دے چکا ہو اور اگر ہنوز حکم نہین دیا تھا

فاخر لم تبطل شفعته

توامام محمد رح کے نزدیک باطل ہو جائیگا اسلیے کہ ہنوز اسکو استحکام نہیں ہوا تھا۔

(٣٢) والخصم للشفيع المشتري مطلقا والبائع قبل التسليم الاول بملكه والثاني بيده ابن كمال ولكن لا تسمع البينة عليه حتى يحضر المشتري لانه المالك ويفسخ بحضوره ولو سلم للمشتري لا يلزم حضور البائع لزوال الملك واليد عنه ابن كمال ويقضي القاضي بالشفعة والعهدة لضمان الثمن عند الاستحقاق على البائع قبل تسليم المبيع الى المشتري والعهدة على المشتري لو بعده لما مر

(٣٢) مشتری سے تو بہرحال شفیع دعوی کر سکتا ہے اسلیے کہ وہ مکان کا مالک ہے اور اگر بائع نے ہنوز مکان کو مشتری کے قبضہ میں نہیں دیا ہے تو بائع کا قبضہ ہونے کی وجہ سے شفیع اوسپر بھی دعوی کر سکتا ہے مگر جبتک مشتری بھی بائع کے ساتھ حاضر نہو گا شفیع کے گواہ مشتری کے اوپر مسموع نہونگے اسلیے کہ مالک وہی ہے اور اوسیکے روبرو بیع کو قاضی فسخ کریگا اور شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیگا اور اگر بائع نے مکان کو مشتری کے قبضہ میں دیدیا ہے تو قاضی کے روبرو بائع کے حاضر ہونے کی کچھ ضرورت نہیں ہے اسلیے کہ اسکا نہ قبضہ ہے نہ وہ اسکا مالک ہے اور اگر شفیع نے ثمن کو ادا کر کے مکان لے لیا بعدہ اس مکان میں کسی کا حق برآمد ہوا تو مشتری کا قبضہ نہونے کی صورت میں بائع ذمہ دار ہوگا اور قبضہ ہو جانے کی صورت میں مشتری ذمہ دار ہوگا۔

(٣٣) للشفيع خيار الرؤية والعيب وان شرط المشتري البراءة منه دون خيار الشرط والاجل اختيار

(٣٣) شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوتا ہے اگرچہ مشتری سے بائع نے عیب سے بری ہونے کی شرط کر لی ہو مگر شفیع کو خیار شرط اور خیار اجل ثابت نہیں ہوتا۔

+ + + + +

(٣٤) وفي الاشباه الشفعة بيع في كل الاحكام الا ضمان الغرور للجبر [illegible]

(٣٤) اشباہ میں مذکور ہے کہ تمام احکام کے اندر شفعہ کو بیع کا حکم ہے بجز اوس صورت کے کہ بیع کے اندر فریب کی حالت میں بائع کو تاوان دینا پڑتا ہے اور شفعہ کے اندر نہیں دینا پڑتا اسلیے کہ شفیع جبرا مکان کا م

(٣٥) وان اختلف الشفيع والمشتري في الثمن والدار مقبوضة والثمن منقود صدق المشتري بيمينه لانه منكر ولا يتحالفان وان برهنا فالشفيع احق لان بينته ملزمة۔

(٣٥) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف ہوا اور مکان مشتری کے قبضہ میں آچکا اور وہ ثمن ادا کر چکا ہے تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اسلیے کہ وہ منکر ہے اور دونوں سے حلف نہ لیا جائیگا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کر دیے تو شفیع کے گواہوں کا اعتبار ہوگا اسلیے کہ انسے ایک کا حق دوسرے کے اوپر ثابت ہوتا ہے۔

(٣٦) ادعى المشتري ثمنا وادعى

(٣٦) مشتری کہتا ہے میں نے یہ مکان سو روپیہ کو خریدا ہے اور بائع

بالف اقل منه بلا قبضه فالقول
له اى للبائع ومع قبضه للمشترى
ولو عكسا فبعد قبضه القول للمشترى
وقبله يتحالفان واى نكل اعتبر
قول صاحبه وان حلفا فسخ البيع
وياخذ الشفيع بما قال البائع
ملتقى۔

(۳۷) وحط البعض يظهر فى حق
الشفيع فياخذ بالباقى وكذا
هبة البعض الا اذا كانت بعد القبض
اشباه۔

(۳۸) وحط الكل والزيادة لا فياخذ
بكل المسمى ولو حط النصف ثم
النصف ياخذ بالنصف الاخير
ولو علم انه شراه بالف فسلم ثم
حط البائع مائة فله الشفعة
كما لو باعه بالف فسلم ثم زاده
البائع له جارية او متاعا
قنيه۔

(۳۹) وفى الشراء بمثلى ولو حكما
كالخمر فى حق المسلم ابن كمال
ياخذ بمثله وفى الشراء القيمى
بالقيمة اى يوم الشراء ففى بيع
عقار بعقار ياخذ الشفيع كلا
من العقارين بقيمة الاخر۔

کہتا ہے میں نے پچاس کو فروخت کیا ہے مگر ہنوز مکان پر اوسکا قبضہ نہیں ہوا ہے
تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر قبضہ ہوگیا ہے تو مشتری کا قول مقبول
ہوگا اور اگر اوسکے برعکس صورت ہے یعنے مشتری پچاس کا اور بائع
سو کا مدعی ہے اور مشتری کا قبضہ ہوگیا تھا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور
اگر قبضہ نہیں ہوا تھا تو دونوں سے حلف لیا جائیگا اور جو شخص حلف سے
انکار کریگا اوس سے دوسرے کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں سے
حلف کر لیا تو بیع فسخ کردیجائیگی اور بائع کے قول کے موافق شفیع مکان کو لیگا

(۳۷) اگر بائع نے مشتری کے حق میں ثمن کے اندر کچھ کمی کردی
تو شفیع کے حق میں بھی کمی ہوجائیگی اور اوسی کمی کے ساتھ مکان کو لیگا
اسیطرح اگر بائع مشتری کے لیے کچھ ثمن ہبہ کردے تو شفیع کے حق میں
کمی ہوجائیگی مگر وصول کرنے کے بعد اگر کچھ ثمن ہبہ کیا ہے تو کمی نہوگی۔

(۳۸) اگر بائع نے مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیا یا مشتری نے کچھ
ثمن اپنی طرف سے بڑھا دیا تو شفیع کے اعتبار سے اس کا لحاظ نہ کیا
جائیگا بلکہ پورا ثمن دینا پڑیگا اور اگر بائع نے اولاً نصف ثمن کی
کمی کرکے بعد ازاں باقی نصف کو بھی چھوڑ دیا تو اخیر نصف ثمن سے
شفیع مکان کو لے لیگا۔ اور اگر شفیع کو اولاً معلوم ہوا کہ وہ مکان ہزار کو
فروخت ہوا ہے یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازاں بائع نے سو روپیہ
کی کمی کردی تو اوسکو شفعہ ثابت ہوجائیگا جسطرح بائع نے وہ مکان ہزار کو
فروخت کیا اور شفیع نے شفعہ نہ کیا بعد ازاں بائع نے مکان کے ساتھ ایک

(۳۹) اگر کوئی مکان مثلی چیز کے ساتھ فروخت ہوا اگرچہ وہ چیز
حکماً مثلی ہو جسطرح مسلمان کے حق میں شراب کا حکم ہے تو اس صورت میں
شفیع کو مکان کے بدلے میں مثل دینا پڑیگا اور اگر قیمتی چیز کے ساتھ فروخت ہوا ہے
تو خریدنے کے وقت کی قیمت دینا پڑیگی اور اگر ایک مکان بعوض دوسرے
مکان کے فروخت ہوا تو ہر ایک مکان کا شفیع اوس مکان کو دوسرے
مکان کی قیمت دیکر لے لیگا۔

(۴۰) وفی الشراء بثمن مؤجل یاخذ بحال او طلب الشفعة فی الحال واخذ بعد الاجل ولا یتعجل ما علی المشتری لو اخذ بحال ولو سکت عنه فلم یطلب فی الحال وصبر حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت شفعته خلافا لابی یوسف۔

(۴۰) اگر ایک مکان ثمن مؤجل سے فروخت ہوا تو شفیع فی الحال ثمن دیکر مکان کو لے سکتا ہے یا اسکو چاہیے کہ طلب شفعہ تو فی الحال کرے مگر مدت گذرنے کے بعد مکان کو بذریعہ شفعہ کے لیلے اور اگر اوس نے فی الحال ثمن دیکر مکان کو لے لیا تو مشتری کو فی الحال بائع کے تئیں ثمن ادا کرنا پڑیگا اور اگر شفیع نے طلب شفعہ سے سکوت کیا اور اس مدت تک انتظار کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا بخلاف ابو یوسف رح کے۔

(۴۱) ویاخذ بمثل الخمر وقیمة الخنزیر ان کان البائع والمشتری والشفیع ذمیا لابد ان یکون البائع ایضا ذمیا والا یفسد البیع فلا یثبت الشفعة ابن کمال معزیا للمبسوط ویاخذ بقیمتها لما مر لو کان الشفیع مسلما لمنعه عن تملیکها وتملکهما ثم قیمة الخنزیر هنا قائمة مقام الدار لا مقام الخنزیر ولذا لا یحرم تملیکها بخلاف المرور علی العاشر۔ وطریق معرفة قیمة الخمر والخنزیر بالرجوع الی ذمی اسلم او فاسق تاب ولو اختلفا فیه فالقول للمشتری عنایه۔

(۴۱) اگر بائع اور مشتری اور شفیع ذمی لوگ ہین اور مکان کی بیع شراب یا خنزیر سے ہوئی ہے تو شفیع کو شراب کے بدلہ مین شراب اور خنزیر کے بدلہ مین اوسکی قیمت دینی پڑیگی اور اس صورت مین بائع کا ذمی ہونا ضروری ہے اسلیے کہ اگر وہ مسلمان ہو تو بیع صحیح نہوگی اور شفعہ ثابت نہوگا اور اگر شفیع مسلمان شخص ہو تو دونون کے بدلہ اسکو قیمت ہی دینا پڑیگی اسواسطے کہ مسلمان شراب اور خنزیر کا مالک نہین کرسکتا مگر اسجگہ خنزیر کی قیمت مکان کے قائم مقام سمجھی جائیگی خنزیر کے قائم مقام نہ سمجھی جائیگی واہذا دوسرے کا اسکو مالک بنا سکتا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ ایک مسلمان نصاب کے قدر خنزیر لیکر عاشر کی طرف گذرے کہ اوس مسلمان سے خنزیر کی قیمت مین سے کچھ نہ لیا جائیگا اور اگر کافر ہو تو اوس سے لیا جائیگا۔ اور شراب یا خنزیر کی قیمت کا اندازہ کسی ذمی سے کرایا جائیگا جو مسلمان ہو گیا ہو یا کسی فاسق سے جس نے توبہ کرلی ہو اور اگر قیمت کے اندر اختلاف ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

(۴۲) ویاخذ الشفیع بالثمن وقیمة البناء والغرس مستحق القلع کما مر فی الغصب

(۴۲) اگر مشتری نے اراضی کے اندر درخت لگالیے یا عمارت بنالی تو شفیع اوسکو زمین کا ثمن اور درختون اور عمارت کی وہ قیمت دیکر لیلے جو اوکھاڑنے کی غرض سے اونکی قیمت اندازہ کیجاے جسطرح غصب کے اندر بیان ہو

۴۳، قلت واما لو دهنها بالوان كثيرة او طلاها بجص كثير خير الشفيع بين تركها او اخذها واعطاء ما زاد الصبغ فيها لتعذر نقضه ولا قيمة لنقضه بخلاف البناء حاوي الزاهدي وسيجئ۔

۴۳، مین کہتا ہون اگر مشتری نے ایک مکان خرید کر بہت سی رنگت لگا کر اوسپر قلعی وغیرہ یا اوسکی استرکاری کرا دی تو شفیع کو اختیار ہوگا خواہ شفعہ چھوڑ دے خواہ اوسکے ثمن مین اسقدر دام زیادہ کر دے جتنی اوسکے لاگت مین صرف ہوئے ہین اسلیئے کہ اُس قلعی او پھالی وغیرہ کا دیوارون پر سے چھوٹنا دشوار ہی اور چھوٹا لینے کے بعد اوسکے لیئے کچھ مقدار قیمت نہین ہوتی بخلاف عمارت وغیرہ کے

۴۴، لو بنى المشتري او غرس او كلف الشفيع المشتري قلعهما الا اذا كان في القلع نقصان الارض فان الشفيع له ان ياخذها مع قيمة البناء والغرس مقلوعة غير ثابتة قهستاني۔

۴۴، اگر مشتری نے اراضی کے اندر عمارت بنالی یا درخت لگائے اور اوسکے اوکھاڑنے مین زمین کا نقصان ہے تو شفیع ثمن کے ساتھ درختون اور عمارت کی وہ قیمت دیکر لیسکتا ہے جو اوکھاڑنے کی غرض سے اوسکی قیمت ہوتی ہو + +

+ + + + + +

۴۵، وعن الثاني ان شاء اخذ بالثمن وقيمة البناء والغرس او ترك وبه قال الشافعي ومالك قلنا هي فيما لغيره فيه حق اقوى ولذا تقدم عليه فينقضه كما ينقض الشفيع جميع تصرفات المشتري حتى الوقف والمسجد والمقبرة والهبة زيلعي ودرر اهدى۔

۴۵، ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ جس صورت مین مشتری نے عمارت وغیرہ بنالی ہو تو شفیع کو صرف یہ اختیار رہتا ہی کہ ثمن کے ساتھ عمارت وغیرہ کی قیمت دیکر اوسکو لے یا شفعہ کو ترک کر دے امام شافعی رح اور امام مالک رح کا قول بھی یہی ہی اور حنفیہ کہتے ہین کہ مشتری نے یہ عمارت وغیرہ ایسی اراضی مین بنائی ہی جسمین دوسرے کا حق مقدم ہی اور لہذا اوسکو تقدم ہی اسواسطے اسکا تصرف باطل ہوجائیگا جسطرح اوسکے تمام تصرفات جیسے کہ وقف کرنا یا مسجد یا مقبرہ بنانا یا ہبہ کرنا باطل ہوجاتا ہی۔

۴۶، واما الزرع فلا القلع استحسانا لان له نهاية معلومة ويبقى بالاجر۔

۴۶، اگر مشتری نے اوس زمین مین کھیتی کرلی تو استحسان کے طور پر یہ حکم دیا جاتا ہی کہ شفیع اوسکو نہ اوکھاڑے اسلیئے کہ اول تو وہ ایک خاص مدت تک رہتے ہین علاوہ برین شفیع کو اوسکی اجرت ملجائیگی۔

۴۷، ورجع الشفيع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعة ثم بنى او غرس ثم استحقت ولا يرجع بقيمة البناء

۴۷، اگر شفیع نے شفعہ کے ذریعہ سے ایک زمین لیکر اوس مین عمارت وغیرہ بنالی بعد ازان زمین مین کسی کا حق برآمد ہوا تو اپنے مدعی علیہ سے فقط ثمن واپس لے سکتا ہی اور عمارت وغیرہ کی قیمت

والغرس على احد لانه ليس بمغرور بخلاف المشتري۔

کسی سے نہیں لے سکتا اسلیے کہ اسکو کسی نے فریب نہیں دیا ہے بخلاف مشتری کے کہ اسکو دھوکا ہو سکتا ہے۔

(۴۸) ويأخذ بكل الثمن ان خربت الدار او جفت الشجر بلا فعل احد والاصل ان الثمن يقابل الاصل لا الوصف وهذا اذا لم يبق شئ من نقض او خشب فلو بقي واخذه المشتري لانفصاله من الارض حيث لم يكن تبعا للارض تسقط حصته من الثمن فيقسم الثمن على قيمة الدار يوم العقد وعلى قيمة النقض يوم الاخذ زيلعي۔

(۴۸) اگر خرید شدہ مکان خودبخود منہدم ہوگیا یا باغ کے درخت خودبخود خشک ہوگئے تو شفیع کو پورا ثمن دینا پڑیگا کم نہیں دے سکتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ثمن اصل مبیع کے مقابل ہوتا ہے وصف کے مقابل نہیں ہوتا مگر یہ اوس وقت ہے کہ مکان کا ملبہ اور درختوں کی لکڑی نہ باقی رہی ہو اور اگر باقی ہو اور مشتری نے زمین سے جدا ہونے کے بعد اوسکو لے لیا ہو تو وہ زمین کے تابع نہ رہیگا اور بقدر اوسکے ثمن میں کمی کر دیجائیگی مگر اوس ثمن کو مکان کی اوس قیمت پر جو خریدتے وقت تھی اور ملبہ کی اوس قیمت پر جو لیتے وقت ہے تقسیم کرینگے اور اوسکے حساب سے کمی کر دیجائیگی۔

* * * *

(۴۹) قلت فلو لم يأخذه المشتري كان هلك بعد انفصاله لم يسقط شئ من الثمن لعدم حبسه اذ هو من التوابع والتوابع لا يقابلها شئ من الثمن وبالاخذ بالشفعة تحولت الصفقة الى الشفيع فقد هلك ما دخل تبعا قبل القبض ولا يسقط بمثله شئ من الثمن فاله شيخنا۔

(۴۹) اگر مکان خودبخود منہدم ہوگیا یا درخت خودبخود خشک ہوگئے اور زمین سے جدا ہو جانے کے بعد شفیع نے اونکو نہیں لیا مثلا وہ خود ہلاک ہوگئے تو ثمن میں سے شفیع کے حق میں کچھ کمی نہ کیجائیگی اسلیے کہ شفیع نے انکو نہیں روکا لیس وہ توابع میں سے ہونگے اور توابع کے مقابل میں ثمن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے اور شفعہ کے ذریعہ سے لینے میں یہ بیع شفیع کی طرف منتقل ہوگئی اور قبضہ کرنے سے پہلے وہ چیز جو بالتبع بیع کے اندر داخل ہوئی تھی ہلاک ہوگئی اور ایسے وقت میں ثمن میں کچھ کمی نہیں ہوتی ہے شیخ رملی نے اسکو بیان کیا ہے۔

(۵۰) بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حيث يسقط من الثمن حصته لان الفائت بعض الاصل زيلعي

(۵۰) اگر زمین کا ایک حصہ دریا برد ہو کر تلف ہوگیا تو بقدر اوسکے شفیع کے حق میں ثمن کم ہو جائیگا اسلیے کہ یہاں اصل مبیع کا حصہ فوت ہوگیا۔

* * * * *

(۵۱) ویاخذ بحصة العرصة من الثمن ان نقض المشتری البناء لانه قصد الاتلاف وفی الارض الآفة سماوية ويقسم الثمن على قيمة الارض والبناء يوم العقد بخلاف انهدامه كما لتقومه بالحبس۔

(۵۱) اگر مشتری نے مکان کو خود منہدم کردیا تو صرف زمین کے قدر ثمن ادا کرکے شفیع لے لیگا اسلیے کہ یہان قصداً اوس نے عمارت کو تلف کیا ہی اور دیا برد ہو جانے کی صورت مین اسکا کچھ اختیار نہین تھا بلکہ وہ آفت سماوی تھی مگر اس صورت مین ثمن کو زمین اور عمارت کی اوس قیمت پر تقسیم کرینگے جو عقد کے زمانہ مین اوسکی قیمت ہوگی بخلاف اوس صورت کے کہ عمارت خود منہدم ہو جائے اسلیے کہ روکنے سے اوسکی قیمت ہو جاتی ہی۔

(۵۲) ونقض الاجنبی کنقضه ای المشتری۔

(۵۲) اگر کسی اجنبی شخص نے مکان کو منہدم کردیا تو اوس کو بھی مشتری کے منہدم کرنے کا حکم ہی یعنے شفیع کے حق مین ثمن کم ہوجائیگا

(۵۳) والنقض بالکسر المنقوض له ای للمشتری ولیس للشفیع اخذه لزوال التبعية بانفصاله ویاخذ ثمرها استحسانا لاتصاله۔

(۵۳) اگر مکان منہدم ہوگیا تو مکان کا ملبہ مشتری کو ملیگا شفیع کو نہ ملیگا اسلیے کہ زمین سے جدا ہو جانے کی وجہ سے وہ ملبہ زمین کے توابع مین سے نہین رہا گو درختون کا پھل شفیع کو استحسان کے اعتبار سے ملجائیگا اسلیے کہ درختون کے ساتھ اوسکو اتصال ہے۔

(۵۴) من ابتاع ارضا ونخلا وثمرا او اثمر بعد الشراء فی یده فان جذه المشتری فلیس للشفیع اخذه لما مر وهلك بآفة سماوية وقد اشتراها بثمرها سقطت حصته من الثمن فی الاول ای شراها بثمرها وبكل الثمن فی الثانی لحدوثه بعد القبض۔

(۵۴) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختون اور پھل کے خریدا یا خریدنے کے بعد مشتری کے پاس درختون پر پھل آگیا اور مشتری نے اوسکو کاٹ لیا تو شفیع اوسکو نہ لے سکیگا اور اگر مع پھل کے خریدا اور آفت سماوی سے ہلاک ہو گیا تو پہلی صورت مین بقدر اوس کے ثمن مین کمی کردیجائیگی اور دوسری صورت مین شفیع کو کل ثمن دینا پڑے گا اسلیے کہ قبضہ کرنے کے بعد وہ پھل پیدا ہوا ہے۔

(۵۵) قضی بالشفعة للشفیع لیس له ترکها شرح وهبانية لتحویل الصفقة الیه بخلاف ما قبل

(۵۵) جب قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو اب وہ شفعہ کو ترک نہین کرسکتا ہوا سلیے کہ اب وہ عقد شفیع کیطرف منتقل ہو گیا بخلاف اوس صورت کے کہ قاضی نے

القضاء ۔

ہنوز حکم نہ دیا ہو ۔

(۵۶) الطلب في بيع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا وفي هبة بعوض مشروط ولا شيوع فيهما وقت التقابض وفي بيع فضولي او بخيار بائع وقت البيع عند الثاني ووقت الاجازة عند الثالث وبخيار مشتر وقت البيع اتفاقا مجتبى ۔

(۵۶) بیع فاسد کی صورت مین طلب شفعہ بالاتفاق اوس وقت کرنا چاہیے جب بائع کا حق اوس سے منقطع ہو جائے اور جس ہبہ کے اندر عوض شرط کیا گیا ہو اور عوض مین ایک مشترک اور غیر معین چیز نہین تو تقابض کے بعد طلب شفعہ کرنا چاہیے اور بیع فضولی یا اوس بیع مین جسکے اندر بائع کا اختیار شرط کیا گیا ہو ابو یوسف رح کے نزدیک بیع کی وقت اور امام محمد رح کے نزدیک اجازت کی وقت طلب کرنا چاہیے اور اگر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو تو بالاتفاق بیع کے وقت طلب کرنا چاہیے

(۵۷) من لم یر الشفعة بالجوار کالشافعي مثلا طلبها عند حاکم یراها یقول له هل تعتقد وجوبها ان قال نعم اعتقد ذلك حکم له بها والا یقل لا یحکم منية وبزازية

(۵۷) اگر ایک شافعی المذہب نے جو شفعہ بالجوار کا قائل نہین ہے ایسے قاضی کے روبرو شفعہ کا دعوی کیا جو اوسکا قائل ہے تو قاضی کو اوس سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو شفعہ بالجوار کو مانتا ہے اگر اوسنے کہدیا ہان مانتا ہون تب تو اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا جائے ورنہ حکم نہ دیا جائے ۔

* * * *

فروع

(۵۸) اخر الشفیع ایجاب الطلب لکون القاضي لا یراها فهو معذور وکذا لو طلب من القاضي احضاره فامتنع بخلاف سبت الیهودي کما یأتي ۔

(۵۸) اگر شفیع نے طلب تملیک مین اسوجہ سے تاخیر کی کہ اوسکے شہر کا قاضی شفعہ بالجوار کا قائل نہین تھا تو شفیع معذور سمجھا جائیگا اسیطرح اگر شفیع نے قاضی سے مدعی علیہ کے حاضر کرانے کی درخواست کی اور قاضی نے اوسکو حاضر نہ کرایا تو شفیع معذور ہوگا اور اگر ایک یہودی نے ہفتہ کے روز بیع کی خبر سنکر طلب شفعہ مین تاخیر کی تو وہ معذور نہوگا

(۵۹) شری ارضا بمائة فرفع ترابها وباعه بمائة ثم اخذها الشفیع بالشفعة اخذها بخمسین لان ثمنها یقسم علی قیمة الارض یوم الشراء قبل رفع التراب وعلی

(۵۹) ایک شخص نے سو روپیہ کو ایک زمین خریدی اور اوسمین سے مٹی کھود کر سو روپیہ کو مٹی فروخت کر ڈالی بعدہ شفیع نے بذریعہ شفعہ کے اوسکو لے لیا تو شفیع کو پچاس روپیہ دینا پڑینگے اسواسطے کہ اوسکا ثمن زمین کی اوس قیمت پر جو خریدتے وقت بغیر مٹی کے کھودوائی تھی اور اوس مٹی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور وہ دونوں برابر

قيمة التراب الذي باعه وهما سواء ولو كبسها كما كانت فالجواب لا يتفاوت ويقال للمشتري ارفع ما كبست فيها فهو مالك حاوي الزاهدي۔

میں اور اگر اوس مٹی کو ڈال کر زمین کو بدستور سابق ہموار کر دیا تو اوسکا حکم بھی یہی ہے اور مشتری سے کہا جائیگا کہ تو نے جو اسکے اندر بھراؤ ڈالا ہے اوس کو اوٹھا کر بیچا اس لیے کہ وہ تیرا مال ہے۔

(٦٠) وفيه شرى دارا الى الحصاد فليس للشفيع ان يعجل الثمن ويأخذها بالشفعة لانه ملكها ببيع فاسد انتهى قلت وسيجيء انه لا شفعة فيما بيع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ ببناء ونحوه وجبت۔

(٦٠) حاوی زاہدی میں بیان کیا ہو اگر ایک مکان باین قرارداد خریدا کہ اسکا ثمن اوسوقت ادا کرونگا جب کھیت کٹینگے تو شفیع فی الفور ثمن ادا کر کے شفعہ کے ذریعہ سے اوسکو نہین لے سکتا ہے اسلیے کہ مشتری بیع فاسد سے اوسکا مالک ہوا ہے مگر میں کہتا ہوں عنقریب یہ مسئلہ آتا ہے کہ بیع فاسد کے اندر شفعہ ثابت نہین ہوتا اگرچہ مشتری کا قبضہ ہو گیا ہو اسلیے کہ فسخ کا احتمال باقی رہتا ہے مگر عمارت وغیرہ بنانے سے اگر فسخ ساقط ہو جائے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(٦١) وفي المبسوط الهبة بشرط العوض انما تثبت الملك للموهوب له اذا قبض الكل فلو وهب دارا على عوض الف درهم فقبض احد العوضين دون الآخر ثم سلم الشفيع الشفعة فهو باطل حتى اذا قبض العوض الآخر كان له ان يأخذ الدار بالشفعة۔

(٦١) ہبہ بشرط العوض میں موہوب لہ اوسوقت مالک ہوتا ہے جب عوض اور معوض دونوں قبضہ میں آجائیں لہذا اگر بعوض ہزار روپیہ کے ایک مکان ہبہ کیا اور صرف مکان یا صرف روپیہ پر کسی کا قبضہ ہوا تھا کہ شفیع نے شفعہ کو ترک کر دیا تو اوس کا شفعہ باطل نہو گا اور جب دوسری عوض پر قبضہ ہو جائیگا تو شفیع شفعہ کے ذریعہ سے مکان کو لے لیگا۔

باب ما تثبت هي فيه او لا تثبت

اس امر کا بیان کہ کن چیزوں میں شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کن چیزوں میں نہیں ثابت ہوتا

(٦٢) لا تثبت قصدا الا في عقار ملك بعوض خرج الهبة هو مال

٦٢ (١) شفعہ صرف عقار کے اندر شفعہ ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ بعوض کسی قسم کے مال کے انسان کو عقار کی ملکیت حاصل

خرج المهر وان لم يكن يقسم خلافا للشافعي كرحى اى بيت الرحى مع الرحى نهاية وحمام وبئر ونهر وبيت صغير لا يمكن قسمته۔

اگرچہ وہ عقار ایسی چیز ہو جسکی تقسیم نہو سکے لہذا ہبہ کے طور پر یا مہر کے عوض میں اگر ملکیت حاصل ہو تو شفعہ ثابت نہیں ہوتا اور امام شافعی رح کے نزدیک اوس عقار میں بھی شفعہ ثابت ہوجاتا ہی جسکی تقسیم نہیں ہوسکتی جسطرح چکی حمام کنواں نہر چھوٹا سا مکان۔

(۶۳)، لا فى عرض بالسكون ما ليس بعقار فيكون ما بعده من عطف الخاص على العام وذلك خلافا لمالك وبناء ونخل اذ بيعا قصدا ولو مع حق القرار خلافا لما فهمه ابن الكمال لمخالفته المنقول كما افاده شيخنا الرملى۔

(۶۳) غیر منقولات میں اور کشتی میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا مگر کشتی میں امام مالک رح کا اختلاف ہی اور دیوار یا درخت مستقل طور پر فروخت ہو تو ان میں بھی شفعہ نہیں ثابت ہوتا اگرچہ مع حق قرار کے انکی بیع کیجائے مگر ابن کمال نے اسکے خلاف سمجھا ہی اسلیے کہ حق قرار کے ساتھ فروخت ہونے سے وہ منقول کے منافی ہوجاویگی چنانچہ شیخ رملی نے اسکو بیان کیا ہے۔

* * * * *

(۶۴) ولا فى ارث وصدقة وهبة لا بعوض مشروط ودار قسمت او جعلت اجرة او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد ومهر وان قوبل ببعضها اى الدار مال لان معنى البيع تابع فيه واوجبها فى حصة المال۔

(۶۴) اگر بذریعہ ارث یا صدقہ یا اوس ہبہ کے جسمیں عوض کی شرط نہو کوئی مکان ملے یا ایک مکان کو شریک آپس میں تقسیم کریں یا بعوض ایک مکان کے کچھ مدت کے لیے کوئی مکان کرایہ پر لیا جائے یا بعوض ایک مکان کے بیوی اپنے خاوند سے خلع کرائے یا بعوض ایک مکان کے غلام کو آزاد کیا جائے یا قاتل مقتول کے وارثوں کو ایک مکان دیکر صلح کرلے یا ایک مکان مہر قرار دیا جائے تو ان مکانات میں شفعہ نہیں ثابت ہوتا اگرچہ مکان کے ایک حصہ کے عوض میں کچھ مال دیا جائے

(۶۵) او دار بيعت بخيار البائع ولم يسقط خياره فان سقط وجبت ان طلب عند سقوط الخيار فى الصحيح وقيل عند البيع وصحح۔

(۶۵) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسمیں بائع کا اختیار شرط کیا گیا تو جب تک بائع کا اختیار ساقط نہوگا شفعہ ثابت نہوگا اور ساقط ہونے کے بعد ثابت ہوجائیگا بشرطیکہ اختیار کے ساقط ہوتے ہی طلب شفعہ پائی جائے قول صحیح یہی ہی اور بعض کے نزدیک قول صحیح یہ ہی کہ بیع کے

(۶۶) او بيعت الدار بيعا فاسدا ولم يسقط فسخه فان سقط حق فسخه كان بنى المشترى

(۶۶) اسیطرح اگر ایک مکان بیع فاسد سے فروخت ہوا تو جب تک فسخ کا اختیار ساقط نہوگا شفعہ ثابت نہوگا اور اگر فسخ کا اختیار ساقط

فيما تثبت الشفعة كما مر او رد بخيار رؤية او شرط او عيب بقضاء متعلق بالاخير فقط خلافا للمازعمه المصنف تبعا للدرر لعدما سلمت اي اذا بيع وسلمت الشفعة ثم رد المبيع بخيار رؤية او شرط كيف ما كان او بعيب بقضاء فلا شفعة لانه فسخ لا بيع۔

ہوگیا مثلاً مشتری نے اوسمین کچھ عمارت بنالی تو شفعہ ثابت ہوجائیگا اسیطرح اگر خیار رویت یا شرط کیوجہ سے یا بحکم قاضی عیب کیوجہ سے ایک مکان واپس ہوا اور واپس ہونے سے پہلے شفیع شفعہ کو ترک کرچکا تھا تو شفعہ ثابت نہوگا اسلیئے کہ وہ بیع نہین ہے بلکہ پہلی بیع کا فسخ ہے۔ درر کےموافق مصنف کا گمان یہ ہے کہ خیار رویت اور شرط مین بھی واپس کرنے کے لیے قاضی کا حکم چاہیے۔

* * * * *

(۶۷) بخلاف الرد بعيب بعد القبض بلا قضاء او باقالة فان له الشفعة لان الرد بعيب بلا قضاء والاقالة بمنزلة بيع مبتدأ۔

(۶۷) اگر قبضہ کرنے کے بعد مشتری نے بلا حکم قاضی عیب کی وجہ سے مکان کو واپس کردیا یا باہمی رضامندی بائع اور مشتری نے بیع کا اقالہ کرلیا تو شفیع کا شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیئے کہ بغیر حکم قاضی عیب کیوجہ سے واپس کرنے اور اقالہ کرنیکا بیع جدید کا حکم ہے

(۶۸) وتثبت الشفعة للعبد الماذون المستغرق بالدين احاطة الدين برقبته وكسبه ليس بشرط ابن كمال في مبيع سيده۔ وتثبت لسيده في مبيعه بناء على ان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء وشراء احدهما من الآخر يجوز۔

(۶۸) اگر ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور اوسکا ایک غلام ہے جسکو اسنے تجارت کی اجازت دے رکھی ہے اور یہ غلام لوگون کے قرض مین مستغرق ہے تو اس مکان مین غلام کا شفعہ ثابت ہوجائیگا اور اسقدر دین کا ہونا شرط نہین ہے کہ اوسکی ذات اور مال کو محیط ہو اسیطرح اگر ایسا غلام کوئی مکان فروخت کرے تو مالک کو بھی شفعہ ہوجاتا ہے اسلیئے کہ بذریعہ شفعہ کے مکان کا لینا خریدنے کے حکم مین ہے اور ایسے غلام اور مالک کے مابین خرید فروخت ہوسکتی ہے۔

* * * * *

(۶۹) وتثبت لمن شرى اصالة او وكالة او اشترى له بالوكالة او فائدته انه لو كان المشترى او الموكل بالشراء شريكا وللدار شريك آخر فلهما الشفعة ولو هو شريكا وللدار جار فلا شفعة

(۶۹) اگر ایک شخص اصالةً یا وکالةً ایک مکان خریدے یا دوسرے کو وکیل کرکے خریدے تو اوسکا شفعہ باطل نہین ہوتا اور نتیجہ یہ ہے کہ یہ خریدنے والا یا موکل اوس مکان کے اندر شریک ہے اور اوس مکان مین ایک شریک اور ہو تو ان دونون کا شفعہ ثابت رہیگا اور اگر شریک فقط یہی ہے مگر ایک شخص اوس مکان

للجار مع وجوده۔

جار بھی ہو تو شریک کے ہوتے ہوئے جار کو شفعہ نہو گا۔

(٧٠) لا شفعة لمن باع اصالة او وكالة او بيع له اى وكل بالبيع او ضمن الدرك والاصل ان الشفعة تبطل باظهار الرغبة عنها لا فيها۔

(٧٠) اگر اصالۃً یا وکالۃً ایک مکان کو فروخت کیا یا کسی دوسرے نے اوسکی طرف سے فروخت کیا یا یہ شخص باین طور ضامن ہو گیا کہ اس مکان مین کسی کا حق برآمد ہو تو مین ذمہ دار ہون ان سب صورتون مین اس شخص کو شفعہ کا استحقاق نہ ہیگا اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جس چیز سے شفیع کا شفعہ سے اعراض ظاہر ہو۔

باب ما يبطلها

اون امور کا بیان جنسے شفعہ باطل ہو جاتا ہے

(٧١) يبطلها ترك طلب المواثبة تركه بان لا يطلب فى مجلس اخبر فيه بالبيع ابن كمال وتقدم ترجيحه او ترك طلب الاشهاد عند عقار او ذى يد لا الاشهاد عند طلب المواثبة لانه غير لازم مع القدرة كما مر

(٧١) قول مرجح یہی ہے کہ اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوس جلسہ مین اوسنے طلب مواثبت نہین کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسیطرح اگر مکان یا بائع یا مشتری کے پاس جاکر طلب مواثبت کے بعد باوجود مکان کے طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔ مگر طلب مواثبت کے وقت گواہ کرنے سے شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ گواہ کرنا ضروری نہین ہی۔

(٧٢) ويبطلها تسليمها بعد البيع علم بالسقوط او لا فقط لا قبله كما مر ولو تسليمها من اب او وصى خلافا لمحمد فيما بيع بقيمته او اقل ملتقى۔

(٧٢) اگر بیع کے بعد شفعہ کو ترک کر دیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا خواہ شفیع کو اختیار کے ساقط ہونے کا علم ہو یا نہو اور بیع سے قبل ترک کر دینے سے شفعہ باطل نہین ہوتا اور اگر باپ یا وصی نے شفعہ کو ترک کر دیا تو بھی نابالغ کا شفعہ باطل ہو جائیگا اوس صورت مین کہ

(٧٣) الوكيل يطلبها اذا سلم الشفعة او اقر على الموكل بتسليمه الشفعة صح لو كان التسليم او الاقرار عند القاضى والا لم يصح لكنه يخرج من الخصومة

(٧٣) اگر ایک شخص کو طلب شفعہ کے لیے وکیل کیا اور وکیل نے شفعہ کو ترک کر دیا یا اسبات کا اقرار کیا کہ میرے موکل نے شفعہ کو ترک کر دیا ہی تو شفعہ باطل ہو جائیگا بشرطیکہ قاضی کے روبرو یہ وکیل ترک یا اقرار کرے ورنہ باطل نہو گا البتہ اسکے اوپر دعوی نہو سکیگا

(٧٤) وسكوت من يملك التسليم تسليم۔

(٧٤) جو شخص شفعہ کو زبان سے ترک کر سکتا ہی اسکا سکوت کرنا بھی زبان سے ترک کرنے کے حکم مین ہی۔

(٧٥) ويبطلها صلحه منها على عوض

(٧٥) اگر شفیع مدعی علیہ سے بجز اس مکان کے کچھ مال

اي خير المشتري امابا ين وعليه رده لانه رشوة ويبطلها بيع شفعته بمال ولايلزم المال وكذا الكفالة بالنفس بخلاف القود.

لیکن صلح کرلی تو شفعہ بھی باطل ہو جائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑیگا اسلیے کہ وہ رشوت ہے اسیطرح اگر کوئی شخص شفعہ کو بعوض کچھ مال کے فروخت کرڈالے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور مال لازم نہیں ہوتا اور کفالت کا بھی یہی حکم ہے بخلاف قصاص کے۔

(٧٦) ولو صالح على اخذ نصف الدار ببعض الثمن صح ولو صالح على اخذ بيت بحصته من الثمن لا لجهالة الثمن عند الاخذ ولا تسقط شفعته.

(٧٦) اگر شفیع نے مشتری سے نصف ثمن دیکر نصف مکان کے لینے پر صلح کرلی تو صحیح ہوگی اور اگر اوس مکان میں سے ایک کمرہ کے لینے اور اوسکی قدر ثمن ادا کرنے پر صلح کی تو صحیح نہوگی اسلیے کہ لینے وقت ثمن مجہول ہے مگر اوس کا شفعہ نہ ساقط ہوگا۔

(٧٧) ويبطلها موت الشفيع قبل الاخذ بعد الطلب او قبله ولا تورث خلافا للشافعي ولو مات بعد القضاء لا تبطل.

(٧٧) اگر شفیع مکان کو لینے سے پہلے مرگیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور وارثوں کو شفعہ کا حق نہ رہیگا خواہ طلب شفعہ کے بعد مرا ہو یا اوس سے پہلے مگر شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک نہیں باطل ہوتا اور اگر قاضی نے اوسکی زندگی میں شفعہ کا حکم دیدیا تھا تو شفعہ باطل نہوگا۔

(٧٨) لا يبطلها موت المشتري لبقاء المستحق.

(٧٨) اگر مشتری مرجائے تو شفعہ باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ شفعہ کا حقدار موجود ہے۔

(٧٩) ويبطلها بيع ما يشفع به قبل القضاء بالشفعة مطلقا علم ببيعها ام لا وكذا لو جعل ما يشفع به مسجدا او مقبرة او وقفا مسجلا در.

(٧٩) جس مکان کے ذریعہ سے شفیع کو شفعہ کا استحقاق تھا اگر وہ مکان شفیع نے فروخت کرڈالا اور ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہیں دیا تھا تو بہرحال اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا خواہ اوسکو مکان مشفوعہ کی بیع کا اوسوقت تک علم ہوا یا نہوا اسیطرح اگر شفیع اپنے مکان کو مسجد یا مقبرہ یا وقف رجسٹری کرادے تو بھی اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا

(٨٠) ولو باع بشرط الخيار لنفسه لا تبطل لبقاء السبب.

(٨٠) اگر شفیع نے اپنا مکان فروخت کیا اور اپنے لیے اختیار اوسکے اندر شرط کرلیا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ ہنوز وہ مکان اوسکی ملک سے خارج نہیں ہوا ہے۔

(٨١) ويبطلها شراء الشفيع من المشتري فلمن دونه او مثله اخذها منه بالشفعة بالعقد الاول او الثاني بخلاف ما لو اشتراها ابتداء

(٨١) اگر شفیع نے مشتری سے مکان مشفوعہ کو خرید لیا تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اس شفیع کے برابر درجہ کا یا ادنی درجہ کا شفیع اوس مکان کو لے سکتا ہے خواہ بیع اول کے اعتبار سے لیوے خواہ بیع دوم کے اعتبار سے بخلاف اوس صورت کے کہ شفیع اول ہی مرتبہ اوس مکان کو

حيث لا شفعة لمن دونه ۔

بائع سے خریدے کہ اسکا شفعہ باطل نہیں ہوتا اور اوس سے ادنی درجہ کو نہین پہنچتی

(۸۲) ولكن انما يبطلها ان استأجرها او ساومها بيعا او اجارة او ملتقى او طلب منه ان يوليه عقد الشراء او ضمن الدرك مستدرك لشمامد انها فتبطل في الكل لدليل الاعراض زيلعي ۔

(۸۲) اگر شفیع نے مشتری سے مکان کو کرایہ پر لیا یا اوس سے مکان کی قیمت یا کرایہ ٹھیرایا یا مشتری سے اسبات کی درخواست کی کہ جتنے کو تونے خریدا ہی اوسی قیمت کو میرے ہاتھ فروخت کردے یا فروخت ہوتے وقت مشتری کے لیے ضامن ہوگیا کہ اس مکان مین کسی کا حق برآمد ہوتو مین ذمہ دار ہون تو ان سب صورتون مین اعراض کی دلیل پائے جانے سے شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۸۳) قيل للشفيع انها بيعت بالف فسلم ثم علم انها بيعت باقل او ببر او شعير او عددي متقارب قيمته الف او اكثر فله الشفعة ولو بان انها بيعت بدنانير او بعروض قيمتها الف فلا شفعة والفرق بينهما ان هذا قيمي وذاك مثلي فربما يسهل عليه وان كثر ۔

(۸۳) شفیع کو اولا معلوم ہوا کہ مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہے یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان معلوم ہوا ہزار سے کم کو فروخت ہوا ہی یا بعوض گیہون یا جو یا ایسی چیز کے جو شمار کے حساب سے فروخت ہوتی ہی وہ مکان فروخت ہوا ہی جسکی قیمت ہزار یا ہزار سے زیادہ ہی تو پھر اسکا شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر دوسری مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ بعوض اشرفیون یا بعوض غلام یا گھوڑے وغیرہ کے فروخت ہوا ہی جنکی قیمت ایکہزار ہی تو شفعہ ثابت نہوگا اور فرق یہ ہی کہ یہ ذوات القیم مین سے ہین اور وہ ذوات الامثال مین سے اور اسباب ذوات مثل کا دینا آسان ہوتا ہی اگرچہ

(۸۴) ولو علم ان المشتري زيد فسلم ثم بان انه بكر فله الشفعة ولو علم ان المشتري هو مع غيره كان له اخذ نصيب غيره لعدم التسليم في حقه ۔

(۸۴) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان زید نے خریدا ہی اور یہ سنکر اسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان معلوم ہوا کہ بکر نے خریدا ہی تو اوسکو شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر دوسری دفعہ یہ معلوم ہوا کہ زید نے اور بکر نے ملکر خریدا ہی تو بکر کے حصہ کو لیسکتا ہی زید کے حصہ کو نہین لے سکتا اسلیے کہ بکر کے حصہ مین اوسنے

(۸۵) ولو بلغه شراء النصف فسلم ثم بلغه شراء الكل فله الشفعة في الكل ۔

(۸۵) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان کا نصف حصہ فروخت ہوا ہی اور یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان معلوم ہوا کل فروخت ہوا ہی تو کل مکان مین شفعہ کر سکتا ہی۔

(۸۶) وفي عكسه بان اخبر بشراء الكل فسلم ثم ظهر شراء النصف لا شفعة له على الظاهر لان التسليم

(۸۶) شفیع کو اولا معلوم ہوا کہ کل مکان فروخت ہوگیا بعد ازان معلوم ہوا اوسکا نصف فروخت ہوا ہی تو ظاہر مذہب کے موافق اوسکو اب شفعہ نہ ثابت ہوگا اسلیے کہ جب کل مکان مین شفعہ کو ترک کردیا تو

فی الکل لتسلیم فی کل ابعاضه بخلاف عکسه۔

اوس کے کل اجزا میں بھی ترک کردیا بخلاف پہلی صورت کے۔

(۸۷) ثم شرع فی الحیل فقال وان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا فی جانب حد الشفیع فلا شفعة لعدم الاتصال والقول بان نصب ذراعا سهو سهو

(۸۷) بعض حیلے ایسے ہیں جن سے شفعہ باطل ہوجاتا ہے یا خود شفیع دعوی نہیں کرتا۔ ازانجملہ ایک حیلہ یہ ہے کہ بائع اپنے کل زمین کو فروخت کرے مگر ایک ذراع شفیع کے قریب سے بیع کے اندر مستثنی کردے کہ اب وہ شفیع باقی زمین میں شفعہ کا دعوی نہیں کرسکتا اسلیئے کہ باقی زمین کو اوسکی زمین سے اتصال نہیں پایا جاتا۔

(۸۸) وکذا لا شفعة لو وهب هذا القدر للمشتری وقبضه۔

(۸۸) اگر ایک مکان میں سے صرف ایک ذراع ہبہ کے طور پر مشتری کو دیدیا اور مشتری کا اوسپر قبضہ کرادیا اور باقی مکان کو اوسکے ہاتھ فروخت کردیا تو شفیع کچھ نہیں کرسکتا ہے۔

(۸۹) وان ابتاع سهما منه بثمن ثم ابتاع بقیتها فالشفعة للجار فی السهم الاول فقط والباقی للمشتری لانه شریك۔

وحیلة کله ان یشتری الذراع او السهم بکل الثمن الا درهما ثم الباقی بالباقی ولیس له تحلیفه بالله ما اردت به ابطال شفعتی وله تحلیفه بالله ان البیع الاول ما کان تلجئة مؤید زاده معزیا للوجیز۔

(۸۹) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری مکان کے ایک حصہ کو یا بالفرض ایک گز زمین کو جو شفیع کی زمین سے متصل ہے پورے مکان کے ثمن میں سے ایک روپیہ کم کرکے خریدے بعدازاں باقی مکان کو ایک روپیہ خریدے کہ یہاں صرف پہلے حصہ میں شفیع دعوی کرسکتا ہے مگر گرانی کی وجہ سے وہ اوسکو نہ لیگا اور باقی مکان میں دعوی نہیں کرسکتا اسلیئے کہ مشتری اوس مکان کا شریک اور یہ شفیع اوسکا جار ہے اور شریک کو جار پر تقدم ہے اور اس صورت میں یہ شفیع اسبات کا حلف نہیں لے سکتا کہ یہ کارروائی میں نے تیرا شفعہ باطل کرنے کی غرض سے نہیں کی البتہ اسبات کا حلف لیسکتا ہے کہ یہ بیع جو میرے اور مشتری کے مابین ہوئی ہے فرضی طور پر نہیں تھی۔

(۹۰) وان ابتاعه بثمن کثیر ثم دفعه ثوبا عنه فالشفعة بالثمن لا بالثوب فلا یرغب فیه وهذه حیلة تعم الشریك والجار لکنها تضر بالبائع اذ یلزمه کل الثمن اذا یستحق المنزل فالاولی بیع دراهم الثمن بدینار

(۹۰) ایک حیلہ ایسا ہے کہ اوسمیں نہ شریک کا شفعہ چلسکتا ہے نہ جار کا چل سکتا ہے وہ یہ ہے کہ بائع اوس مکان کو مشتری کے ہاتھ بہت زیادہ ثمن سے فروخت کرے اور یہ مشتری بعوض اوس ثمن کے بائع کو ایک کپڑا دیدے جسکی قیمت مکان کی اصل قیمت کے برابر ہو کہ اس صورت میں اگر شفیع مکان کو لینا چاہیگا تو اوس کپڑے کی قیمت دیکر نہیں لے سکتا بلکہ اوسکو وہی ثمن دینا پڑیگا جو بیع کے وقت قرار پایا ہے مگر اسمیں بائع کا ضرر ہے اسلیئے کہ اگر بالفرض

لئیبطل الصرف اذا استحق وحیلة
اخری احسن واسهل وهی المتعارفة
فی الامصار ذکرها بقوله.
وکذا لو اشتری بدراهم
معلومة بوزن او اشارة مع قبضة
فلوس اشیرا لیها وجهل قدرها
وضیع الفلوس بعد القبض فی المجلس
لان جهالة الثمن تمنع الشفعة
درر قلت ونحوه فی المضمرات
وینبغی ان الشفیع لو قال
انا اعلم قیمة الفلوس وهی کذا
ان یاخذها بالدراهم وقیمتها
کما لو اشتری دارا بعرض او عقار
للشفیع اخذها بقیمته کما مر
قاله.
المصنف ثم نقل عن مقطعات
الظهیریة ما یوافقه قلت ووافقه
فی تنویر البصائر واقره شیخنا لکن
تعقبه ابنه فی زواهر الجواهر
بانه مخالف للاول وما فی المتون
والشروح مقدم علی الفتاوی کما
مر مرارا انتهی.

مکان کے اندر کسی کا حق برآمد ہوا تو مشتری کو وہی ثمن واپس کرنا پڑیگا جو چار
ہزار اگر یہ کیا جائے کہ اوسکا ثمن روپیہ قرار دیکر اشرفیان اوسکے بدلہ
لے لی جائین کہ حق برآمد ہونے سے یہ اشرفیون کے روپیہ کے ساتھ بیع باطل
ہو جائیگی اور اشرفیان واپس کرنا پڑینگی۔ اور ایک حیلہ مشہور ومتعارف
یہ ہے کہ مثلاً ایک مکان کچھ روپیون کے ساتھ فروخت کیا جائے جنکی تعداد معلوم ہو بلکہ صرف
وزن یا اشارہ سے انکو متعین کردیا جائے اور روپیہ کے ساتھ ایک مٹھی پیسے بھی
دیدیے جائین جنکی تعداد بھی مجہول ہو مگر صرف اشارہ سے انکو متعین کردیا
جائے اور اسی جلسہ مین قبضہ کرلینے کے بعد وہ پیسے کہین صرف کردیے جائین
تو اب شفیع اوس مکان کو نہین لے سکتا ہے اسواسطے کہ اسوقت اوسکے ثمن کا
تعین نہین ہوسکتا مگر اس صورت مین اگر شفیع بیان کرے کہ پیسونکی قیمت
مجھکو معلوم ہے اور وہ قیمت یہ ہے تو مناسب ہے کہ وہ مکان شفیع کو روپیہ کے
بدلہ روپیہ اور پیسون کے بدلہ اونکی قیمت لیکر دلا دیا جائے جسطرح کوئی
مکان بعوض مکان یا بعوض غلام وغیرہ کی فروخت ہو تو شفیع کو انکے
بدلہ قیمت ادا کرنا پڑتی ہے مصنف کا قول یہی ہے پھر مقطعات ظہیریہ سے
بھی اسی کے مطابق نقل کیا ہے۔ مین کہتا ہون تنویر الابصار مین بھی
اوسکی موافقت کی ہے اور ہمارے اوستاذ نے بھی اوسکو تسلیم کیا ہے
مگر اونکے فرزند نے زواہر الجواہر مین اونکا تعاقب کیا ہے کہ یہ قول
پہلے قول کے مخالف ہے اور متون اور شروح کے اندر جو مسائل
مذکور ہین فتاوے پر اون کو تقدم ہے چنانچہ
کئی مرتبہ ہم اس بات کو پہلے بھی بیان کرچکے
ہین۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۹۱) وقد منا انه لا شفعة فیما بیع
فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال
الفسخ نعم اذا سقط الفسخ بالبناء ونحوه

(۹۱) بیع فاسد کے اندر شفعہ نہین ثابت ہوتا اگرچہ مشتری کا
قبضہ ہوگیا ہو اسلیے کہ اوسمین فسخ کا احتمال باقی رہتا ہے البتہ
جسوقت کہ یہ احتمال جاتا رہے مثلاً مشتری زمین کے اندر عمارت

وجبت واللہ اعلم۔

وغیرہ بنانے تو شفعہ ثابت ہو جائیگا واللہ اعلم۔

(۹۲) وتکرہ الحیلۃ لاسقاط الشفعۃ بعد ثبوتہا وفاقا کقولہ للشفیع اشترہ منی ذکرہ البزازی۔

(۹۲) کسی کا شفعہ ثابت ہو جانے کے بعد اوسکے ساقط کرنے کیلئے حیلہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے مثلاً شفیع سے کہنا کہ تو مجھسے مکان خرید لے کہ اگر وہ دہوکہ مین آگیا اور یہ کہدیا کہ اچھا تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۹۳) واما الحیلۃ لدفع ثبوتہا ابتداء فعند ابی یوسف لاتکرہ وعند محمد تکرہ ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعۃ قیدہ فی السراجیۃ بما اذا کان الجار غیر محتاج الیہ واستحسنہ محشی الاشباہ وبضدہ وھو الکراھۃ فی الزکوۃ والحج وآیۃ السجدۃ جوہرۃ ولاحیلۃ موجودۃ فی کلامہم لاسقاط الحیلۃ بزازیۃ قال وطلبناہا کثیرا فلم نجدہا۔

(۹۳) ثبوت شفعہ سے پہلے اگر حیلہ کیا جائے جس سے شفعہ ثابت ہونے نہ پائے تو ابو یوسف رح کے نزدیک مکروہ نہین ہے مگر محمد رح کے نزدیک مکروہ ہے اور فتوی ابو یوسف رح کے قول پر ہے اور سراجیہ کے اندر حیلہ کرنے کو اوس صورت کے ساتھ خاص کیا ہے جسمین جار کو اوسکی ضرورت نہو اور اشباہ کے محشی نے بھی اسکو پسند کیا ہے اور زکوۃ و حج و آیت سجدہ کے اندر حیلہ کرنا مکروہ ہے۔ فقہا کے کلام مین اسقاط حیلہ کے لیے بھی کوئی حیلہ کرنا مذکور نہین ہے بزازیہ والے نے بیان کیا ہے کہ ہم نے اس کی بہت تلاش کی مگر ہم کو نہین ملا۔

* * * * *

(۹۴) اذا اشتری جماعۃ عقارا والبائع واحد تتعدد الاخذ بالشفعۃ بتعددہم فللشفیع ان یاخذ نصیب بعضہم ویترک الباقی وبعکسہ وھو ما اذا تعدد البائع واتحد المشتری لاتتعدد الاخذ بہا بل یاخذ الکل او یترک لان فیہ تفریق الصفقۃ علی المشتری بخلاف الاول لقیام الشفیع مقام احدہم فلم تتفرق الصفقۃ بلا فرق بین کونہ قبل القبض او بعدہ سمی لکل بعض ثمنا

(۹۴) اگر چند لوگون نے ملکر ایک شخص سے مکان خریدا تو شفیع کو اختیار ہوتا ہے کہ صرف ایک خریدار کے حصہ کو شفعہ کے ذریعہ سے لیلے اور باقی کے حصہ کو ترک کر دے اور اگر چند لوگون سے ایک مکان مشترک ایک شخص نے خریدا تو شفیع کو اختیار نہو گا کہ صرف ایک بائع کے حصہ کو لیلے اور باقی کو ترک کر دے بلکہ یا تو اوسکو کل مکان لینا پڑے گا یا بالکل ترک کرنا پڑے گا اسلیے کہ اس صورت مین ایک بیع کا مشتری پر تفرقہ لازم آئیگا بخلاف پہلی صورت کے کہ اوسکے اندر شفیع ایک مشتری کے قائم مقام ہو جائیگا اور عقد کی تفریق نہ لازم آئیگی اور اس حکم مین اسبات کی کچھ تخصیص نہین ہے کہ قبل از قبضہ ہو یا بعد از قبضہ ہر حصہ مکان یا ہر ایک مشتری کا جدا جدا ثمن قرار پایا ہو یا اسکی کچھ تفصیل نہو اسلیے کہ یہان اتحاد بیع کا اعتبار ہے

او سمى لكل جملة لان العبرة هنا لاتحاد الصفقة لا لاتحاد الثمن۔

اتحاد ثمن کا اعتبار نہین ہے۔

* * * * *

(٩٥) واعلم انه لو طلب الحصة فهو على شفعته۔

(٩٥) معلوم کرو کہ صورت مذکورہ مین اگر شفیع نے صرف ایک حصہ مین شفعہ طلب کیا تو شفعہ باطل نہوگا۔

(٩٦) ولو اشترى دارين او قريتين صفقة بجنبهما شفيعهما معا او تركهما لا احدهما ولو احداهما بالمشرق والاخرى بالمغرب شرح مجمع وبيان۔

(٩٦) اگر دو مکان یا دو گانون جو دو شہرون کے اندر واقع ہین ایک بیع سے فروخت ہوے اور ایک شخص کا ان دونون مین شفعہ ہو تو اس شفیع کو اختیار ہوگا کہ ان دونون کو ساتھ لیلے یا دونون کو ترک کر دے صرف ایک کو نہین لے سکتا ہو اگرچہ ایک مشرق مین اور دوسرا مغرب مین ہو۔

(٩٧) والمعتبر في هذا اي العدد والاتحاد العاقد لتعلق حقوق العقد به دون المالك فلو وكل واحد جماعة فللشفيع اخذ نصيب بعضهم

(٩٧) وحدت اور تعدد کے اندر صرف عقد کرنے والے کا اعتبار ہے اسلیے کہ عقد کے احکام اوسیکے ساتھ متعلق ہوتے ہین اصل مالک کا اسمین کچھ اعتبار نہین ہے لہذا اگر ایک شخص نے چند لوگون کو مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ صرف ایک وکیل کے حصہ کے قدر لے

(٩٨) اشترى نصف دار غير مقسوم فقاسم المشتري البائع اخذ الشفيع نصيب المشتري الذي حصل له بالقسمة وان وقع في غير جانبه على الاصح وليس له اي للشفيع نقضها مطلقا سواء قسم بحكم او برضى على الاصح لانها من تمام القبض حتى لو قاسم الشريك كان للشفيع النقض كما ذكره بقوله بخلاف ما اذا باع احد الشريكين نصيبه من دار مشتركة وقاسم المشتري الشريك الذي لم يبع حيث يكون للشفيع نقضه كنقض بيعه وهبته كما لو

(٩٨) اگر ایک شخص نے غیر منقسم مکان کا نصف حصہ خرید کر بعد ازان بائع سے اوس نے مکان کو تقسیم کر لیا تو جس طرف کا حصہ مشتری کے حصہ مین آیگا شفیع کو وہی حصہ لینا پڑے گا خواہ وہ حصہ شفیع کے مکان سے متصل ہو قول صحیح یہی ہے اور نیز قول صحیح کے موافق شفیع کو اوس تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار نہوگا خواہ وہ تقسیم باہمی رضامندی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے ہو اسلیے کہ تقسیم قبضہ کرنے کا تتمہ ہے بخلاف اوس صورت کے کہ زید و عمر ایک مکان مین شریک ہین اور عمر اپنا حصہ کسی کے ہاتھ فروخت کر دے بعد ازان مشتری زید سے مکان کو تقسیم کرے تو شفیع کو اس تقسیم کے باطل کرنے کا استحقاق ہوگا جسطرح مشتری کی بیع اور ہبہ وغیرہ کے باطل کرنے کا شفیع کو اختیار رہتا ہے علے ہذا القیاس اگر دو شخص ایک مکان کو خریدین جسمین یہ دونون شفیع ہون بعد ازان تیسرا شفیع حاضر ہو جائے اور اس عرصہ مین یہ دونون مشتری مکان کو باہم تقسیم کر چکے ہون

اشتری اثنان دارا وهما شفیعان ثم جاء شفیع ثالث بعد ما اقتسما بقضاء او غیره فله ای للشفیع ان ینقض القسمة ضرورة صیرورة النصف ثلثا شرح وهبانیه۔

خواه باہمی رضامندی سے تقسیم کرین یا بحکم قاضی تو اس تیسرے کو اونکی تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ اب دو مکان اون دونون کو نصف نصف نہ ملیگا بلکہ ثلث ثلث ملیگا۔

* * * * * *

(۹۹) اختلف الجار والمشتری فی ملکیة الدار التی یسکن فیها الشفیع الذی هو الجار فالقول للمشتری لانه ینکر استحقاق الشفعة وللجار تحلیفه ای تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف وبه یفتی کما لو انکر المشتری طلب المواثبة فانه یحلف علی العلم وان انکر المشتری طلب الاشهاد عند لقائه حلف المشتری علی البتات لانه محیط به علما دون الاول حاوی الزاهدی ولو برهنا فبینة الشفیع احق وقال ابو یوسف بینة المشتری فروع۔

(۹۹) اگر شفیع بالجوار اور مشتری کے مابین اسبات مین اختلاف ہوا کہ جس مکان کے ذریعہ سے شفیع دعوی کرتا ہے وہ اوسکی ملک ہے یا نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ استحقاق شفعہ سے منکر ہے اور شفیع کو ابو یوسف رح کے نزدیک یہ اختیار ہوگا کہ مشتری سے باین طور حلف لے کہ خدا کی قسم مجھی نہین معلوم کہ وہ مکان شفیع کا ہے اور اسی پر فتوی ہے جسطرح مشتری طلب مواثبت کرنے سے منکر ہو تو شفیع مشتری سے اوسکے علم کے موافق حلف لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ شفیع نے مجھسے ملاقات کے وقت طلب اشہاد نہین کی تو مشتری سے قطعی طور پر حلف لیا جائیگا اسلیے کہ اوسمین شک کا احتمال نہین ہے بخلاف صورت اول کے اور اگر دونون نے گواہ پیش کردے تو شفیع کے گواہون کو تقدم ہوگا اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مشتری کے گواہ مقدم ہون گے۔

* * * * * *

(۱۰۰) باع ما فی اجارة الغیر وهو شفیعها فان اجاز البیع اخذها بالشفعة والا بطلت الاجارة فان ردها۔

(۱۰۰) ایک مکان کسی کے پاس کرایہ پر ہے اور اوس کرایہ دار کا اوسمین شفعہ بھی ہے اب مالک مکان نے مکان کو فروخت کیا اور شفیع کی اجازت پر اوسکو موقوف رکھا شفیع نے بیع کی اجازت دیدی تو اوسکا شفعہ نہ باطل

(۱۰۱) شری لطفله والاب شفیع له الشفعة والوصی کالاب۔

(۱۰۱) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے ایک مکان خریدا اور اوس شخص کو اوس مکان مین شفعہ بھی تھا تو شفعہ نہ باطل ہوگا اور وصی کو بھی باپ کا حکم

قلت ولکن فی شرح المجمع ما یخالف فتنبه۔

مین کہتا ہون مگر شرح مجمع مین اسکے خلاف بیان کیا ہے۔

(۱۰۲) لو کانت دار الشفیع ملاصقة لبعض المبیع کان له الشفعة فیما لازقه فقط ولو فیه تفریق الصفقة

(۱۰۲) اگر ایک مکان فروخت ہوا جسمین متعدد کمرے ہین اور ایک شخص کا مکان صرف ایک کمرہ سے ملا ہوا ہو تو اس جار کو صرف اوس کمرہ مین شفعہ ہوگا اگرچہ اوسمین عقد واحد کی تفریق لازم آیگی۔

(۱۰۳) الابراء العام من الشفیع یبطلها قضاء مطلقا لا دیانة ان لم یعلم بها۔

(۱۰۳) اگر شفیع نے بائع سے کہدیا کہ تیرے اوپر جو کچھ میرا حق ہو مین تجکو اوس سے بری کرتا ہون اور اسکو یہ معلوم نہو کہ اسکے اوپر میرا شفعہ ہے تو عند اللہ نہ

(۱۰۴) اذا صبغ المشتری البناء فجاء الشفیع خیر ان شاء اعطاه ما زاد الصبغ او ترکه۔

(۱۰۴) اگر مشتری نے اوس مکان پر قلعی وغیرہ کرادی بعد از ان شفیع نے حاضر ہو کر دعوی کیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ ثمن کے ساتھ قلعی وغیرہ کی لاگت بھی دیکر مکان کو لیلے۔ یا بالکل چھوڑ دے۔

(۱۰۵) اخر الجار طلبه لیکون القاضی لا یراها فهو معذور۔ ورمجبرر

(۱۰۵) اگر شفیع کے شہر مین ایسا قاضی کوئی نہین تھا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو اسواسطے اسنے طلب تملک مین تاخیر کی تو اسکا شفعہ باطل نہ

(۱۰۶) یهودی سمع بالبیع یوم السبت فلم یطلب لم یکن عذرا قلت یؤخذ منه ان الیهودی اذا طلب خصمه من القاضی احضاره یوم سبته فانه یکلفه الحضور ولا یکون سبته عذرا وهی واقعة الفتوی قاله المصنف قلت وهی فی واقعات الحسامی۔ ۔ کذا منحہ بحر شاہ

(۱۰۶) اگر شفیع ایک یہودی شخص ہو اور ہفتہ کے روز اسکو بیع کا حال معلوم ہوا اسوجہ سے اسنے طلب شفعہ نہین کی تو وہ معذور نہوگا اور شفعہ باطل ہو جائیگا۔ مین کہتا ہون اس سے ایک یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ اگر یہودی کے اوپر کوئی شخص دعوی کرے اور یہ مدعی قاضی سے ہفتہ کے روز اوسکے حاضر کروانے کی درخواست کرے تو ہفتہ کی وجہ سے وہ معذور نہوگا بلکہ اسکو حاضر ہونا پڑے گا واقعۃ الفتوی مین اسی کا بیان کیا ہے مین کہتا ہون واقعات حسامی مین

(۱۰۷) ادعی الشفیع علی المشتری انه احتال لابطالها یحلف وفی الوهبانیة خلافه قلت وسنذکره لان ابن المصنف فی حاشیته للاشباه ایده بما لا مزید علیه فلیحفظ۔

(۱۰۷) شفیع نے مشتری پر اسبات کا دعوی کیا کہ تو نے میرا شفعہ باطل کرنے کی غرض سے حیلہ کیا ہو تو شفیع اوس سے حلف لے سکتا ہے مگر وہبانیہ مین اوسکے خلاف مذکور ہے مین کہتا ہون اسکو عنقریب ہم بیان کرینگے اسواسطے کہ مصنف کے فرزند نے اشباہ کے حاشیہ مین نہایت درجہ اسکی تائید کی ہے۔

(۱۰۸) تعلیق ابطالها بالشرط جائز۔

(۱۰۸) ابطال شفعہ کو کسی شرط کے ساتھ مشروط کرنا جائز ہے۔

(۱۰۹) لمدعوی فی رقبة الدار وشفعته فیها یقول هذه الدار داری وانا

(۱۰۹) اگر ایک شخص کسی مکان مین شفعہ کا بھی مدعی ہو اور خود اوس مکان کے مالکیت کا بھی مدعی ہو تو یہ بات ممکن ہو مگر اوسکو

ادعیها فان وصلت الیّ والا انا علی شفعتی فیها۔

(۱۱۰) استولی الشفیع علیها بلا قضاء ان اعتمد علی قول عالم لا یکون ظالما والا کان ظالما۔

(۱۱۱) اشیاء علی عدد الرؤس لعقل والشفعة واجرة القسام والطریق اذا اختلفوا فیه الکل فی الاشباہ۔

(۱۱۲) لا شفعة لمرتد عنایة۔

ہاین طور دعوی کرنا چاہیے کہ یہ مکان میرا ہی اور مین اسکا مدعی ہون اگر وہ

(۱۱۰) اگر بغیر حکم قاضی شفیع نے مکان پر قبضہ کرلیا تو دیکھا جائیگا کہ اسنے کیونکر قبضہ کیا ہی اگر کسی عالم کے قول پر اعتماد کرکے ایسا کیا ہی تب تو کچھ ظلم نہوگا ورنہ وہ ظالم سمجھا جائیگا۔

(۱۱۱) چند چیزین ایسی ہین کہ جتنے لوگ اونکے شریک ہوتے ہین اونپر وہ چیزین برابر برابر تقسیم ہوتی ہین اگرچہ اونکی شرکت متفاوت طور پر ہو۔

(۱۱۲) مرتد کا شفعہ نہیں ثابت ہوتا۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۱۱۳) صبی شفیع لا ولی له لا تبطل شفعته وان نصب القاضی فیما یطلبها جاز جواهر۔

(۱۱۴) شری کرما وله شفیع غائب فاثمرت الاشجار فاکلها المشتری ثم اتی الشفیع واخذه ان الاشجار وقت القبض مثمرة سقط بقدره والا لا لانه لا حصة له من الثمن حینئذ مؤید زاده معزیا لواقعات الحسامی۔

(۱۱۵) وفی الوهبانیة ویاخذ فیما اشتری لصغیره اب ووصی للبلوغ یؤخر ولیس له تفریق دارین بیعتا ولو غیر جار فا لتفرق احدد وما ضر اسقاط التحیل مسقطا وتحلیفه فی المنکر لا شك انکره

(۱۱۳) ایک نابالغ کا کسی مکان مین شفعہ ہی اور اسکا کوئی ولی نہین ہی تو اوسکا شفعہ نہ باطل ہوگا اور اگر قاضی اوسکی طرف سے کسی شخص کو طلب کے لیے مقرر کردے جو اوسکا پیروکار ہو تو بھی جائز ہے۔

(۱۱۴) ایک شخص نے باغ خریدا اور اوسکا شفیع غائب تھا اس عرصہ مین درختون پر پھل تیار ہوگئے اور مشتری نے اونکو کھالیا بعد اسکے شفیع نے حاضر ہوکر شفعہ کے ذریعہ سے باغ کو لے لیا تو دیکھا جائیگا کہ مشتری کے قبضہ مین جسوقت وہ باغ آیا ہی اوسوقت اوسکے اوپر پھل تھا یا نہ تھا اگر اسوقت پھل تھا تو بقدر اوسکے شفیع سے ثمن مین کمی ہوجائیگی ورنہ کمی نہوگی اسواسطے کہ ثمن کا کوئی حصہ ایسی صورتین اونکے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔

(۱۱۵) وہبانیہ مین بیان کیا ہی اگر باپ یا باپ کے وصی نے نابالغ کے لیے ایک مکان خریدا جسمین انکا شفعہ ہی تو انکا شفعہ باطل نہوگا مگر اوسکی وقت بلوغ تک تاخیر کیجائیگی اور اگر ایک شخص نے دو مکان فروخت کیے جنمین کسیکا شفعہ ہی تو اس شفیع کو یہ اختیار نہوگا کہ ایک مکان کو خریدے اور دوسرے کو چھوڑ دے اور اگر دوسرے مکان کا جار دوسرا ہو تب تو خواہ مخواہ تفریق کیجائیگی اور اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنے مین کچھ حرج نہین ہی اور حیلہ کرنے کی

تمام شد

شرح الوقاية في الفقه لمولانا عبيد الله بن مسعود بن تاج الشريعة

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب الشفعة

(١) م هي تملك عقار على مشتريه جبرا بمثل ثمنه ش اي بمثل ثمن المشتري وهو الثمن الذي اشتري به۔

(١) شفعہ کے معنے ہین مالک ہونا عقار کا مشتری پر جبر کر کے اوس کی مثل ثمن ادا کر کے یعنے جس ثمن سے مشتری نے لیا ہے اوسیکے مثل ثمن دیکر جبرا اُس سے لے لینا۔

(٢) م ويجب بعد البيع ش المراد بالوجوب الثبوت۔

(٢) شفعہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے۔

(٣) م وتستقر بالاشهاد ش اذ حق الشفعة قبل الاشهاد متزلزل لانه بحيث لو اخر في الطلب تبطل فاذا اشهد استقر اي لا تبطل بعد ذلك بالتاخير۔

(٣) گواہ کرنے سے شفعہ کا استحکام ہو جاتا ہے اسلیے کہ حق شفعہ بطلب اشہاد کے پہلے متزلزل رہتا ہے کیونکہ شفیع اگر اوسکی طلب مین تاخیر کرے تو باطل ہو جائیگا اور اگر طلب اشہاد کر دے تو اُسکا استحکام ہو جائیگا اب اسکے بعد تاخیر کرنے سے اوسکا بطلان نہین ہو سکتا۔

(٤) م ويملك بالاخذ بالتراضي

(٤) شفیع زمین کا اوسوقت مالک ہوتا ہے کہ یا تو مدعی علیہ

او بقضاء القاضي بقدر رؤس الشفعاء لا الملك ش اى انما يملك العقار اذا اخذه الشفيع برضا وبرضى المشترى وقوله او بقضاء القاضي عطف على الاخذ لا على التراضي لان القاضي اذا حكم يثبت الملك للشفيع قبل اخذه۔

اپنی خوشی سے وہ زمین اوسکو دیدے یا قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدے اور اوسکی تقسیم موافق تعداد شفعاء کے ہوگی نہ بقدر حصے کے یعنے شفیع اوس عقار کا مالک جبھی ہوتا ہے کہ باہمی رضامندی سے عقار کو مشتری سے لیلے اگر بغیر اوسکے رضامندی کے لیگا تو مالک ہو جائیگا اور بقضاء القاضی کا عطف لفظ اخذ پر ہے نہ التراضی پر اسلیے کہ جب اوسکے لیے قاضی کا حکم ہو جائیگا تو لینے سے قبل اوسکی ملکیت ثابت ہو جائیگی۔

(۵) م للخليط في نفس المبيع ثم له في حق المبيع ش اى ثم للشريك في حق المبيع۔

(۵) اور شفعہ اوس شخص کے لیے ثابت ہوتا ہے جو خاص بیع کے اندر شریک ہے اور ان بعد اوس شخص کے لیے ثابت ہوتا ہے جسنے شریک سے اپنا حصہ جدا کر لیا ہو مگر حقوق بیع مین اوسکی شرکت باقی ہے۔

(۶) م كالشرب والطريق الخاصين ش كشرب نهر لا تجرى فيه السفن وطريق لا ينفذ۔

(۶) طریق خاص اور شرب خاص مین شرکت ہونے سے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سربستہ ہو اور شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہے جسمین کشتی نہ چل سکتی ہو۔

(۷) م ثم لجار ملاصق بابه في سكة اخرى كواضع جذع على الحائط ش انما ذكر واضع الجذع ليعلم انه جار وليس بخليط ولا يشترط للجار الملاصق وضع الجذع حتى لو لم يكن له شئ على الحائط يكون جارا ملاصقا۔

(۷) شریک فی حق المبیع کے بعد اوس جار کو حق شفعہ ہے جسکا مکان مکان مبیعہ سے ملا ہوا ہو لیکن اوسکے مکان کا دروازہ کسی دوسرے کوچے میں ہو مثلاً یہ شخص اپنے مکان کی کڑیان مکان مبیعہ پر رکھے کڑیان رکھنے والا جار ہی شمار کیا جائیگا شریک نہ شمار کیا جائیگا اور جار ملاصق کے لیے کڑیون کا رکھنا کچھ شرط نہیں ہے کہ اگر مکان مبیعہ کی دیوار پر اس جار کا کچھ بھی حق نہ ہوگا تب بھی وہ جار ملاصق سمجھا جائیگا۔

* * * * *

(۸) وعند الشافعي رح لا يثبت الشفعة للجار بل للاولين۔

(۸) شافعی رح فرماتے ہین کہ شفعہ خاص خلیط فی نفس المبیع اور خلیط فی حق المبیع کے لیے ثابت ہوتا ہے نہ جار ملاصق کے لیے۔

(۹) م ويطلبها الشفيع في مجلس علمه بالبيع بلفظ يفهم طلبها كطلبت الشفعة ونحوه ش مثل انا طالب

(۹) شفیع کو جب بیع کی اطلاع ہو تو مجلس علم میں وہ ایسے الفاظ سے شفعہ طلب کرے جسنے طلب شفعہ سمجھی جائے مثلاً یون کہے کہ مین شفعہ کا طالب ہون یا مین نے شفعہ کی طلب کی اسکے کرخی رح قائل ہین۔

للشفعة او طلبها و اعتبار مجلس العلم اختيار الكرخي۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(۱۰) وعند بعض المشائخ رح ليس له خيار المجلس حتى ان سكت ادنى سكوت تبطل شفعته۔

(۱۰) بعض مشائخ رحمہ فرماتے ہین کہ شفیع کو خیار مجلس نہین ہے بلکہ اوسکو جسوقت شفعہ کی خبر پہنچے فوراً اوسکی طلب کرے اگر تھوڑی سی دیر بھی سکوت کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

م و هو طلب مواثبة ش انما سمي بهذا ليدل على غاية التعجيل كان الشفيع يثب و يطلب الشفعة۔

اور اس طلب کا نام طلب مواثبت ہے اور طلب مواثبت کے نام رکھنے کی یہ وجہ ہے کہ اس طلب مین بہت جلدی ہوتی ہے گویا کہ شفیع کودتا جاتا ہے اور شفعہ کو طلب کرتا جاتا ہے۔

(۱۱) م ثم يشهد عند العقار او على من معه من بائع او مشتر فيقول اشترى فلان هذه الدار و انا شفيعها و قد كنت طلبت الشفعة و اطلبها الآن فاشهدوا عليه و هو طلب اشهاد ش۔

(۱۱) طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد کرنا چاہیے اور اوسکا یہ طریقہ ہے کہ شفیع عقار پر جاکر یا اوس شخص کے پاس کہ جسکے قبضہ مین وہ جایداد ہے خواہ وہ بائع ہو یا مشتری یون کہے کہ اس مکان کو زید نے خریدا ہے اور مین اوسکا شفیع ہون اور بلاشبہ مین نے اپنا شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی مین اوسکو طلب کرتا ہون تم اوسپر گواہ رہو۔

(۱۲) اعلم ان هذا الطلب انما يجب عند التمكن من الاشهاد عند الدار او عند صاحب اليد حتى لو تمكن و لم يشهد بطلت شفعته۔

(۱۲) معلوم کرو کہ یہ طلب ایک ضروری امر ہے جبکہ شفیع کو مکان یا قابض کے پاس جاکر گواہ کرنے کی قدرت ہو حتے کہ اگر باوجود قدرت کے طلب اشہاد نہ کی تو اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(۱۳) و في الذخيرة اذا كان لشفيع في طريق مكة فطلب طلب المواثبة و عجز عن طلب الاشهاد عند الدار او عند صاحب اليد يوكل وكيلا ان وجد و ان لم يجد يرسل

(۱۳) ذخیرہ مین مذکور ہے کہ اگر شفیع مکہ کے راستہ مین ہے اور اوسنے بیع کا حال معلوم کرکے طلب مواثبت کی درخواست کی اور مکان پر یا قابض کے پاس جاکر طلب اشہاد سے عاجز ہو تو اوسوقت مین موقع پائے تو ایک وکیل کرے اور اگر کوئی وکیل دستیاب نہو تو اوسکو قاصد یا خط کا بھیجنا چاہیے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے

رسولا او کتابا فان لم یجد فهو علی شفعته فاذا احضر طلب وان وجد ولم یفعل بطلت شفعته۔

تو وہ اپنے شفعہ پر قائم ہی اور جب حاضر ہو طلب کرے اور اگر باوجود ان قدرت کے ان امور میں کچھ کارروائی نکی تو اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۴) ثم یطلب عند قاض فیقول اشتری فلان دار کذا وانا شفیعها بدار کذا فمره یسلم الیّ وهو طلب تملیك وخصومة وبتاخیره لا تبطل الشفعة وقال محمد رح اذا اخره شهرا بطلت وبه یفتی واذا طلب سأل القاضی الخصم عنها ش ای عن مالکیة الشفیع الدار المشفوع بها۔

(۱۴) شفیع کو ان طلبون کے بعد تیسری طلب قاضی کے پاس یون کرنی چاہیے کہ دیدے فلان مکان خریدا ہی اور مین اپنے فلان مکان کیوجہ سے اوس مکان میںکا شفیع ہون تم مشتری کو حکم دو کہ وہ مکان مجکو حوالہ کر دے اور اس طلب کا نام طلب تملیک اور طلب خصومت ہی اور اون دونون طلبون کے بعد اس طلب مین تاخیر کرنے سے شفعہ باطل نہین ہوتا امام محمد رح نے فرمایا ہی کہ اگر ایک مہینہ کی مدت تک طلب تملیک مین تاخیر کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور یہی قول مفتی بہ ہے۔

(۱۶) م فان اقر بملك ما یشفع به او نکل عن الحلف علی العلم بانه مالك کذا او برهن الشفیع ساله عن الشراء فان اقر به او نکل من الحلف علی الحاصل او السبب ش۔

(۱۶) جسوقت شفیع نے قاضی کے پاس جاکر اپنے شفعہ کی درخواست کی تو قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ شفیع اوس مکان کا مالک ہے جسکی وجہ سے وہ دعوی کرتا ہی یا نہین اگر اقرار کر دیا یا اپنے علم پر قسم کہانے سے انکار کیا یا شفیع نے گواہ سنا دئے تو اسکے بعد قاضی کو اوس سے سوال کرنا چاہیے کہ تو نے مکان خریدا ہی یا نہین پس اگر اوسنے خریدنے کا اقرار کیا یا قسم کہانے سے حاصل

(۱۷) اعلم ان ثبوت الشفعة ان کان متفقا علیه یحلف علی الحاصل بالله ما یستحق هذا الشفیع الشفعة علیّ وان کان مختلفا فیه کشفعة الجوار یحلف علی السبب بالله ما اشتریت هذه الدار لانه ربما یحلف علی الحاصل بمذهب

(۱۷) معلوم کرو کہ جسجگہ شفعہ کا ثابت ہونا متفق علیہ ہی تو اوسجگہ حلف حاصل پر لیا جائیگا کہ قسم خدا کی اس شفیع کا مجہپر استحقاق شفعہ نہین ہی اور جس جگہ شفعہ کا ثابت ہونا متفق علیہ نہو بلکہ اوسمین اختلاف ہو جیسے شفعہ جوار مین تو وہان سبب پر حلف لیا جائیگا کہ قسم خدا کی مین نے اس مکان کو نہین خریدا ہی اسواسطے کہ اگر یہان بھی حاصل پر حلف لیا جائے تو اوسکو گنجائش ہی کہ موافق مذہب شافعی رحمہ اللہ کے حلف کر لے اور کہتا ہے الدعوی مین

الشافعی رح وقد سبق فی کتاب الدعوی۔

اوسکا بیان ہوچکا ہے۔

* * * * *

(۱۸) هم او برهن الشفیع تقضی له بها وان لم یحضر الثمن وقت الدعوی واذا قضی لزمه احضاره وللمشتری حبس الدار بقبض ثمنه فلو قیل للشفیع اد الثمن فاخر لا تبطل شفعته والخصم للبائع ان لم یسلم ش ای خصم الشفیع البائع ان لم یسلم المبیع الی المشتری۔

(۱۸) اگر شفیع نے مدعی علیہ کے خریدنے پر گواہ سنا دے تو قاضی ان سب صورتوں میں شفعہ کا حکم دے دیگا اگرچہ شفیع نے وقت دعوی کے ثمن حاضر عدالت نکیا ہو اور جب قاضی شفیع کو شفعہ کا حکم دیدے تو اب شفیع کو ثمن کا حاضر کردینا لازمی بات ہو اور مشتری کو اختیار ہو کہ تا قبضہ ثمن مکان مشفوعہ کو روک رکھے اور اگر شفیع سے ادائے ثمن کے لیے کہا گیا اور اوسنے ادائے ثمن میں تاخیر کی تو شفعہ باطل نہوگا اور جب تک بائع نے مکان مشفوعہ کو حوالہ مشتری کے نہیں کیا ہو تو شفیع کا مدعی علیہ بائع ہوگا

(۱۹) هم ولا تسمع البینة علیه حتی یحضر المشتری فیفسخ بحضوره ش۔

(۱۹) جب تک کہ مشتری حاضر عدالت نہو تو اوسکے اوپر گواہ نہیں سماعت ہونگی اسلیے کہ وہی مالک ہے تو اوسکی موجودگی میں بیع کا فسخ ہونا چاہیے۔

(۲۰) انما یشترط حضور البائع والمشتری لان الملك له والید للبائع فاذا سلم الی المشتری لا یشترط حضور البائع لانه صار اجنبیا۔

(۲۰) بائع اور مشتری کے حاضر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ملک مشتری کی ہے اور قبضہ بائع کا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ اگر مکان مشفوعہ مشتری کے قبضہ میں آگیا ہو تو بائع کو اجنبی ہونے کی وجہ سے عدالت میں حاضر ہونے کی ضرورت نہیں۔

(۲۱) هم ویقضی للشفیع بالشفعة والعهدة علی البائع ش حتی یجب تسلیم الدار علی البائع وعند الاستحقاق یکون عهدة الثمن علی البائع فیطلب منه

(۲۱) اگر قاضی شفیع کو حکم شفعہ کا دے اور مکان بیعہ بائع کے قبضہ میں ہے تو ثمن کی ذمہ داری بائع پر ہوگی حتے کہ بائع پر مکان کا تسلیم کرنا ضروری ہے اور اگر مکان میں کسی کا حق برآمد ہو تو ثمن کی ذمہ داری بائع پر ہو اوسی سے مطالبہ ثمن کا کیا جائیگا۔

(۲۲) هم وللشفیع خیار الرؤیة والعیب وان شرط المشتری البراءة عنه۔

(۲۲) شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوگا اگرچہ مشتری نے اوس سے ہر ایک قسم کی براءت شرط کر لی ہو

(۲۳) وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن صدق المشتری ش ای مع الحلف لان الشفیع یدعی استحقاق الدار عند نقد الاقل والمشتری ینکرہ۔

(۲۳) اگر مشتری اور شفیع کے مابین ثمن کے اندر اختلاف واقع ہو تو اوس میں مشتری کا قول مع حلف کے معتبر ہوگا اسلیے کہ شفیع فی الحقیقت اسبات کا مدعی ہے کہ مین بعوض ثمن دیگر اس مکان مبیعہ کا مستحق ہوں اور مشتری اوس سے منکر ہے۔

(۲۴) م ولو برهنا فالشفیع احق ش هذا عند ابی حنیفة ومحمد رح ووجههما ما ذکرنا ایضا یمکن صدق البینتین بجریان العقد مرتین فیاخذ الشفیع بالاقل وعند ابی یوسف رح بینة المشتری احق لانها اکثر اثباتا۔ [illegible]

(۲۴) اگر مشتری اور شفیع دونوں نے اختلاف ثمن کی صورت میں اپنے اپنے گواہ سنا دیے تو ابوحنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ مقبول ہوں گے اون دونوں کی دلیل ہم بیان کر چکے ہیں اور نیز دونوں کے گواہوں کا سچا ہونا یوں ممکن ہے کہ عقد بیع دو مرتبہ ہوئی ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ بذریعہ اس کے کہ جو کم داموں سے ہوئی ہے لیلے اور ابو یوسف رح کے نزدیک اس صورت میں مشتری کے گواہوں کا اعتبار ہوگا اسلیے کہ اون سے

(۲۵) م وان ادعی المشتری ثمنا وبائعه اقل منه بلاقبضه فالقول له ش ای بلاقبض الثمن فالقول للبائع۔

(۲۵) اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ میں نے یہ مکان اتنی قیمت پر خرید اہے اور بائع نے اس سے کم قیمت میں فروخت کرنے کا دعوی کیا اور مشتری کو ہنوز اس اختلاف کی صورت میں ثمن نہیں وصول ہوا ہے تو بائع کا قول معتبر ہوگا۔

(۲۶) م ومع قبضه للمشتری ش ای مع قبض الثمن القول للمشتری

(۲۶) اگر صورت مذکورہ بالا میں مشتری ثمن کو وصول کر چکا ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا۔

(۲۷) م واخذ فی حط الکل بالکل ش مسئلة حط البعض قد مرت فی باب المرابحة بقوله والشفیع یاخذ بالاقل فی الفصلین۔

(۲۷) اگر بائع مشتری کو کل ثمن چھوڑ دے تو شفیع کو مشتری کے لیے کل قیمت دینی ہوگی اور بعض ثمن کے کم کر دینے کا مسئلہ باب المرابحہ میں والشفیع یاخذ بالاقل فی الفصلین کے تحت میں گذر چکا ہے۔

(۲۸) م وفی الشراء بثمن مثلی بمثله وفی غیره بالقیمة وفی عقار بعقار اخذ کل بقیمة الآخر وفی ثمن

(۲۸) اگر مشتری نے بعوض ثمن مثلی کے مکان خریدا ہو تو شفیع کو بھی ثمن کا مثل دینا چاہیے اور اگر اوس نے ثمن غیر مثلی سے خریدا ہو تو شفیع کو ثمن کی قیمت دینا چاہیے اور اگر کوئی جائداد

مؤجل بحال اوطلب فى الحال واخذ بعد الاجل ش هذا عندنا واما عند زفر والشافعى رح فى قوله القديم فله ان ياخذه فى الحال بالثمن المؤجل -

بعوض کسی جایداد کے فروخت ہو تو ہر ایک جائداد کا شفیع اوس جایداد کو دوسرے جایداد کی قیمت ادا کرکے لیگا اور اگر قرض کے طور پر ایک مکان کی بیع ہوی تو شفیع کو اختیار ہے کہ خواہ فے الحال ثمن دیکر اوس مکان کو لے لے یا قرض کی مدت پوری ہونیتک انتظار کرے جب مدت پوری ہو جائے تو اوسکو ثمن دیکر لیلے

(۲۹) م ولو سكت عنه بطلت ش اى ان سكت عن الطلب وصبر حتى يطلب عند الاجل بطلت شفعته -

(۲۹) اگر شفیع نے طلب سے صورت مذکورہ مین سکوت کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا -

✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤

(۳۰) م وفى شراء ذمى بخمر او خنزير والشفيع ذمى بمثل الخمر وقيمة الخنزير والشفيع المسلم بقيمة كل وفى بناء المشترى وغرسه بالثمن وقيمتهما مقلوعين كما فى الغصب او كلف المشترى قلعهما ش اى اخذ الشفيع فيما اذا بنى المشترى او غرس بالثمن وقيمتهما مقلوعين او كلف المشترى قلع البناء والغرس والمراد بقيمتهما مقلوعين قيمتهما مستحق القلع كما مر فى الغصب وعن ابى يوسف رح انه لا يكلف بالقلع بل يخير بين ان ياخذ بالثمن وقيمة البناء والغرس وبين ان يترك وهو قول الشافعى رح لان التكليف بالقلع من احكام العدوان والمشترى هنا محق فى

(۳۰) اگر ذمی نے بدلے شراب یا سور کے مکان خریدا اور اوسکا شفیع بھی ذمی ہو تو شراب کے بدلہ شراب اور سور کے بدلہ اوسکی قیمت دیکر مکان کو لے سکتا ہو اور اگر شفیع مسلمان ہے تو وہ دونوں صورتوں مین قیمت دیکر مکان لے سکتا ہے - اور اگر شفیع مکان مشفوعہ کو ایسے وقت مین لینا چاہے کہ مشتری نے اوسمین عمارت بنالی یا درخت لگا لیے ہوں تو شفیع اوسکو زمین کا ثمن اور درختوں اور عمارت کی وہ قیمت دیکر لے لے جو اوکھاڑنے کی غرض سے اونکی قیمت لگائی جائے یا مشتری کو عمارت کے ڈھانے اور درختوں کے گرانے پر مجبور کرے اور ابو یوسف رح فرماتے ہین شفیع مشتری پر اوسکے اوکھاڑنے کا جبر نکریگا بلکہ اوسکو صرف اختیار ہوگا کہ خواہ ثمن اور عمارت اور درختوں کی قیمت دیکر لے لے یا بالکل چھوڑ دے اور شافعی رح کا بھی یہی قول ہے اسلیے کہ عمارت اور درختوں کے اوکھاڑنے کا اوسپر جبر کرنا ظلم ہے کیونکہ مشتری نے یہ عمارت بیجا نہین بنائی ہے بلکہ اوسکو بنانے کا حق تھا حنفیہ رح

البناء قلنا بنی فی موضع تعلق به حق متاکد للغیر من غیر تسلیط۔

فرماتے ہیں کہ مشتری نے ایسی جگہ میں عمارت بنالی ہے یا درخت لگالیئے ہیں جسمیں غیر یعنی شفیع کا حق ثابت ہوچکا ہے اور شفیع نے اوسکو تصرف کا اختیار نہیں دیا ہے۔

(۳۱) م ویرجع الشفیع بالثمن فقط ان بنی اوغرس ثم استحقت ش ای ان اخذ الشفیع بالشفعة وبنی اوغرس ثم استحقت الارض رجع بالثمن فقط ولا یرجع بقیمة البناء او الغرس علی احد بخلاف المشتری فانه یرجع بقیمة البناء او الغرس علی البائع لانه مسلط من جهته بخلاف الشفیع فانه اخذ جبرا۔

(۳۱) اگر مشتری نے ایک مکان کو حق شفعہ میں لیکر اوسمیں عمارت بنالی اور درخت لگالیئے اسکے بعد اوسمین کسیکا حق ہوا تو ایسی صورت میں شفیع مشتری سے صرف ثمن واپس کرسکا ہے اور عمارت اور درختوں کی قیمت نہ بائع سے واپس کرسکا نہ مشتری سے بخلاف مشتری کے کہ اگر وہاں ایسی صورت پیش آ تو وہ عمارت اور درختوں کی قیمت بائع سے واپس کرسکتا اسلیے کہ مشتری نے بائع کی طرف سے اوس بیع پر تسلط کیا ہے بخلاف شفیع کے کہ اوس نے جبراً اوسپر قبضہ کیا ہے۔

(۳۲) م ولا یکل الثمن ان خربت او جفت الشجر ش اشتری دار افخربت او بستانا فجفت الشجر فالشفیع ان اراد ان یاخذ بالشفعة یاخذ بجمیع الثمن۔

(۳۲) اگر مشتری نے ایک مکان خریدا اور ان بعد وہ خراب ہوگیا یا اوس نے باغ خریدا اوسکے بعد درخت خشک ہوگئے تو اگر شفیع اوس مکان یا باغ کو لینے کا قصد کرے تو پورا ثمن دیکر اوسکو لے سکتا ہے مکان کے خراب ہونے اور درختوں کا خشک ہوجانے سے اوسکی قیمت میں کمی نہیں کرسکتا۔

(۳۳) م واخذ العرصة لا النقض بحصتها ان هدم المشتری البناء ش انما یاخذ بالحصة لان المشتری قصد الاتلاف وفی الاول تلف بافة سماویة ولا یاخذ النقض لانه لیس عقارا ولم یبق تبعا۔

(۳۳) اگر مشتری نے ایک مکان خریدکر اوسکو منہدم کردیا تو شفیع فقط زمین کی قیمت دیکر لے سکتا ہے اینٹ پتھر وغیرہ مشتری کا ہوگا اسلیے کہ مشتری نے خود اوسکے برباد کرنے کا قصد کیا تھا بخلاف پہلی صورت کے کہ وہاں آفت سماوی سے وہ تلف ہوا ہے اور اینٹ پتھر اسلیے نہیں لے سکتا کہ نہ وہ خود عقار ہے نہ تابع عقار کے ہے۔

(۳۴) م وفی شراء ارض مع ثمر نخیل

(۳۴) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختوں اور پھل کے خریدا

فيها او لا ثمر عليها فاثمره اخذها بثمرها و بحصتها من الثمران جذه المشترى فى الاول و بالكل فى الثانى

ش شرى ايضا وذكر ثمر النخيل فى البيع اذ لا يدخل بدون الذكر او شرى ولم يكن على الشجر ثمر فاثمر فى يد المشترى فالشفيع ياخذ الارض مع الثمر فى الفصلين وان جذه المشترى فالشفيع ياخذ الارض بدون ثمر النخيل لكن فى الاصل الاول ياخذ بحصة الارض من الثمن وفى الاصل ياخذ بكل الثمن لان الثمر لم يكن موجودا وقت العقد فلا يقابله شئ من الثمن۔

یا خریدنے کے بعد مشتری کے پاس آکر درختون پر پھل آگیا تو شفیع کو اختیار ہے کہ دونون صورتون مین درخت اور پھل لیلے اور اگر مشتری نے اوسکو توڑ لیا تو پہلی صورت مین شفیع پھل کی قیمت منہا کرکے زمین کی قیمت دیگا اور دوسری صورت مین شفیع کو کل ثمن دینا پڑے گا اسلیے کہ مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد وہ پھل پیدا ہوا ہے تو وہ مبیع کے اندر بالذات داخل نہوگا اور ثمن کا کوئی حصہ اوسکے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔

م باب ماهى فيه اولا ومايبطلها

اس امر کا بیان کہ کن چیزون مین شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کن چیزون مین نہین ثابت ہوتا اور کن چیزون سے باطل ہو جاتا ہے

ش اى باب مايكون فيه الشفعة اولايكون ومايبطل الشفعة۔

(۳۵) م انما يجب قصدا فى عقار ملك بعوض هو مال وان لم يقسم كرحى وحمام وبير ش اى الشفعة القصدية تختص بالعقار بخلاف غير القصدية

(۳۵) شفعہ بالذات غیر منقول مین ثابت ہوتا ہے جو بعوض کسی قسم کے ال کے ملک مین داخل ہو اگرچہ اوس غیر منقول کی تقسیم نہوسکے جیسے چکی اور حمام اور کنوان یعنے شفعہ بالذات غیر منقول کے ساتھ مخصوص ہے اور جن چیزون کو منقولات کے ساتھ تعلق ہے اون مین بھی بالتبع

فانها تثبت فی غیر العقار فان الشجر والثمر یوخذان بالشفعة تبعا للعقار ثم لا بد ان یکون العقار مُلِكَ بعوض حتی لو ملك بهبة لا تثبت الشفعة ثم العوض لا بد ان یکون مالا حتی لو خلع علی دار لا تثبت الشفعة وانما قال وان لم یقسم لان الشفعة لا تثبت عند الشافعی رح فیما لا یقسم لان الشفعة لدفع مؤنة القسمة عنده وعندنا لدفع ضرر الجوار۔

شفعہ ثابت ہوتا ہی جیسے درخت اور پھل ہین کہی زمین کے ساتھ شفعہ ثابت ہو جاتا ہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اوس غیر منقول کا ملک بعوض ہونا ضروری ہے حتی کہ اگر کوئی شخص بذریعہ ہبہ بلا عوض کے مکان کا مالک ہوا تو اوسین شفیع کو حق شفعہ نہ حاصل ہوگا اور عوض مین مال کی شرط اسواسطے لگائی ہی تاکہ وہ صورت نکل جائے جسمین کہ عوض مال نہو حتی کہ اگر کوئی مکان خلع کے عوض مین دیا جائے تو اوسمین شفعہ نہ ثابت ہوگا اور یہ بات کہ وہ غیر منقول اگرچہ تقسیم کے قابل نہو اوسمین شفعہ ثابت ہو جاتا ہی اسلیے بیان کی ہے کہ شافعی رح کے نزدیک غیر قابل القسمة چیز مین شفعہ نہین ثابت ہی کیونکہ انکے نزدیک تقسیم کی دقت دور کرنے کے لیے شفعہ مقرر کیا گیا ہی اور حنفیہ کے نزدیک ضرر جوار دور کرنے کے لیے۔

(۳۶) م لا فی عرض وفلك وبناء ونخل بیعا قصدا ش حتی ان بیع البناء والنخیل بتبعیة الارض تجب فیهما الشفعة۔

(۳۶) غیر منقول چیزین اور کشتی مین اور دیوارون اور درختون مین اگر خود تنہا بلا زمین کے فروخت کیے جاوین تو شفعہ نہین ہے حتی کہ اگر زمین کے تابع ہو کر فروخت ہون تو اون مین شفعہ ثابت ہوتا ہی۔

(۳۷) م وارث وصدقة وهبة الا بعوض ودار قسمت ش لان فی القسمة معنی الافراز [illegible]

(۳۷) اگر بذریعہ ارث یا صدقہ یا ہبہ بلا عوض کے کوئی شخص ایک مکان کا مالک ہو یا ایک مکان مشترک کو شریک لوگ باہم تقسیم کرین تو ان سب صورتون مین اوس مکان [illegible]

(۳۸) م او جعلت اجرة او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد او مهرا وان قوبل ببعضها مال ش ثمن قوله او جعلت اجرة خلاف الشافعی رح فان هذه الاعواض متقومة عنده ولنا ان تقوم المنافع

(۳۸) اگر ایک مکان اجرت مین یا بدلے خلع یا آزادی کے یا بدلے صلح اوس خون کے جو قصدا کیا گیا ہو یا وہ مکان جو مہر قرار پایا ہو اگرچہ بعض مکان کے مقابلے مین مال بھی ہو ان سب صورتون مین مکان کے اندر شفعہ نہین ہے اور شافعی رح ان سب صورتون مین خلاف کرتے ہین اسلیے کہ اون کے نزدیک یہ سب عوض متقوم چیزین ہین اور حنفیہ کی ہے

ضروري فلا تظهر في حق الشفعة وكذا الدم والعتق واذا قوبل بعضها مال كما اذا تزوجها على دار على ان ترد عليه الفا فلا شفعة في جميع الدار عند ابي حنيفة رح وقالا تجب في حصة الالف اذ فيها مبادلة مالية وهو يقول معنى البيع تابع فيه ولهذا ينعقد بلفظ النكاح ولا يفسد بشرط النكاح ولا شفعة في الاصل فكذا في التبع۔

دليل ہے كہ منافع كا متقوم ہونا ضرورت كی وجہ سے ہے لہذا شفعہ كے حق مین اونكے متقوم ہونے كا كچھ اثر نہ ہوگا بعض مكان كے مقابلہ مین مال كے ہونے كی یہ صورت ہے كہ مثلاً ایك شخص نے ایك عورت كا مہر مكان اس شرط پہ مقرر كیا كہ تو ایكہزار روپیہ مجھے ادا كردے تو اس صورت مین ابو حنیفہ رح كے نزدیك مكان كے كسی جز مین شفعہ ثابت ہوگا اور صاحبین كے نزدیك مكان كے اندر ہزار روپیہ كے حصہ مین شفعہ ثابت ہوگا اسلیے كہ مكان كے اوس جز مین مبادلہ مالیہ پایا جاتا ہے اور امام صاحب فرماتے ہین كہ بیع كے معنے اوسمین تبعاً ہین اسلیے لفظ نكاح سے اوسكا انعقاد ہو جاتا ہے اور نكاح كی شرط

(٣٩) او بيعت بخيار البائع وما سقط خياره ش حتى اذا اسقط الخيار ثبت الشفعة

(٣٩) اگر ایك مكان فروخت ہو اور اوسمین بائع كا اختیار شرط كیا گیا تو جب تك بائع كا اختیار ساقط نہوگا شفعہ ثابت نہوگا اور ساقط ہونے كے بعد شفعہ ثابت ہو جائیگا بشرطیكہ اختیار ساقط ہو

(٤٠) او بيعا فاسدا وما سقط فسخه ش فانه اذا بيع بيعا فاسدا او سقط حق الفسخ بان بنى المشتري فيها ثبت الشفعة۔

(٤٠) اگر ایك مكان بیع فاسد سے فروخت ہوا تو جبتك فسخ كا اختیار ساقط نہوگا شفعہ ثابت نہوگا اور اگر فسخ كا اختیار ساقط ہو گیا مثلاً مشتری نے اوسمین كچھ عمارت بنالی تو شفعہ ثابت ہو جائیگا۔

(٤١) او رد بخيار رؤية او شرط او عيب بقضاء بعد ما سلمت ش اي بيع وسلمت الشفعة ثم رد البيع بخيار الرؤية وبقضاء القاضي فلا شفعة لانه فسخ لا بيع۔

(٤١) اگر خیار رویت یا خیار شرط كی وجہ سے یا بحكم قاضی عیب كی وجہ سے ایك مكان واپس ہوا اور واپس ہونے سے قبل شفیع اپنے حق شفعہ كو چھوڑ چكا تھا تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے كہ واپس كرنا بیع جدید نہیں ہے بلكہ بیع كا فسخ ہے۔

(٤٢) وتجب برد بلا قضاء وباقالة ش اي يثبت الشفعة في الرد بالعيب بلا قضاء القاضي لانه لما لم يجب الرد فاذا رده بالرضا صار كانه اشتراه وكذا تجب الشفعة بالاقالة لان الاقالة بيع في حق الثالث والشفيع

(٤٢) اگر قبضہ كرنے كے بعد مشتری نے بلا حكم قاضی كے عیب كی سبب سے مكان كو واپس كر دیا یا باہمی رضامندی سے بائع اور مشتری نے بیع كا اقالہ كر لیا تو شفیع كا شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے كہ جب اوسكا واپس كرنا لازم نہین تھا تو اس تقدیر پر خوشی سے اوسكا واپس لینا خریدنے كے حكم مین ہوگا اور اسیطرح اقالہ اگرچہ بائع اور مشتری كے حق مین بیع كا فسخ ہے مگر شفیع كے حق مین ایك بیع جدید ہے

ثالثهما۔

۴۲۳، م وللعبد الماذون مدیونا فی مبیع سیده ولسیده فی مبیعه ش ای تجب الشفعة للعبد الماذون حال کونه مدیونا دینا محیطا برقبته وکسبه فله الشفعة فیما باع سیده وکذا للسید حق الشفعة فیما باع العبد الماذون المذکور بناء علی ان ما فی یده ملك له۔

۴۲۳، اگر ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور اوسکا ایک غلام ہی جس کو اسنے تجارت کی اجازت دی رکھی ہی اور یہ غلام لوگون کے قرض مین مستغرق ہی تو اس مکان مین غلام کا شفعہ ثابت ہو جائے گا اور اسیطرح اگر غلام مذکور نے مکان فروخت کیا تو اوسکے مالک کو اوس مین حق شفعہ ہے اسلیے کہ جو چیز غلام کے قبضہ مین ہے وہ مالک کی ملک ہے۔

* * * * *

۴۲۴، م ولمن شری او اشتری له لا لمن باع او بیع له او ضمن للدرك ش ای یجب الشفعة للمشتری سواء اشتری اصالة او وکالة وکذا الجب الشفعة لمن اشتری له ای لمن وکل اخر بالشراء فاشتری لاجل الموکل والموکل شفیع کان له الشفعة وفائدته انه لو کان المشتری او المؤکل بالشراء شریکا وللدار شریك اخر فلهما الشفعة ولو کان هو شریکا وللدار جار فلا شفعة للجار مع وجوده۔ ولا یکون للبائع شفعة سواء کان اصیلا او وکیلا وکذا لا شفعة لمن بیع له ای ان وکل بالبیع فالمؤکل شفیع فلا شفعة له وکذا اذا ضمن

۴۲۴، اگر ایک شخص نے اصالۃً یا وکالۃً ایک مکان خریدا تو اوسمین حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر ایک شخص کو خریدنے کے لیے وکیل مقرر کیا اور اوسنے اپنے موکل کے لیے مکان خریدا اور وہ موکل اوس مکان کا شفیع بھی ہے تو اسکا شفعہ باطل نہوگا اور اوسکا یہ نتیجہ ہے کہ یہ خریدنے والا یا موکل اگر اوس مکان مین شریک ہو اور اوس مکان مین ایک شریک اور بھی ہو تو دونون کا شفعہ رہیگا اور اگر صرف یہی شریک ہی مگر ایک شخص اوس کا جار ہے تو شریک کے ہوتے ہوئے جار کو شفعہ نہ ملے گا اور بائع نے خواہ اصالۃً فروخت کیا ہو یا وکالۃً کسیطرح سے اوسکو حق شفعہ نہوگا۔ اسیطرح اگر شفیع نے کسی دوسرے کو وکیل کر کے وہ مکان فروخت کیا اور یہی حکم ہے کہ اگر ایک شخص باین طور ضامن ہوگیا کہ اوس مکان مین کسیکا حق بر آمد ہو تو مین اوس کا ذمہ دار ہون اور وہ شخص شفیع ہو تو اوسکو حق شفعہ نہ حاصل ہوگا اسلیے کہ ذمہ دار ہونے سے

الدرك فبيع وهو شفيع لاشفعة له لان الاستخلاص عليه ـ

سالم مکان کا مشتری کو دینا شفیع پر لازم ہوگا

۴۷۵، هم ولا فيما بيع الا ذراعا من طول حد الشفيع ش هذا حيلة لاسقاط شفعة الجوار وهي ان يبتاع الدار الا مقدار عرضه ذراع او شبر او اصبع وطوله تمام ما لاصق من الدار المبيعة دار الشفيع فانه اذا لم يبع ما يلاصق دار الشفيع لا يثبت الشفعة ـ

۴۷۵، اگر کسی شخص نے اپنی زمین کی بیع اس صورت کے ساتھ کی کہ جو شفیع کے حد کی طرف ملی ہوئی ہے اوس طرف سے ایک گز زمین بیع سے مستثنے کردی تو شفیع کو حق شفعہ نہ حاصل ہوگا اور اصل مین یہ اسقاط شفعہ بالجوار کا حیلہ ہے اور اوسکی صورت یہ ہے کہ ایک مکان کو بیع کیا مگر کسیقدر زمین جسکا عرض مثلاً ایک گز یا ایک بالشت یا ایک انگشت ہی اور طول مین شفیع کے مکان سے ملی ہوئی ہو مستثنٰے کردی گئی کہ اسوقت مین شفعہ نہ رہیگا اسلیے کہ شفیع کا شفعہ فقط اتصال کے سبب سے تھا اور اس جگہ باقی مکان کو شفیع سے اتصال نہ رہا تو شفعہ

۴۷۶، هم او شرى سهما منها بثمن ثم باقيها الا في السهم الاول ش هذا حيلة اخرى لاسقاط شفعة الجوار وهي انه اذا اراد ان يشتري الدار بالف يشتري شيئا قليلا منها كسهم واحد من الف سهم مثلا بالف الا درهما ثم يشتري الباقي بدرهم فالشفيع لا ياخذ الشفعة الا في السهم الاول بثمنه لا في الباقي لان المشتري صار شريكا وهو احق من الجار ـ

۴۷۶، اگر زمین کے حصون مین سے ایک حصہ خرید کیا اسکے بعد باقی زمین کو خرید لیا تو اس صورت مین شفیع کو فقط پہلے حصہ مین شفعہ ملے گا نہ باقی حصونمین شفعہ جوار کے ساقط کرنے کا یہ دوسرا حیلہ ہی اور اوسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے ہزار روپیہ مین مکان خریدنے کا ارادہ کیا تو اسکا یہ حیلہ ہی کہ اوس مکان مین سے کسیقدر حصہ اگرچہ ہزاروان حصہ ہو اوسکو ایک کم ہزار مین خرید لے اسکے بعد باقی مکان کو ایک روپیہ مین خریدے تو شفیع صرف اپنے حق شفعہ مین مکان کا ہزاروان حصہ ایک کم ہزار روپیہ مین خرید سکتا ہی اور باقی مکان کو ایک روپیہ مین نہین خرید سکتا اسلیے کہ مشتری دوسرے حصون مین شریک ہی اور شفیع جار ہی اور شریک جار پر مقدم ہوتا ہے

۴۷۷، هم او شرى بثمن ثم دفع عنه ثوبا الا بالثمن ش هذه حيلة اخرى تعم الجوار وغيره وهي ما

۴۷۷، اگر ایک شخص نے بعوض ثمن کے ایک مکان خریدا اوسکے بعد ثمن کے بدلے مین بائع کو ایک کپڑا دیدیا تو شفیع بعوض ثمن کے اوس کپڑا کو لے سکتا ہی کپڑے کی قیمت

اذا اريد بيع الدار بمائة فيشتري الدار بالف ثم يدفع ثوبا يساوي مائة في مقابلة الالف فالشفيع لا ياخذه الا بالالف۔

(۷۸) م ولا يكره حيلة اسقاط الشفعة والزكوة عند ابي يوسف رحمه الله وبه يفتي في الشفعة وبضده في الزكوة ش۔

اعلم ان حيلة اسقاطها لا يكره عند ابي يوسف رح ويكره عند محمد رح ويفتي في الشفعة بقول ابي يوسف رح لانه منع عن وجوب الحق لا اسقاط للحق الثابت وهكذا يقول في الزكوة لكن هذا في غاية الشناعة لانه ايثار للبخل وقطع رزق الفقراء الذين قدره الله تعالى في مال الاغنياء والانخراط في سلك الذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل الله والاستبشار بما بشرهم الله تعالى وقول الشفعة انما شرعت لدفع ضرر الجوار فالمشتري ان كان ممن يتضرر به الجيران لا يحل اسقاطها وان كان

دیکر نہین لے سکتا اور یہ بھی اسقاط شفعہ کا ایک حیلہ ہےجسمین شریک اور جوار سب یکسان ہین اور اسکی صورت یہ ہی کہ ایک مکان سو روپیہ کو خریدنا منظور ہو تو فرضی طور پر ایکہزار کو خرید لے اسکے بعد بمقابلہ ہزار روپیہ کے سو روپیہ کی مالیت کا کپڑا دیدے کہ شفیع

(۷۸) شفعہ اور زکوۃ کے ساقط کرنے کے لیے حیلہ کرنا ابو یوسف رح کے نزدیک برا نہین ہے اور محمد رح کے نزدیک برا ہی اور شفعہ کے باب مین ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہی اسلیے کہ اوسنے ثبوت حق سے اعراض کیا ہے حق ثابت کا اسقاط نہین کیا ہو اور زکوۃ کے اندر بھی ابو یوسف رح حیلہ کے برا نہونے کی یہی وجہ بیان کرتے ہین مگر اس بارے مین اونکا قول نہایت درجہ ناپسندیدہ ہو اسلیے کہ اس حیلہ مین بخل کا اختیار کرنا اور فقرا کے رزق کا قطع کرنا ہے جسکو خدا تعالی نے امرا کے مال مین مقرر فرمایا ہے اور اس حیلہ کی وجہ سے اون لوگون کے زمرہ مین داخل ہونا اور عذاب الیم کی خوشخبری کا مستحق ہونا ہے جنکی شان مین یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی ہے الذین یکنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل الله فبشرهم بعذاب اليم الایہ یعنے جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہین اور خدا کی راہ مین اوسکو خرچ نہین کرتے الخ اور شفعہ دفع ضرر جوار کے لیے مقرر کیا گیا ہی پس مشتری اگر اون لوگون مین سے ہے کہ جن سے ہمسائے لوگ تکلیف پاتے ہین تو ایسی صورت مین اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا درست نہین اور اگر وہ نیک بخت آدمی ہے اور ہمسایہ لوگ اوس سے نفع پاتے ہین اور شفیع

الشفيع متعنت لا يجب جاره فيحتال في اسقاطها

رکھتا ہے اوسکا رہنا نہین چاہتا تو اوس وقت مین اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے۔

(۴۹) م ويبطلها تركه طلب المواثبة او الاشهاد وتسليمها بعد البيع فقط ش اي التسليم قبل البيع لا يبطلها - رمز جہمد

(۴۹) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اُس جلسہ مین اُسنے طلب مواثبت یا طلب اشہاد نکی اور بیع کے بعد شفعہ کو ترک کر دیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور بیع کے قبل طلب کرنے سے شفعہ باطل ہ

(۵۰) م ولو من الاب او الوصي والوكيل ش اي الوكيل بطلب الشفعة فان تسليم هولاء يبطل الشفعة عند ابي حنيفة رح وابي يوسف رح خلافا لمحمد وزفر رح فان هذا ابطال حق ثابت للصغير وانها شرعت لدفع الضرر ولهما انه في معنى ترك الشراء۔

(۵۰) اگر باپ یا وصی یا وکیل طلب شفعہ نے شفعہ تسلیم کر دیا تو نابالغ اور موکل کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ ان لوگون کا تسلیم شفعہ ابو حنیفہ اور قاضی ابو یوسف رح کے نزدیک شفعہ کو باطل کر دیتا ہے اور امام محمد اور زفر رح کا اسمین اختلاف ہے وہ فرماتے ہین کہ اس صورت مین نابالغ کے حق کا باطل کر دینا ہے اور شفعہ دفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے اونکے نزدیک یہ معنے ہین کہ اوس نے خریدنے کو ترک کر دیا ہے کسی حق ثابت کو نہین باطل کیا۔

(۵۱) م وصلحه منها على عوض ورد عوضه ش اي الصلح على العوض يبطل الشفعة لانه تسليم لكن الصلح غير جائز لانه مجرد حق التملك فيجب رد العوض۔

(۵۱) اگر شفیع نے مدعی علیہ سے کچھ مال لیکر شفعہ سے فیصلہ کر لیا تو اس صورت مین حق شفعہ بھی باطل ہو جائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑے گا کیونکہ صلح کرنے مین شفعہ کا باطل کرنا ہے لیکن یہ صلح عوض کے اعتبار سے درست نہین اسلیے کہ یہان محض حق تملک ہے لہذا عوض واپس کرنا ضروری ہے

(۵۲) م وبموت الشفيع لا المشتري ش فان الشفيع اذا مات تبطل الشفعة ولا تورث عنه خلافا للشافعي رح لانها ليست بمال وهذا اذا مات بعد البيع قبل القضاء اما اذا مات بعد قضاء القاضي قبل نقد الثمن او بعده تصير للورثة۔

(۵۲) اگر شفیع مرجاے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور وارثون کو حق شفعہ کا نرہیگا مگر شافعی رح کے نزدیک نہیں باطل ہوتا اسلیے کہ وہ مال نہین ہے۔ جب ہے کہ اگر شفیع بیع کے بعد اور قاضی کے حکم دینے سے پہلے مرجائے اور اگر بعد از حکم اور قبل ادا ے ثمن یا بعد ادا ے ثمن کے مر گیا تو اُسکے وارثون کو حق شفعہ ثابت ہوگا اور مرنے سے باطل نہوگا۔

(۵۳) م وبیع ما یشفع به قبل القضاء بھا لش لزوال سبب الاستحقاق قبل التملك بخلاف ما اذا کان البیع بشرط الخیار۔

(۵۳) ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ شفیع نے اپنا ذاتی مکان کہ جسکی وجہ سے اوسنے شفعہ کا دعوی کیا تھا فروخت کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ مکان مشفوعہ مین ملکیت حاصل ہونے سے پہلے استحقاق کا سبب جاتا رہا بخلاف اوس صورت کے

[illegible]

(۵۴) م فان سمع شراءك فسلم فظهر شراء غیرك او بیعه بالف فسلم وکان باقل او بکیلی او وزنی او عددی متقارب قیمته الف او اکثر فھی له وبعرض کذلك لاش ای سمع البیع بالف فسلم وکان باقل او کان بکیلی او وزنی او عددی متقارب قیمته الف او اکثر فالشفعة ثابتة له لان ھذه الاشیاء من ذوات الامثال فالشفیع یاخذ بھا وربما یکون له الاخذ بھذه الاشیاء الیسر وان کانت قیمتھا اکثر من الالف فیکون له حق الشفعة بخلاف ما اذا ظھر ان البیع کان بعرض قیمته الف او اکثر لا یبقی له الشفعة لان الشفیع یاخذ ھنا بالقیمة فان کانت قیمته الفا فقد سلم البیع به وان کانت قیمته اکثر فتسلیم البیع بالالف تسلیم البیع بالاکثر بالطریق الاولی۔

(۵۴) اگر شفیع نے سنا کہ مکان زید نے خریدا ہے اور اوسنے اپنا شفعہ تسلیم کر دیا اسکے بعد ظاہر ہوا کہ عمرو نے خریدا ہے یا اوسکو معلوم ہوا کہ مکان کے ہزار روپیہ مین بیع ہوی اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا ازان بعد معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو بیع ہوئی ہے یا ایسی چیز کے بدلہ مین فروخت ہوا ہے جو ناپ یا تول یا شمار سے فروخت ہوتی ہے کہ جسکی قیمت ہزار روپیہ یا اوس سے زیادہ ہے تو ایسی صورت مین حق شفعہ پھر ثابت ہوجاتا ہے اسلیے کہ یہ چیزین مثلی ہین اور شفیع انسے لے سکتا ہے کیونکہ بسا اوقات اوسکو ان چیزون کا دینا بنسبت نقد روپیہ کے نہایت آسان ہوتا ہے اگرچہ اونکی قیمت ہزار روپیہ سے زیادہ ہو لہذا اون صورتون مین شفیع کو حق شفعہ ہو جائیگا بخلاف اوس صورت کے کہ اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ بیع بدلے غلام وغیرہ کے ہوئی ہے کہ جس کی قیمت ہزار یا ہزار سے زیادہ ہے تو اوس کا شفعہ باقی نرہے گا اسلیے کہ اس جگہ شفیع قیمت دیکر مکان کو لے گا اور ہزار روپیہ پر تو وہ چھوڑ ہی چکا ہے اور اگر ہزار سے زیادہ ہے تو اوس وقت مین شفیع بطریق اولے شفعہ سے دست بردار ہے۔

* * * * *

(۵۵) م وللشفیع حصة احد المشترین

(۵۵) چند لوگون نے ایک شخص سے مکان خریدا تو شفیع کو

لاحد الباعة ش اى اشترى جماعة من واحد فللشفيع ان ياخذ نصيب احدهم وان باع جماعة من واحد لا ياخذ حصة احد البائعين ويترك حصة الباقية بل ان شاء اخذ كلها او تركه لان هنا يتفرق الصفقة على المشترى وثمه لا تتفرق وايضا يتحقق في الاول دفع ضرر الجار لا في الثاني

(٥٦) م والنصف مفرزا اذا بيع مشاعا من دار فقسما ش اى اشترى نصفا مشاعا من دار فقسمه البائع والمشترى فالشفيع ياخذ النصف مفرزا لان القسمة من تمام القبض۔

ایک ہی کے حصہ کے لینے کا اختیار ہی اور اگر ایسی صورت ہو کہ چند لوگون نے ملکر ایک شخص کے ہاتھ مکان فروخت کیا تو شفیع کو یہ اختیار نہین ہے کہ اُن بائعون مین سے ایک کا لے لے اور باقی کو چھوڑ دے بلکہ چاہے کل کو لے لے یا کل کو چھوڑ دے اسلیے کہ اسجگہ بمقابلہ مشتری کے تفریق بیع کی ہوتی ہے اور اوس جگہ نہین ہوتی اور نیز صورت اول مین دفع ضرر جوار ہے دوسری صورت مین دفع ضرر جار کا متحقق نہین ہے

(٥٦) اگر ایک شخص نے ایک مکان غیر تقسیم شدہ مین سے نصف مکان خرید اُسپر بائع اور مشتری دونون نے اپنا اپنا حصہ جدا کر لیا تو شفیع کو وہی نصف مکان لینا پڑے گا جو تقسیم کرنے سے اوس کو ملا ہے اس لیے کہ تقسیم سے قبضہ کامل ہو جاتا ہے اور وہ قبضہ کا تتمہ ہے۔

تمام شد

تمام شد ترجمہ شرح وقایہ

کتاب الشفعه

از

کتب مذهب حنفی

مجمع البحرین و فتاوی قاضی خان

و عینی شرح کنز

مؤلف و مترجم آنریبل سید محمود
بیرسٹر ایٹ لا جج ظله ممدود ا
الی الاباد باهتمام احقر العباد خواجه
مصلح الدین احمد غفر له
الاحد فی یوم التناد

سنه ۱۸۹۷ع

مطبع مصلح المطابع واقع دهلی مین طبع هوی

کتاب الشفعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) وهی تملیك البقعة جبرًا بما قام علی المشتری بالشركة او الجوار۔

(۱) بسبب شرکت یا ہمسایگی کے جبراً کسی جایداد پر اوسی قدر ثمن دلاکر جو مشتری پر لازم ہوا ہے، مالک کر دینے کا نام شفعہ ہے۔

(۲) وهی مشتقة من الشفع وهو الضم انما سمیت بها لما فیها من ضم المشتراة الی عقار الشفیع

(۲) شفعہ شفع سے ماخوذ ہے جو اتصال کے معنوں پر شفعہ کو شفعہ اسواسطے کہتے ہیں کہ اوس میں بھی خریدی ہوئی شئے شفیع کے ملک کے ساتھ لجاتی ہے۔

(۳) ویجب للخلیط ای تثبت الشفعة للشریك فی المبیع۔

(۳) سب سے پہلے حق شفعہ اوس شخص کو ثابت ہوتا ہے جو مبیع کے اندر شریک ہے۔

(۴) وهذا مقدم علی غیره بلا خلاف لانه اقوی لتعلق الشركة باجزاء الملك۔

(۴) شریک فی المبیع کو بالاتفاق اوروں پر تقدم ہے کیونکہ بہ نسبت اور شریکوں کے اوس کو قوت ہے اس لئے کہ اجزائے ملک کے ساتھ یہاں شرکت کا تعلق ہے۔

(۵) وفی التبیین الشریك فی البناء بدون الارض لایکون خلیطًا فی المبیع۔

(۵) تبیین میں بیان کیا ہے کہ اگر ایک شخص صرف مکان کے عمارت میں شریک ہے اور زمین کے اندر شریک نہیں ہے تو اوسکو شریک فی المبیع کا حکم نہیں ہے۔

(۶) ثم فی حقه یعنی اذا سلم الخلیط فی المبیع الشفعة یجب للخلیط فی حق

(۶) اگر شریک فی المبیع نے حق شفعہ چھوڑ دیا تو اب حق شفعہ شریک فی حق المبیع کو ثابت ہوگا کیونکہ مثلاً

المبيع لانه شريك في مرافق الملك

ملک میں شریک ہے۔

(۷) ثم لو كان الخليط في المبيع غائبًا يقضى بالشفعة للخليط في حقه اذا طلب لان الغائب يحتمل ان لا يطلب فلا يؤخر حق الحاضر بالشك۔

(۷) اگر شریک فی البیع غیر حاضر ہو اور شریک فی حق البیع نے شفعہ چاہا تو قاضی اس کے لئے شفعہ کا حکم دیدیگا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ غیر حاضر آکر حق شفعہ طلب نہ کرے پس صرف احتمال سے اس حاضر کے حق میں تاخیر نہ کیجائیگی۔

(۸) ثم اذا حضر وطلب الشفعة قضى له بها۔

(۸) شریک فی البیع کے غیبت میں اگر قاضی نے اس حاضر کو شفعہ دلادیا اور پھر اوس نے حاضر ہوکر شفعہ کا مطالبہ کیا تو وہ اسکے لئے شفعہ دلادیگا

(۹) وبعد القضاء له لو سترك شفعته ليس للخليط في حقه ان يأخذها لانه بالقضاء للشريك انقطع حقه وبطل۔

(۹) قاضی نے شریک فی البیع کے لئے شفعہ کا حکم دیدیا مگر اوس نے شفعہ کے لینے سے انکار کر دیا تو اب شریک فی حق البیع کو حق شفعہ نہیں ہے کیونکہ شریک فی البیع کے لئے جب اوس نے حکم دیدیا تو اوسیوقت شریک فی حق البیع کا شفعہ باطل اور منقطع ہوگیا۔

(۱۰) ولو لم يطلب الخليط في حقه حين غيبة الشريك فاذا حضر وسلم ليس للخليط ان يأخذها كذا في القنية۔

(۱۰) شریک فی البیع تو غیر حاضر تھا اور اوس کے پیچھے شریک نے حق البیع نے شفعہ کے درخواست نہ کی اس کے بعد شریک فی البیع آگیا اور شفعہ لینے سے اوس نے انکار کیا تو اب شریک فی حق البیع شفعہ نہیں لے سکتا۔

(۱۱) كالشرب والطريق الخاص۔

(۱۱) حق البیع میں شریک ہونے کے یہ صورتیں ہیں جیسے شرب خاص اور طریق خاص۔

(۱۲) قيد به لانهما اذا كانا عامين لم يستحق بهما الشفعة۔

(۱۲) شرب عام اور طریق عام میں شفعہ کا استحقاق نہیں ہوتا۔

(۱۳) الشرب الخاص نهر لا يجرى فيه السفن۔

(۱۳) شرب خاص اتنی بڑی نہر کو کہہ سکتے ہیں جس میں ناؤ نہ چل سکے۔

(۱۴) وقيل ما نفذ ماؤه الى آخر الاراضي المسقية منه۔

(۱۴) بعض کے نزدیک شرب خاص اتنی بڑی نہر مراد ہے جو اسکی سب اراضی کے لئے پوری طور پر آب پاشی کو کافی ہوسکے۔

(۱۵) وعن ابي يوسف ما يسقي منه قراحان او ثلثة او بستانان

(۱۵) ابو یوسف رح فرماتے ہیں جس سے صرف دو تین کھیت یا دو تین باغ کو پانی دے سکیں شرب

وثلثة وما زاد على ذلك فهو عام كذا في النهاية۔

وہ نہر یا نالاب شرب خاص ہے ورنہ وہ شرب عام میں داخل ہے۔

(۱۶) والطريق الخاص ما يكون غير نافذ۔

(۱۶) طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سربستہ ہو۔

(۱۷) ثم ثلثها للجار الملازق۔

(۱۷) شریک فی البیع اور شریک فی حق المبیع کے بعد حنفیہ کے نزدیک جار کو حق شفعہ ہے

(۱۸) خلافا للشافعی۔

(۱۸) امام شافعی رحمہ کے نزدیک پاس والے کو حق شفعہ نہیں ہے

(۱۹) وفي الحقائق كذا الخلاف في الجار المقابل في السكة الغير النافذة۔

(۱۹) کوچہ سربستہ میں سامنے کے پاس والے کو حنفیہ کے نزدیک حق شفعہ ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں ہے۔

(۲۰) اما الجار المقابل في السكة النافذة لا شفعة له اتفاقا۔

(۲۰) اگر کوچہ نافذہ ہو تو سامنے کے پاس والے کو بالاتفاق حق شفعہ نہیں ہے۔

(۲۱) واذا قسمت الدار وحددت فلا شفعة۔

(۲۱) ایک مکان میں دو شخص شریک تھے اور وہ مکان اونمیں تقسیم ہوگیا تو اب کوئی کسی کا شفیع نہیں ہوسکتا۔

(۲۲) ولنا قوله عليه السلام الجار احق بشفعته۔

(۲۲) پاس والے کو حق شفعہ ثابت ہونے پر حنفیہ کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پاس والا اپنے شفعہ کا مستحق ہے۔

(۲۳) ولو ذميا اى وان كان الشفيع ذميا۔

(۲۳) جس طرح مسلمان کو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے اسیطرح ذمی کو بھی حاصل ہوتا ہے۔

(۲۴) قيد به لان ابن ابي ليلى قال لا شفعة للذمي كذا في الكفاية۔

(۲۴) کفایہ میں بیان کیا ہے کہ ابن ابی لیلے کے نزدیک ذمی کو حق شفعہ نہیں ہے۔ اسواسطے بیان ذمی کا ذکر کردیا گیا۔

(۲۵) وكذا لو كان ماذونا او مكاتبا لانها شرعت لدفع الضرر والكل في ذلك سواء۔

(۲۵) غلام ماذون اور مکاتب کو بھی حق شفعہ حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ شفعہ دفع ضرر کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور اسبات میں سب لوگ برابر ہیں۔

(۲۶) وحكم الجار مع الخليط في الطلب كحكم الخليط مع الشريك في البيع۔

(۲۶) شفعہ کے طلب کرنے میں پاس والے کا شریک فی حق المبیع کیساتھ وہی حکم ہوتا ہے جو شریک فی حق المبیع کا شریک فی البیع کیساتھ ہے

(۲۷) ونقسمها على الرؤس لا السهام يعنى الشفعة تثبت عندنا على قدر رؤس الشفعاء۔

(۲۷) حنفیہ کے نزدیک شفعا کے اوپر شفعہ علی قدر الرؤس تقسیم کیا جاتا ہی اس سے یہ مراد ہی کہ جتنے شفیع ہونگے برابر برابر شفعہ کے مستحق ہون گے۔

(۲۸) وعند الشافعی على قدر سهامهم

(۲۸) امام شافعی رح کے نزدیک شفعا کے حصۂ شفعہ تقسیم ہوتا ہی۔

(۲۹) مثلا اذا كان دار بين ثلثة لاحدهم نصفها وللآخر ثلثها وللآخر سدسها فباع صاحب النصف نصيبه قضى بالشفعة بين الآخرين اثلاثا عنده على قدر ملكهما ونصفين عندنا على قدر رؤسهما وان باع صاحب الثلث نصيبه يكون الشفعة بينهما ارباعا عنده وان باع صاحب السدس نصيبه يكون الشفعة بينهما اخماسا لصاحب الثلث خمساها ولصاحب النصف ثلثة اخماس كذا في المصفى۔

(۲۹) ایک مکان مین تین شخص شریک ہین ایک نصف کا ایک ثلث کا ایک چھٹے حصہ کا اور نصف والے نے اپنا حصہ فروخت کیا اس صورت مین امام شافعی رح کے نزدیک اس نصف کے دو تہائی مین ایک شخص کو اور ایک تہائی مین دوسرے کو حق شفعہ ثابت ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک اون دونون کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا۔ اور اگر ثلث والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو امام شافعی رح کے نزدیک ایک کو اس ثلث کے تین ربع مین اور دوسرے کو ایک ربع مین حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر چھٹے حصہ والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو اوس کے پانچ حصہ کئے جائینگے جنمین سے دو حصے تہائی والے کو اور تین حصے نصف والے کو بحق شفعہ دلائے جائین گے۔

(۳۰) له ان الشفعة من مرافق الملك فيثبت بقدره كالربح والكسب ولنا ان بينهما اتصال الملك وقليل الملك ككثيره ولهذا لو تفرد صاحب القليل فله كل الشفعة بخلاف الربح والكسب لانهما من نتائج الملك فيكونان بقدره۔

(۳۰) امام شافعی رح کی یہ دلیل ہی کہ شفعہ ملک کی ایک منفعت ہی لہذا نفع اور کسب کی طرح بقدر منفعت شفعہ حاصل ہوگا اور ہماری یہ دلیل ہی کہ اون دونون مین ملکیت کا اتصال پایا جاتا اور اسبات مین ملکیت کثیر ہو یا قلیل دونون برابر ہین ولہذا اگر صرف تھوڑے حصہ والا شریک ہوتا تو بالاتفاق اوسکو کل مبیع شفعہ کا حق حاصل ہوتا بخلاف نفع اور کسب کے اس لئے کہ یہ دونون ملک کے نتائج مین داخل ہین۔ لہذا ملک کے حساب سے اونکا اندازہ کیا جائے گا۔

(۳۱) اعلم ان كلا من الشفعاء قبل القضاء بالشفعة لهم مستحق بجميع

(۳۱) معلوم کرو کہ جبتک قاضی شفعا کے لئے شفعہ کا حکم نہ دے اوس وقت تک ہر شفیع کو پورے مکان مشفوعہ مین شفعہ کا استحقاق ہی مگر صرف مزاحمت کے

الدار المشفوعة والقسمة بينهم للمزاحمة فينبغي ان يطلب كذلك حتى لو طلب واحد منهم بعضها بطل شفعته عند محمد لما سيجئ۔

خیال ہے اونمین باہم حق شفعہ تقسیم کیا جاتا ہے لہذا ہر شفیع کو پورے مکان مین شفعہ کی درخواست کرنی چاہیئے حتیٰ کہ اگر کوئی شفیع مکان کے ایک حصہ مین شفعہ چاہیگا تو امام محمد رح کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہو جاویگا چنانچہ آیندہ آتا ہے۔

(۳۲) وتجب الشفعة بعد البيع الصحيح قيد به لان الفاسد مستحق للفسخ فلا يثبت فيه الشفعة دفعا لتقرير فساده الخالي عن خيار البائع لانه يمنع خروج المبيع عن ملك البائع فلا يمكن الشفيع التملك۔

(۳۲) حق شفعہ اوس بیع صحیح کے بعد ثابت ہوتا ہے جس مین بائع کو اختیار باقی نہو کیونکہ اگر اوسکو واپس لینے کا اختیار باقی ہے تو وہ بیع کو اپنے ملک مین روک سکتا ہے پھر شفیع کسیطرح مالک نہین ہو سکتا اور بیع فاسد کرنے سے شفعہ ثابت نہین ہوتا کیونکہ وہ بیع فسخ کے قابل ہے اور شفعہ کے ثابت کرنے مین اوس کے فساد کا قائم رکہنا ہے۔

(۳۳) قيد بخيار البائع لانه لو كان للمشتري فله الشفعة اتفاقا اما عندهما فلكونه مالكا للمبيع وقت الشراء واما عنده فلثبوت حق التملك له وهذا كاف لثبوت الشفعة كما ثبت للمكاتب الشفعة۔

(۳۳) اگر بیع مین بائع کو اختیار نہین ہے مگر مشتری کو اختیار رہے تو بالاتفاق حق شفعہ ثابت ہو جاتا ہے صاحبین کے نزدیک تو اس لئے کہ خریدتے وقت مشتری مبیع کا مالک ہو گیا اور امام صاحب کے نزدیک اس لئے کہ اوسکو حق ملکیت حاصل ہو گیا اور شفعہ ثابت ہونے کے لئے اسقدر کافی ہے جس طرح مکاتب کے لئے شفعہ جائز ہے۔

(۳۴) وكذلك خيار العيب والروية لا يمنعان من الشفعة۔

(۳۴) خیار عیب اور خیار رویت کے صورت مین بہی شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۳۵) وما في معناه يعني تجب الشفعة بعد وجود ما في معنى البيع كالصلح على مال والهبة بعوض۔

(۳۵) جسطرح بیع سے حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اسیطرح جن چیزون میں مبادلۃ المال بالمال کے معنے پائے جاتے ہون مثلاً مال دیکر صلح کرنا یا کسی چیز کے عوض مین ہبہ کرنا۔

(۳۶) ولسقوط الخيار يعني يثبت الشفعة بعد سقوط الخيار عن البائع۔

(۳۶) جس صورت مین بائع کو بیع کا اختیار حاصل ہو اور پہر وہ اختیار جاتا رہے تو پہر بہر طرح سے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(٣٧) والفسخ في الفاسد اي بسقوط الفسخ في البيع الفاسد لان حق الفسخ فيه كان للشرع فاذا تعلق به حق المشتري بالبناء او الغرس سقط الفسخ وزال المانع عن الشفعة۔

(٣٧) اگر بیع فاسد میں کسی وجہ سے اختیار فسخ باقی نہ رہے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ بیع فاسد میں شرع سے حق فسخ ہوتا ہے پھر جب اس کے ساتھ بسبب مکان بنا لینے یا باغ لگا لینے کے مشتری کا حق متعلق ہو گیا تو اب فسخ کا اختیار باقی نہ رہا اور شفعہ کا مانع جاتا رہا۔

(٣٨) قال المصنف في شرحه وانما قال ويجب بعد البيع لانه لو قال بالبيع لكان موهما ان البيع سبب وليس كذلك بل البيع شرط والسبب الشركة بنوعيه اي حق المبيع او نفسه او الجوار اقول على هذا كان ينبغي ان يقول او سقوط الخيار بدلا بالعطف على البيع اذ بالباء يوهم ان سقوط الخيار سبب

(٣٨) معلوم کرو کہ شفعہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے بیع کے سبب سے نہیں ثابت ہوتا کیونکہ بیع شرط ہے نہ سبب ہے اور اوس کا سبب شرکت یا جوار ہے اسیواسطے مصنف نے یہ کہا ہے کہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے یہ نہیں کہا کہ بیع کے سبب سے ثابت ہوتا ہے اسیطرح بایع کے اختیار ساقط ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے ساقط ہونے کے سبب سے نہیں ثابت ہوتا۔

(٣٩) وتستقر بالاشهاد لان الشفعة حق ضعيف لا بد له من طلب المواثبة ليثبت رغبته في الشفعة ومن الاشهاد على الطلب ليمكن اثبات طلبه عند القاضي

(٣٩) شفعہ ثابت ہونے کے لئے شرط ہے کہ شفیع شفعہ کو فوراً طلب کرے اس لئے کہ شفعہ حق ضعیف ہے فوراً اوس کے طلب ہونی چاہیے تاکہ اوس طلب سے شفیع کی رغبت ثابت ہو اور اوس کو طلب کرنے پر گواہ کرنا چاہیے تاکہ نزد القاضی اوس طلب کو ثابت کر سکے

(٤٠) ويملك اي الدار المشفوعة بالاخذ اذا سلمت اليه اي سلمها المشتري الى الشفيع لان الملك ثابت للمشتري حتى لو اجره يطيب له الاجرة فينتقل برضاه

(٤٠) شفیع مکان مشفوعہ کا اوس وقت مالک ہوتا ہے کہ مشتری اوس مکان کو شفیع کے قبضہ میں دیدے اور وہ اوسکو لے لے اس لئے کہ ملک مشتری کو ثابت ہے یہاں تک کہ اگر وہ اس مکان کو کرایہ پر دیدے تو مشتری کے لئے وہ کرایہ شرعاً حلال ہوگا لہذا اوس کی رضامندی سے ملک منتقل ہو جاویگی

(٤١) او حكم له وهو بالجر معطوف على الاخذ

(٤١) اگر مشتری سے وہ مکان

یعنی یملك الشفیع باحد الامرین اما بالاخذ بالتراضی او بحکم الحاکم للشفیع بها ای بالشفعة۔

شفیع کے قبضہ میں رضامندی سے نہیں دیا۔ مگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تب بھی شفیع اوس کا مالک ہو جاوے گا۔

(۴۲) وفائدة هذین ان الشفیع اذا مات بعد الطلبین قبل الاخذ او الحکم لم یورث عنه الدار المشفوعة ولو باعها لا یجوز۔

(۴۲) اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اگر شفیع طلب اشہاد اور طلب مواثبت کے بعد اور مکان پر قبضہ کرنے یا حکم قاضی سے پہلے مر گیا تو اوس کے وارثوں کو وہ مکان نہ ملیگا اور اگر اوسکو بیچ کیا تو اوسکی بیع ناجائز ہوگی۔

(۴۳) ولا یجب الشفعة فی غیر العقار لقوله علیه السلام لاشفعة الا فی ربع او حائط حتی لو بیع النخل وحده او البناء وحده فلاشفعة لانهما لاقرار لهما بدون العرصة فکان فی معنی المنقول۔

(۴۳) شفعہ صرف عقار یعنی غیر منقولات میں ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ شفعہ نہیں ہوتا مگر مکان میں یا باغ میں اسی تقدیر پر اگر کوئی شخص صرف باغ کے درختوں یا مکان کے دیوار کو بغیر زمین کے بیع کرے تو اوس میں شفعہ نہیں ہے اس لیے کہ زمین کے بغیر اوکو قیام نہیں ہے پس وہ منقولات میں داخل ہیں

(۴۴) بخلاف العلو حیث یستحق به الشفعة فی سفل بجواره اذا لم یکن طریقهما مشترکا لان له حق القرار فالحق بالعقار۔

(۴۴) اوپر کے مکان والے کو نیچے کے مکان میں حق شفعہ ہے۔ اس لئے کہ اگر دونوں کا راستہ مشترک نہیں ہے تو جوار کے سبب سے حق شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ اوپر کے مکان کو نیچے کے مکان پر حق قرار ہے لہذا اوسکو غیر منقول کا حکم دیا جاوے گا۔

(۴۵) وفی البدایة لو باع العقار مع العبید والدواب یثبت فی الکل تبعا للعقار۔

(۴۵) کتاب بدایہ میں بیان کیا ہے کہ اگر جائداد کو معہ غلاموں اور مویشی کے ایک شخص نے فروخت کیا۔ تو یہ سب چیزیں اونکا جائداد کے تابع سمجھی جاوینگی اور سب میں حق شفعہ ثابت ہوگا۔

(۴۶) وفی التجرید لاشفعة فی الوقف ولا بجواره۔

(۴۶) کتاب تجرید میں ہے کہ وقف میں شفعہ نہیں ہے اور نہ اوس کے جوار سے شفعہ ثابت ہوتا ہے۔

(۴۷) نثبتها فیما لا یقسم کالبئر والرحی والحمام۔

(۴۷) حنفیہ کے نزدیک جن چیزوں کی تقسیم نہیں ہوسکتی اونکا شفعہ ثابت ہوتا ہے جیسے کنواں پنچکی۔ حمام

(۴۸) وقال الشافعی لایثبت الشفعة

(۴۸) امام شافعی رحمہ کے نزدیک جو چیزیں قابل تقسیم نہیں

فيها وهذا الخلاف مبني على ان الشفعة لدفع ضرر القسمة عنده ولدفع ضرر الجوار على الدوام عندنا۔

ہیں اون میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ امام شافعی رح کے نزدیک شفعہ اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ تقسیم کرنے کی دقت نہ اوٹھانی پڑے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ کے لئے ضرر جوار سے امن ہو جائے۔

(۴۹) والظلة وهي التي احد طرفي جذوعها على حائط الدار المبيعة وطرفها الآخر على حائط الجار لا تدخل عنده فلا يأخذها الشفيع حتى يقول بكل حق هو لها وقالا يدخل اراد بالظلة ما يكون مفتوحة في الدار المبيعة لانها لو كانت مفتوحة الى غيرها لا يدخل اتفاقا۔

(۴۹) وہ سائبان جسکی کڑیاں ایک جانب سے فروخت شدہ مکان کی دیوار پر اور دوسری طرف جار کی دیوار پر رکھے ہوئے ہیں حنفیہ کے نزدیک وہ سائبان بیع میں داخل نہ ہوگا اور شفیع اوس کو نہ لے سکیگا مگر جس صورت میں بائع کل حقوق کی تصریح کر دے اور صاحبین کے نزدیک وہ بلا تصریح بیع میں داخل ہوگا اور سائبان سے وہ سائبان مراد ہے جسکا راستہ اوس مکان کی طرف کو ہو کیونکہ اگر دوسری طرف کو ہو تو بالاتفاق داخل نہ ہوگا۔

(۵۰) لهما ان الظلة من مرافق الدار ينتفع بها صاحبها كالكنيف المشروع الى خارج الدار وله انها تبع للدار من وجه فاصل من وجه لان قرارها بها وبغيرها فان قال بكل حق لها دخلت والا فلا بخلاف المقيس عليه لانه لا اتصال له بملك الغير۔

(۵۰) صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ سائبان مکان کے تابع ہوتا ہے جس سے مالک مکان نفع اوٹھا سکتا ہے مثل پاخانہ وغیرہ کے جو مکان سے باہر ہو۔ اور امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ من وجہ وہ مکان کے تابع ہے اور من وجہ اوس سے الگ ہے کیونکہ اوس کا قیام صرف اسی مکان پر نہیں ہے بلکہ دوسرے مکان پر بھی ہے لہذا اگر بائع کل حقوق کا لفظ کہدے گا تب تو وہ سائبان داخل ہوگا ورنہ نہیں۔ بخلاف مقیس علیہ کے کہ اوسمیں دوسرے کی ملک سے اتصال نہیں پایا جاتا۔

(۵۱) واذا ملك العقار بعوض وهو مال وجبت اى ثبت الشفعة۔

(۵۱) اگر ایک شخص بعوض کسی مال کے ایک مکان کا مالک ہو تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۵۲) فان ملكها بلا عوض كالهبة المطلقة والصدقة لا يثبت۔

(۵۲) اگر ایک شخص بلاعوض مالک ہوا جسطرح ہبہ مطلقہ اور صدقہ میں تو شفعہ ثابت نہو گا

(۵۳)، ولكن اذا ملكها بعوض ليس بمال وعليه يتفرع قوله۔

(۵۳)، اگر ایک شخص بعوض مکان کا مالک ہوا مگر وہ عوض مال نہیں ہے تو شفعہ ثابت نہو گا۔

(۵۴)، فلا نثبتها اى الشفعة فى دار يتزوج عليها اى يكون مهرًا للمنكوحة وان قال جعلها بمهرك ففيها الشفعة لانها عوض عن المهر۔

(۵۴)، اگر ایک مکان کے عوض ایک عورت سے نکاح کیا تو حنفیہ کے نزدیک شفعہ ثابت نہ ہو گا۔ اور اگر مہر کے عوض میں وہ مکان ٹھیرا ہے تو شفعہ ثابت ہو جائے گا کیونکہ وہ بعوض مال کے ہے۔

(۵۵)، او يخلعها بها او يستاجر بها يعنى اذا اجر داره واخذ لاجرته من المستاجر دارا فلا شفعة لهذا لانه بدل المنفعة لا بدل المال۔

(۵۵)، اگر ایک شخص نے بعوض مکان کے اپنی بیوی سے خلع کیا یا ایک مکان کسی کو کرایہ پر دیا اور کرایہ دار سے اوس کے کرایہ میں ایک مکان لے لیا تو اوسمیں شفعہ نہیں ہے کیونکہ وہ مکان اُسنے بعوض مال کے نہیں لیا ہے بلکہ بعوض سکونت کے لیا ہے۔

(۵۶)، او يصالح بها عن دم عمدا او يعتق عليها۔

(۵۶)، اگر ایک شخص نے قصدًا ایک شخص کا خون کیا اور ایک مکان دیکر اوس کے وارثوں سے صلح کر لی یا بعوض ایک مکان کے اپنے غلام آزاد کیا تو شفعہ نہ ہوگا

(۵۷)، وقال الشافعى يثبت الشفعة فيها۔

(۵۷)، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان پانچوں صورتوں میں شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۵۸)، لان هذه الاشياء متقومة فى الشرع فيكون الدار قيمة للمتقوم ولنا ان قيمة الشئ ما يقوم مقامه لاتحادهما فى المقصود ولا اتحاد بين المال وهذه الاشياء فيه فلا يكون المال قيمة لها الا ان الشارع جعل للبضع قيمة فى النكاح لضرورة تعظيم قدره كيلا يستهان به فى النكاح وللمنافع قيمة فى الاجارة لضرورة حاجة الناس اليها وللدم قيمة لضرورة

(۵۸)، امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ شرع کے اندر خلع اور خون وغیرہ متقوم چیزیں ہیں پس مکان متقوم چیز کے بدلہ پایا گیا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ قیمت اوس چیز کو کہتے ہیں جو بسبب اتحاد مقصود کے ایک شئی کے قائم مقام ہو سکے اور مال میں اور ان چیزوں میں اتحاد فی المقصود نہیں ہے پس مال ونکی قیمت نہیں ہو سکتا مگر شارع نے صرف شرافت انسانی کا لحاظ کر کے شرمگاہ کے نکاح میں قیمت مقرر کی ہے اور اجارہ میں منافع کو شئی قرار دیا ہے کیونکہ لوگونکو اوسکی ضرورت پیش آتی رہتی ہے اسیطرح ضرورت انسانی کا لحاظ فرماکر خون کی قیمت مقرر کی ہے تاکہ خون رائیگاں نہ ہو اور جو چیز کسی ضرورت سے مقرر کیجاتی ہے وہ صرف اوسی ضرورت کے

صیانتہ عن الهدر وما ثبت بالضرورۃ لا تتعدی عن موضعها فلا یکون متقومۃ فی حق الشفعۃ والاعتاق ازالۃ المالیۃ فکیف یقوم المال مقامہ۔

اندر مخصر رہتی ہے پس حق شفعہ میں یہ چیزیں متقوم نہ سمجھی جاوینگی اور باقی رہا آزاد کرنا تو مال کسیطرح اوس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا کیونکہ آزاد کرنا اصل میں مالیت کا زائل کرنا ہے نہ مال کا مال سے بدلنا۔

(٥٩) فلو تزوجها علی دار ان ترد الیہ الفا یعنی اذا تزوج امرأۃ وامهرها دارا علی ان تردا لیہ الف درهم فالشفعۃ غیر ثابتۃ عندہ مطلقا ای فی حصۃ الالف وفی حصۃ الصداق۔

(٥٩) اگر ایک عورت سے بعوض یک مکان کے اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر وہ عورت ہزار روپیہ اس شخص کو دے تو یہ شخص وہ مکان عورت کو دیدے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اوس مکان میں بالکل حق شفعہ نہو گا نہ مہر کے حصے میں نہ ہزار کے حصے میں۔

(٦٠) واوجباها فی حصۃ الالف لانہ مبادلۃ مال بمال۔

(٦٠) صورت مذکورہ بالا میں صاحبین رح کے نزدیک اوس قدر حصے میں جو ہزار کے بدلہ میں آئے گا حق شفعہ ثابت ہوگا۔

(٦١) اقول لو قال فالشفعۃ غیر ثابتۃ فی حصۃ الالف لکان اخصر واولی لانہ لم یحتج الی قولہ مطلقا واوجباها وعدم الشفعۃ فی حصۃ الصداق قد کان عرف فی المسئلۃ السابقۃ۔

(٦١) شارح رحمہ اللہ کہتے ہیں اگر ماتن یہ کہتا کہ ہزار کے حصے میں شفعہ ثابت نہو گا تو بہتر اور مختصر ہوتا اور مُطلَقًا وَاَوجَبَاهَا کہنے کی ضرورت نہو تی اور مہر کے حصہ میں شفعہ کا ثابت نہو نا پہلے مسئلہ سے معلوم ہو چکا تھا۔ پس دوبارہ اوس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

(٦٢) ولہ ان البیع مشروط فی النکاح والمشروط اتباع فیکون معنی المعاوضۃ تبعا للصداق واذا لم یثبت الشفعۃ فی الاصل لا یثبت فی تبعہ۔

(٦٢) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ اس نکاح میں بیع کی شرط لگائی گئی ہے اور شرط مشروط کے تابع ہوا کرتی ہے لہذا معاوضہ کے معنے مہر کے تابع ہوے اور جب اصل مہر میں شفعہ ثابت نہیں ہے اوس کے تابع میں بھی ثابت نہو گا۔

(٦٣) اورد بعض المشائخ هذہ

(٦٣) بعض مشائخ رح نے اس مسئلہ کو کتاب النکاح میں

المسئلة فی کتاب النکاح وبعضهم فی کتاب الشفعة والمصنف اوردها فی کلیهما لکن بیانی ایجاز الکتاب۔

بیان کیا ہو اور بعض نے کتاب الشفعہ میں اور اس کتاب میں دونوں مقام پر اوس کو بیان کیا ہو اس میں اگرچہ کچھ حرج نہیں ہے مگر اختصار کی منافی ہے۔

(۴۴) ولو صالح عنها بانکار او سکوت لم تجب یعنی من ادعی دارا رجل وانکر صاحبها او سکت ثم صالح عن ذلك المدعی علی مال لاشفعة فیها اما فی صورة الانکار فلان زعمه ان المدعی لم تزل عن ملکه واما فی السکوت فلزعمه ان ما اعطاه افتداء لیمینه فلم یثبت المبادلة المالیة۔

(۴۴) ایک شخص نے دوسرے کے مکان کا دعویٰ کیا اور مالک مکان نے انکار کیا یا سکوت کیا اور پھر کچھ مال دیکر اوس شخص سے اوس نے صلح کر لی تو اس مکان میں شفعہ نہیں ہے انکار کی صورت میں تو اس لئے کہ مالک مکان کے نزدیک وہ مکان اسی کا مملوک تھا اور سکوت کی صورت میں اس لئے کہ اوس نے جو مال دیا ہے اپنے نزدیک قسم کے عوض میں دیا ہے لہذا مبادلہ مالیہ نہیں پایا گیا۔

(۴۵) ولو باقرار یعنی لو صالح عنها بعد اقراره بها یثبت الشفعة لان الصلح بعد الاعتراف یکون مبادلة بمال۔

(۴۵) ایک شخص نے دوسرے کے مکان کا دعویٰ کیا اور اوس نے اقرار کر لیا اور کچھ مال دیکر مدعی سے صلح کر لی تو شفعہ ثابت ہو جائے گا کیونکہ اقرار کے بعد یہ صلح مبادلہ ہے۔

(۴۶) او علیها ای لو صالح عن دعوی ... دار مطلقا ای سواء کان ... باقرار او سکوت او انکار وجبت الشفعة لان من زعم المدعی انه اخذها عوضا عن حقه فیؤاخذ بزعمه۔

(۴۶) اگر ایک شخص نے ایک مکان پر دعویٰ کیا اور مالک مکان نے اوس سے انکار یا اقرار یا سکوت کیا اور ایک اور مکان دیکر صلح کر لی تو شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ مدعی نے اپنے نزدیک بعوض اپنے حق کے اوس مکان کو لیا ہے پس اوس کے زعم کے موافق اوس سے مواخذہ کیا جائے گا۔

(۴۷) ولا یجب الشفعة بالارث والوصیة لان الملك الحاصل بکل منهما حاصل بغیر عوض۔

(۴۷) بذریعہ وراثت یا وصیت کے اگر کسی شخص کو ایک مکان ملے تو اوس میں شفعہ نہیں ثابت ہوتا اسلئے کہ یہاں مبادلہ مالیہ نہیں ہے۔

(۶۸) وطردوا ذلك اى عدم ثبوت الشفعة فى الهبة اذا عوض عنها لان التعويض عنها تبرع ولا شفعة فى التبرعات۔

(۶۸) اگر ایک شخص نے کسیکو ایک مکان ہبہ کیا اور موہوب لہٗ اوس کے عوض مین کچھ مال ہبہ کنندہ کو دیا تو ہمارے ائمہ کے نزدیک اوسمین شفعہ نہین ہے اس لئے کہ ہبہ کا عوض دینا تبرعات مین داخل ہے اور تبرعات مین شفعہ نہین ہوتا۔

(۶۹) الا بعوض مشروط یعنی اذا شرط العوض فى الهبة يثبت الشفعة فيها عندنا لان العوض يكون واجبا عليه ويكون بيعًا انتهاء۔

(۶۹) اگر ایک شخص نے کسی کو ایک مکان ہبہ کیا اور اوس کے عوض مین کچھ مال شرط کر لیا تو حنفیہ کے نزدیک اسمین شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ یہ عوض موہوب لہ پر واجب ہو جاوے گا اور انتہاءً یہ بیع سمجھی جاویگی۔

(۷۰) وقال مالك يثبت الشفعة فى الهبة متى عوض عنها وان لم يكن العوض مشروطا فيها لانها يصير بمنزلة البيع ولنا انها هبة من الجانبين لانه لم يشترط فى العقد عوض ولا شفعة فى الهبة بخلاف ما اذا شرط العوض حيث صارت معاوضة اعلم ان انفهام قول مالك من المتن فيه نوع خفاء يعلم بالتامل۔

(۷۰) امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر ہبہ کے اندر عوض دیا جاے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ عوض کی شرط نہو کیونکہ وہ بمنزلہ بیع کے ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ بیع نہین ہے بلکہ جانبین سے ہبہ ہے اس لئے کہ عقد کے اندر عوض کی شرط نہین ہے اور جب ہبہ ٹھیرا تو اسمین شفعہ نہوگا بخلاف اوس صورت کے کہ ہبہ مین عوض شرط ہو کہ وہان مبادلہ پایا جاتا ہے۔ معلوم کرو کہ متن سے بظاہر امام مالک رحمہ اللہ کا قول سمجھ مین نہین آتا۔

(۷۱) وفى المحيط الشفعة فى الهبة المشروطة بعوض انما تثبت اذا تقابضا فان قبض احدهما دون الاخر فلا شفعة۔

(۷۱) محیط مین بیان کیا ہے کہ ہبہ مشروط بعوض مین شفعہ اوسوقت مین ثابت ہوتا ہے کہ جب دونون کا قبضہ بدلین پر ہوجائے اور اگر صرف ایک نے قبضہ کیا ہو اور ہنوز دوسرے نے نہین کیا ہو تو اوسمین شفعہ نہین ہے۔

(۷۲) خلافا لزفر وهذا ابناء على ان الهبة المشروطة بعوض ينعقد معاوضة ابتداء عنده وعندنا ينعقد تبرعا ابتداء ويتم معاوضة

(۷۲) اوپر کی صورت مین امام زفر کا اختلاف ہے اوس کی بنا یہ ہے کہ اون کے نزدیک ہبہ مشروط بعوض شروع سے ہی معاوضہ ہوتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک شروع مین تبرع اور دونوں کے قبضہ کرنے کے بعد

اذا تقابضا۔

مبادلہ تصور کیا جاتا ہے۔

(۷۳) ولا تثبت ای الشفعۃ للجار بالقسام الشرکاء العقار لان فی القسمۃ معنی الافراز لا مبادلۃ المال بالمال ولهذا یجری فیها الجبر علی القسمۃ اذا کانت فی المثلیات بطلب احد الشرکاء والشفعۃ لم تثبت الا فی المبادلۃ المطلقۃ۔

(۷۳) اگر چند شریک ایک مکان کو باہم تقسیم کرلین تو جار کو اوسمین مجال شفعہ نہین ہے کیونکہ تقسیم مین ہر شخص اپنے حصہ کو الگ کرتا ہے اور اوسمین مبادلہ نہین ہوتا ولہذا اگر مثلیات مین شرکت پائی جائے اور ایک شریک تقسیم کی درخواست کرے تو اور شریک راضی ہون یا نہون اوس شئی مین تقسیم جاری ہوسکتی ہے الحاصل تقسیم مین مبادلہ نہین ہے اور شفعہ مطلقًا مبادلہ مین ثابت ہوتا ہے۔

(۷۴) ولا برد المشتری ای لا تثبت الشفعۃ للجار اذا رد المشتری بشرط او برؤیۃ او عیب ای بسبب خیار الشرط او خیار الرؤیۃ او خیار العیب بقضاء ای بقضاء القاضی هذا قید للرد بالعیب سواء یکون الرد بعد القبض او قبلہ بعد التسلیم ای تسلیم الجار الشفعۃ وقت الشراء لان الرد فسخ من الاصل۔

(۷۴) اگر بسبب خیار شرط یا خیار رویت یا خیار عیب حاصل ہونے کے مشتری نے مبیع کو بحکم قاضی واپس کردیا خواہ مبیع پر ہنوز قبضہ کیا ہو یا نہین اور جار نے خرید کے وقت اوس شفعہ کے طلب نہ کی تھی تو اب اوس جار کو حق شفعہ نہو گا کیونکہ واپس کرنا فی الحقیقت بیع کا فسخ کرنا ہے اور حکم قاضی کی قید صرف خیار عیب سے متعلق ہے۔

(۷۵) فان ردہ بعیب بعد القبض بغیر قضاء او تقایلا البیع وجبت الشفعۃ لان ذلک فسخ فی حقهما وعقد جدید فی حق الشفیع اذ لا ولایۃ لهما علی غیرهما فیکون معاوضۃ مالیۃ فی حقہ قید بقولہ بعد القبض لان الرد بالعیب قبل القبض فسخ من الاصل۔

(۷۵) اگر مشتری نے خیار العیب حاصل ہونیکی وجہ سے قبضہ کرنیکے بعد بغیر حکم قاضی کے مبیع کو واپس کیا یا بائع مشتری نے باہم بیع کا اقالہ کرلیا تو شفعہ ثابت ہو جاوے گا کیونکہ اون دونون کے حق مین یہ بیع کا فسخ ہے مگر شفیع کے حق مین وہ از سر نو دوسری بیع ہے اس لئے کہ بائع اور مشتری کو اپنی ذات کا اختیار ہے مگر شفیع پر اونکو کچھ ولایت نہین ہے پس شفیع کے حق مین یہ مبادلہ مالیہ سمجھا جاوے گا بعد القبض کی قید اس لئے لگائی ہے کہ قبضہ کرنے سے پہلے مبیع کا عیب کی وجہ سے واپس کردینا اصل مین فسخ کردینا ہے۔

(٧٦) ولو استثنی ذراعا مما یلیه ای من الجانب الذی یلی الشفیع امتنعت الشفعة لانعدام اتصال الملك۔

(٧٦) ایک شخص نے ایک زمین فروخت کی اور جسطرف شفیع کے زمین سے اوسکو اتصال تھا ایک گز زمین کو بیع مین نہ داخل کیا تو شفعہ ثابت نہوگا کیونکہ اتصال ملکیت نہین پایا گیا۔

(٧٧) وکذا لو وهبه وسلمه الیه

(٧٧) بیع کے بجائے زمین کا کچھ حصہ جو شفیع کے زمین سے ملا ہوا تھا مشتری کو ہبہ کر دے۔

(٧٨) ولو ابتاع سهما من العقار قلیلا بثمن کثیر بحیث لا یرغب الیه الجار اصلا ثم ابتاع الباقی تثبت الشفعة للجار فی الاول ای فی السهم الاول دون بیع الباقی لان المشتری فی سهم صار شریکا للبائع فی الباقی والشفیع جار له فیه والشریك مقدم علیه۔

(٧٨) اگر ایک شخص نے ایک زمین کا کچھ حصہ جو شفیع کے زمین سے ملا ہوا ہے زیادہ قیمت سے فروخت کیا تاکہ شفیع اوس کے خریدنے کا قصد نہ کرے اور پھر باقی کو بھی فروخت کر دیا تو صرف اوسی حصہ مین شفعہ ثابت ہوگا باقی مین نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ جس نے بائع سے وہ حصہ خریدا ہے وہ شخص بائع کا باقی مین شریک ہو گیا اور وہ شفیع صرف جار رہتا اور شریک کو جار پہ تقدم ہے۔

(٧٩) وهذه الحیلة لدفع الجار عن الشفعة۔

(٧٩) صور مذکورہ بالا کے حیلہ سے جار کا شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(٨٠) او بثمن ای لو ابتاع العقار الذی قیمته مائة مثلا بثمن غال کالف ثم عوضه عنه ای المشتری البائع عن ذلك الالف بثوب قیمته مائة تثبت الشفعة بالثمن لانه هو العوض عن العقار والتعوض بالثوب عقد اخر وهذه حیلة تعم دفع الجار والشریك الا ان فیها اضرارا للبائع عند الاستحقاق لانه باع الثوب من البائع بالف وقع

(٨٠) اگر ایک جایداد کی قیمت سو روپیہ ہو اور مالک نے اوسکو ہزار روپیہ سے فروخت کیا پھر مشتری نے اوس ہزار کے عوض مین بائع کو ایک کپڑا دیا جس کی قیمت سو روپیہ ہو تو شفیع ہزار روپیہ دیکر اوس جایداد کو لیسکتا ہے ورنہ نہین لے سکتا کیونکہ اوس جایداد کی عوض ہزار روپیہ قرار پا چکے ہین اور باقی رہا بعوض ہزار روپیہ کے اوس کپڑے کا لینا یہ دوسرا عقد ہے یہ ایسا حیلہ ہے جس سے جار اور شریک دونوں کا شفعہ باطل ہو سکتا ہے مگر جس صورت مین جایداد کے اندر کسی کا حق برآمد ہوا تو اوسمین بائع کو ضرر ہوگا کیونکہ مشتری اوس کپڑے کو اوس بائع کے ہاتھ بعوض ہزار روپیہ کے جبکہ اون دونوں نے باہم قرار

المقاصة بینہما فاذا استحق العقار بطل ثمنہ لکن بقی للمشتری علی البائع ثمن الثوب وھو الف لان بیع الثوب صحیح۔

دے لیا ہو فروخت کر چکا۔ پس اگر وہ جایداد کسی اور شخص کی نکلی تو اوسکا ثمن باطل ہو جاوے گا مگر کپڑے کی قیمت جو ہزار روپیہ کا زرثمن قرار پایا ہی مشتری کی اس بایع پر لازم ہو جاویگی کیونکہ کپڑے کی بیع صحیح ہی۔

(۸۱) فالاولی ان یباع بالدراھم الثمن دنانیر بقدر قیمة العقار فیکون صرفا بما فی ذمتہ۔

(۸۱) اور اگر اسطرح پر حیلہ کیا جاوے کہ بعوض ہزار زرثمن کے کچھ اشرفیاں بقدر قیمت جایداد کے مشتری بایع کو دے تو بیع صرف ہو جاویگی اور بایع کا کچھ ضرر نہوگا۔

(۸۲) فاذا استحق العقار وتبین ان لا دین علی المشتری یبطل الصرف للافتراق قبل القبض فیجب رد الدنانیر لا غیر فلا یتضرر بھا البائع۔

(۸۲) حیلہ مذکورہ بالا کے بعد اگر اوس جایداد میں کسی کا حق برآمد ہوا اور یہ بات ظاہر ہو گئی کہ مشتری پر زرثمن لازم نہیں ہی تو بیع صرف قبل از قبض افتراق پائیجانے سے باطل ہو جاویگی اور بایع کو صرف اون اشرفیوں کا واپس کرنا پڑے گا جس سے اوسکو کچھ ضرر نہوگا

(۸۳) وکرہ محمد الحیلة فی اسقاطھا وقالا لا یکرہ۔

(۸۳) امام محمد رح کے نزدیک اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک مکروہ نہیں ہی۔

(۸۴) لہ ان ثبوتھا لدفع الضرر فاذا ابیحت الحیلة فی اسقاطھا یکون ابقاء لضرر الجار فیکون حراما

(۸۴) امام محمد کی دلیل یہ ہی کہ شفعہ دفع ضرر کے لئے مقرر ہی پس اگر اوس کے ابطال کے لئے حیلہ کرنا جائز ہو تو ہمسایہ کا ضرر جو ار باقی رہتا ہی پس خواہ مخواہ حیلہ کرنا روا نہوگا۔

(۸۵) لھما ان ھذا امتناع عن اثبات الحق وھو مشروع۔

(۸۵) صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ حیلہ کرنے میں اثبات حق غیر سے بچنا ہے اور یہ ناجائز نہیں ہے۔

(۸۶) قید بقولہ فی اسقاطھا لان الحیلة فی ابطالھا مکروھة اتفاقا کما اذا قال المشتری للشفیع بعد ما ثبت حقہ انا ابیعھا منک بما اخذت وقال الشفیع نعم تبطل الشفعة کذا فی النہایة۔

(۸۶) حیلہ میں اسقاط شفعہ کی قید اس لیے لگائی ہی کہ ابطال شفعہ کے لئے حیلہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے جسطرح مشتری شفیع اوس کا حق ثابت ہو جانے کے بعد کہے کہ جتنی قیمت کو میں نے یہ مکان لیا ہی اوسی قیمت کو میں تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہوں اور وہ کہدے کہ اچھا تو شفعہ اوس وقت میں باطل ہو جاوے گا۔

(۸۷) لکن قال شمس الائمة لا باس

(۸۷) شمس الائمہ نے بیان کیا ہے ابطال حق شفعہ کے لئے

بالحيلة لابطال حق الشفعة اذا كان قصده الدفع عن نفسه لان فى اخذ داره بغير رضاه ضررا عليه واضرار الغير به ضمنى فلا يعتبر۔

اگر کوئی شخص حیلہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین بشرطیکہ اوس کو اپنی ذات سے ضرر کا دور کرنا مقصود ہو اسواسطے کہ بغیر اوسکی رضامندی کے اوس کا گھر لینے مین اوس کے لئے ضرر ہے اور غیر کو اگر ضرر ہوگا تو وہ ضمنا ہے۔

(٨٨) **فصل** فى طلب الشفعة والخصومة فيها۔

(٨٨) یہان سے شفعہ کے طلب کرنے اور اوسمین مخاصمت کرنے کا بیان کیا جاتا ہے

(٨٩) فاذا علم الشفيع بالبيع اشهد فى مجلس علمه على الطلب سمى هذا طلب المواثبة لابد للشفيع منه وان لم يكن بحضرته من يشهده كيلا يسقط حقه فيما بينه وبين الله تعالى لقوله عليه السلام الشفعة لمن واثبها اى طلبها على المسارعة ويمكنه الحلف اذا استحلف۔

(٨٩) جسوقت شفیع کو بیع کا علم ہو تو اوسکو لازم ہے کہ اوسی جلسہ مین طلب شفعہ پر کسیکو گواہ کر دے اور اس طلب کو طلب مواثبت کہتے ہین شفیع کے لئے یہ طلب خواہ مخواہ ضروری ہے اگرچہ اوسوقت کوئی گواہ موجود نہو تاکہ فیما بینہ وبین اللہ تعالے اوس کا حق ساقط نہو جائے کیونکہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے شفعہ اوس شخص کے لئے ہے جو فوراً اوس کی طلب کرے۔ اور تاکہ حلف کرنے کے موقع پر وہ حلف کر سکے۔

(٩٠) ثم هذا الطلب انما يجب عليه اذا اخبره رجلان او رجل عدل عنده۔

(٩٠) امام رحمہ اللہ کے نزدیک طلب مواثبۃ اوسوقت واجب ہوتی ہے جبکہ دو مرد غیر عادل یا ایک مرد عادل شفیع کو بیع کی خبر دے۔

(٩١) وعندهما يجب اذا اخبره واحد حرا كان او عبدا صغيرًا كان او كبيرًا اذا كان الخبر حقا۔

(٩١) صاحبین رح کے نزدیک طلب مواثبت اوسوقت واجب ہوتی ہے کہ ایک شخص خبر دے خواہ حر ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ بشرطیکہ وہ خبر صحیح ہو۔

(٩٢) ولو اخبره المشترى بنفسه يجب عليه الطلب اتفاقا كيف ما كان لانه خصم فيه والعدالة غير معتبرة فى الخصومة كذا فى التبيين۔

(٩٢) اگر مشتری نے خود بیع کی خبر دی تو شفیع پر بہرصورت شفعہ کے طلب واجب ہی خواہ وہ مشتری کیسا ہی ہو اسواسطے کہ اس شفعہ مین مشتری اوسکی مخاصمت ہی اور خصومت مین عدالت شرط نہین ہے۔

(۹۳) وعن محمد ان له خيارا الى آخر المجلس مالم يشتغل بما يدل على الاعراض وهو مختار الكرخي لانه تملك لابد فيه من التامل

(۹۳) امام محمد سے مروی ہے کہ شفیع کو آخر جلسہ تک طلب کرنیکا اختیار حاصل ہے بشرطیکہ شفیع اُس جلسہ کے اندر کسی ایسے کام میں مشغول نہو جس سے اُسکا اعراض ثابت ہو کرخی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اسواسطے کہ شفعہ میں ملکیت کا حاصل کرنا ہوتا ہے جسمیں تامل کرنے کی ضرورت ہے۔

(۹۴) لكن المشهور عن ائمتنا انه على الفور حتى قالوا لو سكت بعد علمه او تكلم بلغو بطل الشفعة۔

(۹۴) ہمارے ائمہ سے یہ قول مشہور ہے کہ شفیع کو سنتے ہی فی الفور طلب کرنی چاہیے حتی کہ اگر بیع کا حال معلوم ہونیکے بعد شفیع نے سکوت کیا یا کوئی بیکار بات زبان سے نکالی تو شفعہ باطل ہوجاویگا۔

(۹۵) وفي الواقعات الصحيح ان الشفعة تثبت بكل كلام يفهم منه طلبها اسمية كانت او فعلية۔

(۹۵) واقعات میں مذکور ہے قول صحیح یہ ہے کہ شفعہ ہر کلام سے جس سے اُسکی طلب پائی جائے ثابت ہوجاتا ہے خواہ وہ کسی قسم کا جملہ ہو۔

(۹۶) ثم على البائع اي ليشهد على البائع ان كان المبيع في يده لكونه خصما فيه۔

(۹۶) طلب مواثبت کے بعد شفیع پر لازم ہے کہ اگر بائع کے پاس مبیع موجود ہو تو اُس پر بھی کسیکو گواہ کرے اسلیے کہ اُسنے مبیع میں اسکو مخاصمت کرنی ہے۔

(۹۷) نص محمد في جامع الكبير انه يصح الاشهاد على البائع بعد تسليم المبيع استحسانا لانه عاقد لا قياسا۔

(۹۷) امام محمد نے جامع کبیر میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ اگر بائع نے مبیع کو مشتری کے قبضہ میں دیدیا تو اُسوقت بھی شفیع کسیکو گواہ کردے تو صحیح ہے کیونکہ وہ عاقد ہے مگر یہ بات قیاس کے خلاف ہے صرف استحسانا ہے۔

(۹۸) او على المشتري لانه مالك المبيع۔

(۹۸) اگر طلب مواثبت کے بعد بائع کے پاس آکر کسیکو گواہ نکرے تو مشتری کے پاس جاکر کسیکو گواہ کردے کیونکہ وہ مبیع کا مالک ہے۔

(۹۹) او عند العقار لتعلق الحق به ويسمى هذا طلب التقرير وصورته ان يقول ان فلانا اشترى دارا او هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة وانا طالبها الآن فاشهدوا على ذلك۔

(۹۹) اگر شفیع نے بائع اور مشتری میں کسیکے پاس جاکر گواہ نہ کیا تو اُسکو چاہیے کہ اراضی مبیعہ کے پاس جاکر کسیکو گواہ کردے کیونکہ حق اُسیکے ساتھ متعلق ہے۔ طلب مواثبت کے بعد اس کارروائی کا نام طلب اشہاد ہے اسکا طریقہ یہ ہے کہ شفیع لوگوں کے سامنے یہ بیان کرے کہ فلان شخص نے ایک مکان یا یہ مکان خریدا ہے اور میں اُسکا شفیع ہوں اور میں اُسکو طلب کرچکا ہوں اور اب بھی طلب کرتا ہوں تم لوگ اس بات پر گواہ رہو۔

(١٠٠) قال شيخ الاسلام لو علم الشفيع البيع عند احد هذه الثلثة نطلب و اشهد عليه يكفيه فلا حاجة الى طلب الاشهاد ثانيا ومدة هذا الطلب مقدرة بالتمكن من الاشهاد مع القدرة على احد هذه الثلثة۔

(١٠٠) شیخ الاسلام نے بیان کیا ہے کہ اگر ان تینوں میں سے کسی جگہ شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اُسجگہ اُس نے کسیکو گواہ کر دیا تو اسقدر اثبات شفعہ میں اوسکے لیئے کافی ہے اور دوبارہ طلب اشہاد کے حاجت نہیں ہے اور طلب کرنیکے مدت اُس قدر ہے جس میں وہ ان تینوں میں سے کسی جگہ جا کر گواہ کر سکے۔

(١٠١) فان ترك الاقرب من هؤلاء وطلب الابعد فى مكان اخر بطل شفعته الا ان يكونوا فى مصر

(١٠١) اگر ان تینوں میں سے شفیع نے قریب کو چھوڑ کر بعید کو دوسری جگہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہو جاوے گا مگر جس صورت میں کہ یہ سب ایک شہر میں ہوں۔

(١٠٢) وعن محمد انها مقدرة بثلثة ايام۔

(١٠٢) امام محمد رح سے طلب اشہاد کے مدت تین روز مروی ہیں۔

(١٠٣) وعن الشافعى ان له الطلب فى جميع عمره۔

(١٠٣) امام شافعی رح سے مروی ہے کہ شفیع کو تمام عمر طلب اشہاد کرنے کا اختیار ہے۔

(١٠٤) وتاخير الخصومة وسمى طلب التملك بعد الاشهاد لا يسقطها اى الشفعة عند ابى حنيفة لان الحق متى تقرر لم يسقط الا باسقاط صاحبه بلسانه كما فى سائر الحقوق وعليه الفتوى۔

(١٠٤) طلب اشہاد کے بعد اگر خصومت میں دیر ہو جائے تو امام صاحب کے نزدیک شفعہ نہیں ساقط ہوتا کیونکہ جب کوئی حق ثابت ہو جاتا ہے توجب تک وہ شخص اپنی زبان سے اُسکو ساقط نکریں وہ ساقط نہیں ہو سکتا تمام حقوق کا یہی حال ہے اسی قول پر فتوی ہے اور خصومت کو طلب تملک کہتے ہیں۔

(١٠٥) ويسقطها اى ابو يوسف شفعته بترك المحاكمة يعنى المرافعة الى القاضى مع القدرة على ذلك لانه دليل الاعراض والتسليم كما فى تاخير الطلبين الاولين۔

(١٠٥) امام ابو یوسف کے نزدیک اگر شفیع با وجود قدرت کے قاضی کی طرف چارہ جوئی نہ کرے تو حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اسلیے کہ طلب نہ کرنا اعراض کرنے تسلیم کرنیکی دلیل ہے جس طرح پہلے دونوں طلبوں میں تاخیر کرنے سے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔

(۱۰۶) وقدره ای محمد ما ان ترك المحاكمة بشهر لان الشهر ادنى الآجال وما دونه عاجل كما سيجیء في الايمان من غير عذر۔

(۱۰۶) امام محمد رح نے بلا عذر چارہ جوئی نہ کرنیکی مدت ایک مہینہ معین کی ہے کیونکہ ایک مہینہ اونی درجہ کی مدت ہے اور ایک مہینہ سے کم عجلت میں داخل ہے چنانچہ کتاب الایمان میں اسکا بیان آتا ہے۔

(۱۰۷) قید به لانه لو كان لعذر كمرض وسفر او عدم قاض يرى الشفعة بالجوار في بلده لا يسقط اتفاقا۔

(۱۰۷) تاخیر میں بلا عذر کی قید اسلیے لگائی ہے کہ اگر کسی عذر سے تاخیر ہوئی مثلا وہ بیمار تھا یا سفر میں تھا یا اُسکے شہر میں ایسا قاضی موجود نہ تھا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو تو بالاتفاق شفعہ ساقط نہو گا۔

(۱۰۸) وفي الجامع الخاني الفتوى اليوم على قول محمد لتغير احوال الناس في قصد الاضرار۔

(۱۰۸) جامع خانی میں ہے کہ آج کل امام محمد رح کے قول پر فتوا ہے اسلیے کہ ضرر رسانی میں لوگوں کا حال متغیر ہوگیا ہے۔

(۱۰۹) واذا ادعى الشراء اي اذا ادعى الشفيع ان المشترى اشترى الدار المشفوعة وطلب الشفعة سأل القاضي المشترى بان يقول الدار التي يشفع بها الشفيع هل هي الملك وانما احتيج الى هذا السوال لانه بمجرد كونها في يده لا يستحق الشفعة فان اعترف بملكه الذي يشفع به ثبت كونه خصما باعترافه۔

(۱۰۹) جسوقت شفیع دعوے کرے کہ فلان شخص نے فلان مکان جس میں میرا شفعہ ہے خرید کیا ہے اور میں اُسکا شفعہ چاہتا ہوں اوسوقت قاضی کو مشتری سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ جس مکان میں شفیع شفعہ کرتا ہے وہ مکان شفیع کی ملک ہے یا نہیں اور اس سوال کے اسلیے حاجت ہے کہ صرف شفیع کے قبضہ سے اوس کو حق شفعہ ثابت نہو گا اگر مشتری نے اوس مکان کے شفیع کی ملک ہونے کا اقرار کر لیا تو اوس کے اقرار ہی سے ثابت ہو گیا کہ وہ شفیع کا مخاصم ہے۔

(۱۱۰) والا كلفناه البينة اي ان لم يعترف به كلف القاضي الشفيع باقامة البينة على انه مالك بما يشفع به۔

(۱۱۰) اگر قاضی نے مشتری سے اس مکان کی ملکیت کا سوال کیا اور مشتری نے ملکیت کا اقرار نہ کیا تو قاضی کو شفیع سے کہنا چاہیے کہ اپنے شفعہ پر گواہ سنا دے۔

(۱۱۱) وقال زفر يكون خصما بلا بينة لان ظاهرة اليد دليل الملك

(۱۱۱) امام زفر کے نزدیک شفیع کو مخاصمت میں گواہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ شفیع کا ظاہری قبضہ ثبوت ملک کے لئے کافی ہے

(١١٢) ولهذا يجوز للشهود ان يشهدوا بالملك بمشاهدة اليد ولنا ان ظاهر الملك يصلح للدفع دعوى الغير لا الاستحقاق به۔

(١١٢) ظاہری قبضہ ملکیت کی دلیل ہو جاتا ہے اسی لئے اگر کوئی شخص کسی کے قبضہ میں کوئی چیز دیکھے تو اوس شخص کو اسبات کی گواہی دینی درست ہو جاتی ہے کہ وہ شَے اوس قابض کی مملوک ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ظاہر قبضہ غیر کا دعویٰ دفع کرنے کے لئے کافی ہو سکتا ہے دوسرے کا حق ثابت ہونے کے لئے کافی نہیں ہو سکتا

(١١٣) فان عجز اى الشفيع عن اقامة البينة استحلف المشترى ما يعلم به اى يحلف بان يقول بالله ما اعلم ان الشفيع مالك لما يشفع به۔

(١١٣) صورت مذکور میں اگر شفیع گواہ نہ لا سکا تو قاضی کو مشتری سے اس بات کا حلف لینا چاہیئے کہ مجھکو شفیع کی ملکیت بذریعہ شفعہ کے خدا کی قسم معلوم نہیں ہے۔

(١١٤) وانما يستحلف على نفى العلم لانها يمين على فعل الغير۔

(١١٤) عدم علم کی قسم مشتری سے اس لئے لیجاتی ہے کہ یہ دوسرے کے فعل پر قسم ہے۔

(١١٥) هذا اذا قال المشترى ما أعلم واما لو قال أعلم انه غير مالك للشفيع يحلف على البتات من فصول استروشنيه

(١١٥) یہ اوس وقت ہے جبکہ مشتری عدم علم بیان کرے اور اگر اوس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ وہ شفیع کی نہیں ہے تو اوس سے علم قطعی پر حلف لیا جاوے گا۔

(١١٦) فان نكل اى المشترى اليمين او برهن الشفيع اى اقام بينة على مدعاه سأل القاضى المشترى عن الشراء ليثبت كونه خصما عنده فان اعترف ليسمع دعوى الشفيع فان انكر الشراء طولب الشفيع بالبينة على الشراء لانه هو المدعى

(١١٦) اگر مشتری نے قسم سے انکار کیا یا شفیع نے اپنے مدعا پر گواہ سنا دیئے تو قاضی مشتری سے اوس شَے کے خریدنے کا سوال کریگا تاکہ عند القاضی اوس کا مخاصم ہونا ثابت ہو جائے پس اگر مشتری خریدنے کا اقرار کرے تو شفیع کا دعویٰ مسموع ہو گا اور اگر مشتری نے خریدنے سے انکار کیا تو شفیع سے خریدنے پر گواہ طلب کئے جاوینگے کیونکہ وہ مدعی ہے۔

(١١٧) فان عجز استحلف المشترى ان طلب الشفيع لان اليمين حقه فلا يحلفه القاضى بدون طلبه ما ابتاع اى يقول فى حلفه بالله ما اشتريت الدار المشفوعة وهذا يمين على سبب وهو قول ابى يوسف

(١١٧) اگر شفیع خریدنے پر گواہ نہ لا سکا تو مشتری سے یہ حلف لینا چاہئے کہ خدا کی قسم میں نے مکان مشفوعہ کو نہیں خریدا ہے اور یہ سبب پر قسم لینا ہے اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے کیونکہ مدعی نے اصل خریدنے کا دعویٰ کیا ہے تو اوسی کے نفی پر مدعی علیہ سے حلف لیا جاوے گا اس لئے کہ حلف دعویٰ کے آگے واجب ہوتا ہے۔ مگر مشتری سے حلف اوس وقت لیا جاوے گا

لان المدعی ادعی اصل الشراء فينبغی ان يستحلف علی نفيه لان اليمين انما يجب بحسب الدعوی وما يستحق عليه هذه الشفعة ای يقول فی حلفه بالله ما يستحق الشفيع هذه الشفعة علی وهذا ايمان علی الحاصل وهو قول ح ومحمد لان فی الاستحلاف علی السبب اضرارا للمدعی عليه لجواز ان يكون قد فسخ العقد واذا استحلف علی الحاصل يكون رعاية لحقهما

جب شفیع بھی حلف لینا چاہے اس لئے کہ حلف لینیکا حق اوسی کو ہر بغیر اوسکے درخواست کے قاضی مشتری سے حلف نہین لے سکتا ہے اور امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک اس صورت مین مشتری سے یہ حلف لینا چاہئے کہ خدا کی قسم میرے اوپر شفیع اس شفعہ کا مستحق نہین ہے اور یہ حاصل پر قسم لینا ہے ان دونون کی دلیل یہ ہے کہ کہ سبب پر حلف لینے مین مدعی علیہ پر ضرر کا احتمال ہر اور ممکن ہے کہ بیع ہو چکا ہو کر اوسکا فسخ ہو گیا ہو اور حاصل پر حلف لینے مین کسیکی حق تلفی نہین ہے بلکہ دونون کی رعایت ہے۔

(۱۱۸) الا ان يدعی الشفعة علی من لا يراها بالجوار ويستحلف علی السبب لانه لو حلف فيه علی الحاصل يصدق فی يمينه فی اعتقاده فيفوت النظر فی حق المدعی۔

(۱۱۸) اگر شفیع نے اپنا مقدمہ ایسے قاضی کے روبرو دائر کیا جو شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا تو وہان بالاتفاق سبب پر حلف چاہئے کیونکہ اگر وہان بھی حاصل پر حلف لیگا اور قاضی نے اپنے اعتقاد کے موافق اوسکی تصدیق کرلے تو مدعی کا حق تلف ہو جاوے گا۔

(۱۱۹) فان نكل ای المشتری قضی بها ای بالشفعة۔

(۱۱۹) اگر مشتری نے حلف سے انکار کیا تو شفیع کے لئے شفعہ کا حکم دیا جاوے گا۔

(۱۲۰) اعلم انه ذكر فی هذا الكتاب ومتن الكنز ان القاضی يسأل المدعی عليه عن ملك الشفيع اولا وليس كذلك بل يسأل القاضی اولا المدعی عن موضع الدار وحدودها لانه ادعی فيها حقا فلابد ان تكون معلومة كما لو ادعی رقبتها فاذا بين الشفيع ذلك سأله هل قبض المشتری الدار لانه

(۱۲۰) معلوم کرو کہ اس کتاب مین اور متن کنز مین یہ مسئلہ مذکور ہے کہ قاضی اولاً مدعی علیہ سے شفیع کی ملکیت کا سوال کرے حالانکہ یہ بات ٹھیک نہین ہے بلکہ اولاً قاضی کو مدعی سے اوس مکان کا پتا اور اوس کے حدود دریافت کرنی چاہئیں اس لئے کہ وہ اوس مکان مین اپنا حق بیان کرتا ہے لہذا اوس مکان کا تعین ضروری ہے جیسے کہ اگر کوئی شخص مکان کی ملکیت کا دعوی کرے تو اوس شخص سے حدود اور پتا دریافت کیا جاتا ہے اور جب شفیع

ولو لم يقبضها لا يسمع دعواه على المشتري
حتى يحضر البائع فاذا ابان ذلك
سأله عن سبب شفعته لاحتمال
ان يزعم ما ليس بسبب سببا او يكون
هو محجوبا بغيره فاذا ابين سببا صالحا
وانه غير محجوب بغيره سأله انه متى
علم وكيف صنع حين علم لانها تبطل
بطول الزمان وبما يدل على الاعراض
فاذا ابين ذلك سأله عن طلب التقرير
وكيف كان وعند من اشهد وهل
كان الذي اشهد عنده اقرب من
غيره على ما بينا فاذا ابان ذلك
كله اقبل على المدعى عليه وسأله
عن ملك الشفيع الى آخر ما ذكرنا
في التبيين۔

(۱۲۱) ولا يلزم الشفيع احضار الثمن
الى مجلس القاضي وقت خصومته
الا بعد القضاء بها اي بالشفعة لان
الثمن لا يجب عليه قبل القضاء بالشفعة
ولا يجب احضاره۔

(۱۲۲) والزمه اي محمد الشفيع به
قبله اي باحضار الثمن قبل القضاء
فلا يقضي القاضي بها اذا لم يحضره
لاحتمال ان يكون الشفيع مفلسا
ويتوى مال المشتري۔

پتا وغیرہ دریافت کر لے تو قاضی اوس سے دریافت کرے کہ
مشتری نے اوس مکان پر قبضہ کر لیا ہے یا نہیں اسلیے کہ اگر قبضہ
نہیں کیا ہے تو مشتری پر شفیع کا دعوی جبتک بائع حاضر نہو صحیح نہوگا۔ جب
شفیع اس بات کو بیان کر دے تو اوس سے شفعہ کرنے کا سبب دریافت
کرنا چاہیے ممکن ہے کہ اوس نے غیر سبب کو اپنی دانست میں سبب سمجھا ہو یا
اوس کے حق پر کوئی دوسرا شفیع مقدم ہو جب شفیع ٹھیک ٹھیک ان
باتوں کو بیان کر دے تو اوس سے یہ دریافت کرنا چاہیے کہ تجھکو
بیع کا علم کب ہوا اور جب تجکو علم بالبیع ہوا تو تو نے کیا کیا اس لیے
کہ تاخیر کرنے یا کسی ایسی چیز کے پائے جانے سے جس سے اعراض سمجھا
جاوے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے جب شفیع یہ بھی بیان کر دے تو اوس سے
طلب تقریر کا سوال کرے کہ کسطرح اوس نے طلب کیا اور کس کے پاس لوگوں کو گواہ
کیا وہ بہ نسبت دوسرے کے اقرب تھا یا نہیں غرض جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں
اوسی ترتیب سے اوس سے سوال کیے جاویں جب شفیع ان سب باتوں کا جواب دیدے
تو اب قاضی کو مدعی علیہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اوس سے شفیع کی
ملکیت وغیرہ اور اوسکے متعلق سب باتیں دریافت کرنی چاہییں

(۱۲۱) شفیع کو ضرور نہیں ہے کہ قاضی کے پاس اوس مکان
کی قیمت خصومت کے وقت لاکر موجود کرے بلکہ اسوقت موجود
کرنا ضروری ہے کہ جب قاضی اوس کے لیے شفعہ کا حکم دیدے
کیونکہ قبل از حکم قاضی زر ثمن شفیع پر واجب نہیں ہوتا
اور نہ اوس کا موجود کرنا اوس پر ضروری ہے۔

(۱۲۲) امام محمد رح کے نزدیک قبل از حکم قاضی
شفیع پر زر ثمن کا موجود کر دینا ضروری ہے جبتک
زر ثمن موجود نہوگا قاضی شفعہ کا حکم نہ دیگا
کیونکہ اگر شفیع مفلس نکلا تو مشتری کا مال تلف
ہو جاوے گا۔

(۱۲۳) وهو رواية اي قول محمد رواية عن ح۔

(۱۲۳) ایک روایت میں امام صاحب سے بھی یہ قول مروی ہے کہ قبل از حکم قاضی شفیع پر زرثمن کا موجود کرنا ضروری ہے۔

(۱۲۴) ولو حكم القاضي قبل احضار الثمن فللمشتري ان يحبس العقار حتى يدفع الثمن اليه لانهما بمنزلة البائع والمشتري

(۱۲۴) اگر قاضی نے زرثمن موجود ہونے سے پہلے شفیع کو شفعہ کا حکم دیدیا تو مشتری کو اسبات کا اختیار ہے کہ جبتک اوسکو زرثمن نہ ملے مبیع کو روکے رہے کیونکہ وہ دونوں بمنزلہ بائع ومشتری کے ہیں۔

(۱۲۵) واذا كان المبيع في يد البائع لم يسمع البينة اي القاضي بينة الشفيع ولم يقض له بالشفعة حتى يحضر المشتري لان للبائع يدًا وللمشتري ملكا فلابد من اجتماعهما ولو قضى بها قبل حضوره يكون قضاء على الغائب وانه لا يجوز۔

(۱۲۵) جبتک مبیع بائع کے قبضہ میں ہو قاضی شفیع کے گواہ نہ سنے گا اور شفعہ کا حکم نہ دے گا جبتک کہ مشتری موجود نہو کیونکہ قبضہ بائع کا ہے اور ملک مشتری کی ہے اس لیے دونوں کا اجتماع ضروری ہے اور اگر مشتری کے حاضر ہونے سے پہلے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا تو وہ قضا علی الغائب ہونے کی وجہ سے نافذ نہ ہوگا۔

(۱۲۶) بخلاف ما بعد القبض حيث لا يشترط حضور البائع لان العقد قد انتهى بالتسليم الى المشتري فصار البائع اجنبيا فيفسخ البيع بحضرته اي بحضرة المشتري ويقضى بها اي بالشفعة۔

(۱۲۶) مشتری کا قبضہ ہو جانے کے بعد بائع کا حاضر ہونا ضروری نہیں ہے اس لئے کہ قبضہ سے بیع تمام ہوچکی اور بائع اجنبی ہوگیا پس صرف مشتری کے موجودگی میں بیع فسخ ہوجاوے گی اور شفعہ کا حکم دے دیا جاوے گا۔ اگرچہ بائع اوس جگہ موجود نہو۔

(۱۲۷) ويجعل العهدة اي ضمان الثمن عند الاستحقاق على البائع اذا اخذ الشفيع الدار من يده لانه اذا اخذها منه ينفسخ العقد الذي جرى بين البائع والمشتري فيكون متملكا على البائع فكانه اشترى

(۱۲۷) اگر شفیع نے وہ مکان بائع کے قبضہ میں سے لیا تھا اور اب اوسمیں کسی کا حق برآمد ہوا تو بائع اوسکے زرثمن کا ضامن ہوگا اس لئے کہ جب شفیع خود بائع سے مبیع کو لے لیا ہے تو بائع اور مشتری کے مابین جو عقد ہوا تھا فسخ ہوجاوے گا اور بائع کی طرف سے شفیع کو یہ ملکیت حاصل ہوگی اور یہ سمجھا جاوے گا کہ اوسنے بائع سے اس مکان کو خریدا ہے لہذا وہی ذمہ دار ہوگا

منه فيكون العهدة عليه لا على المشتري

اور مشتری سے کچھ واسطہ نہو گا۔

(١٢٨) اي قال الشافعي العهدة على المشتري سواء اخذها من البائع او المشتري لان العقد لا ينفسخ ويكون متملكا على المشتري فيكون العهدة عليه كما لو اخذها منه۔

(١٢٨) امام شافعیؒ کے نزدیک ہر صورت مشتری زر ثمن کا ذمہ دار ہوتا ہے خواہ شفیع نے اوس مکان کو بائع کے پاس سے لیا ہو یا مشتری کے پاس سے اس لئے کہ بائع اور مشتری میں جو عقد ہوا ہے وہ فسخ نہو گا اور شفیع کو یہ ملکیت ہر حال مشتری کی طرف سے حاصل ہو گی پس وہی ذمہ دار ہو گا۔

(١٢٩) ويرد الشفيع الدار المشفوعة بخيار الرؤية والعيب لان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء لانه مبادلة المال بالمال شرط المشتري البراءة عن خيار العيب في عقده لان الخيار حق للشفيع فلا يسقط باسقاط المشتري

(١٢٩) اگر مشتری نے خریدتے وقت خیار عیب سے بری ہونے کی قید لگا دی ہو اوس وقت میں بھی شفیع کو اختیار ہے کہ بسبب خیار عیب یا خیار رویت کے اوس مکان کو واپس کر دے کیونکہ خیار العیب شفیع کا حق ہے مشتری کے ساقط کر دینے سے وہ ساقط نہیں ہوتا۔

(١٣٠) ومن اشترى لغيره كان خصما للشفيع لان الاخذ بالشفعة من حقوق العقد فيتوجه الى الوكيل لانه هو العاقد۔

(١٣٠) اگر ایک شخص نے دوسرے کے لئے ایک مکان خریدا تو یہی شخص شفیع کا مدمقابل سمجھا جاوے گا اس لئے کہ شفعہ عقد کے متعلق ہے پس جس نے عقد کیا ہے اوس ہی سے شفعہ کا مواخذہ کیا جاوے گا۔

(١٣١) الا بالتسليم الى الموكل يعني اذا سلم الوكيل المبيع الى الموكل يخرج عن كونه خصما لانه لا يد له ولا ملك فيكون الخصم هو الموكل۔

(١٣١) اگر وکیل نے اپنے موکل کے لئے مکان خرید کر کے موکل کو دیدیا تو اب شفیع کو اس وکیل سے خصومت کا استحقاق نہوگا بلکہ موکل سے خصومت کرنا چاہئے اس لئے کہ وکیل نہ قابض ہے نہ مالک۔

(١٣٢) ولو قال المشتري لوكيل الشفيع قد سلم موكلك الشفعة يامر ابو يوسف رح بتاخير القضاء حتى يحضر الموكل فيحلف على انه لم يسلمها لانه لو قضى بها في الحال ثم حضر الشفيع

(١٣٢) امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں اگر مشتری نے شفیع کے وکیل سے کہا کہ تیرے موکل نے حق شفعہ ترک کر دیا ہے تو قاضی کو حکم دینے میں موکل کے حاضر ہونے اور اوس کے اس بات پر حلف کرنے تک کہ میں نے شفعہ کو ترک نہیں کیا تاخیر کرنا چاہئے اس لئے کہ اگر موکل کے حاضر ہونے سے پہلے شفعہ کا حکم دیدیا اور پھر موکل نے

ونکل عن الیمین لزم نقض القضاء فیجب تاخیرہ صیانۃ لہ عن النقض۔

عدم تسلیم شفعہ پر حلف کرنے سے انکار کیا تو قاضی کو اپنے پہلے حکم کا منسوخ کرنا پڑے گا اس مہلت سے اوسکو دیر کرنی چاہیئے۔

(۱۳۳) وامر بہ ای محمد بقضاء الشفعۃ للحال لان الحق لما ثبت عند القاضی وجب علیہ الحکم بما ظہر عندہ فلا یؤخر لامر موہوم فان الشفیع یحتمل ان لا یحضر اصلا فان حضر ونکل رد الدار علی المشتری۔

(۱۳۳) امام محمد رح فرماتے ہین کہ صورت مذکورہ بالا مین قاضی کو حکم دینے مین انتظار نہ کرنا چاہیئے لیکن فی الفور حکم دینا چاہیئے اس لئے کہ جب عند القاضی ایکا حق ثابت ہو چکا تو قاضی پر اوس کے متعلق حکم دینا فرض ہوگیا صرف امر موہوم کی وجہ سے اوسمین تاخیر نہین کرسکتا ممکن ہے کہ شفیع حاضر نہو اور اگر حاضر بھی ہوا اور حلف سے انکار کیا تو قاضی اوس مکان کو مشتری کے طرف واپس کرادیگا۔

(۱۳۴) ولو باع او وہب یعنی من اشتری دارا فباعہا من غیرہ او وہبہا لہ ثم غاب فادعی الشفیع علی الحاضر ای علی المشتری الثانی او علی الموہوب لہ فانکر الحاضر فاراد الشفیع اقامۃ البینۃ یجعلہ ای ابو یوسف الحاضر خصما فیقبل بینتہ۔

(۱۳۴) ایک شخص نے مکان خریدا بعد ازان دوسرے کے ہاتھ اوسکو بیچ یا ہبہ کردیا بعد ازان وہ غائب ہوگیا اور شفیع نے مشتری ثانی یا موہوب لہ پر دعوی کیا اور اون دونون نے انکار کیا تو شفیع نے گواہ پیش کرنے کا قصد کیا امام ابو یوسف کے نزدیک یہ مشتری ثانی یا موہوب لہ اوس کا مدمقابل قرار دیا جاوے گا اور گواہون کی گواہی مقبول ہوگی۔

(۱۳۵) وقالا لا یکون خصما۔

(۱۳۵) امام محمد اور امام صاحب کے نزدیک مشتری ثانی یا موہوب لہ سے شفیع دعوی نہ کرسکے گا۔

(۱۳۶) لہ ان الموہوب لہ او المشتری الثانی ذو الید ومدع لرقبۃ الدار لنفسہ فیکون خصما لمن ینازعہ کما لو صدقہ فی الدعوی لکن یوخذ منہ کفیل للثمن او یوضع الثمن عند عدل لتظہر ا

(۱۳۶) امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ موہوب لہ یا دوسرا مشتری قابض ہے اور مکان کی ملکیت کا اوسکو دعوی ہے پس جو شخص اوس مکان مین نزاع کرتا ہے لامحالہ یہ دونون اوس کے مدمقابل ہون گے جسطرح یہ موہوب لہ وغیرہ اوسکے دعوی کے تصدیق کردے تو اس تصدیق کا اعتبار کیا جاتا ہے مگر صورت مذکورہ مین

الغائب ولهما ان القضاء على الغائب قصدا لا يجوز وفي جعله خصما ابطال حق الغائب قصدا فلا يجوز بخلاف ما اذا صدقه لان الاقرار حجة قاصرة فلا يتعدى عن نفسه واما البينة فحجة متعدية يظهر بها القضاء على الغائب۔

شفیع کیطرف سے کسی شخص کو کفیل کرلینا چاہئے یا اوس سے زرثمن لیکر کسی عادل شخص کے پاس رکھدینا چاہئے تاکہ اوس غائب کی حق تلفی نہو اور امام محمد اور امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ قصدًا غائب پر کوئی حکم دینا درست نہیں ہے اور مشتری ثانی یا موہوب لہ کو اگر شفیع کا مدمقابل ٹہیرایا گیا تو اسمین قصدًا غائب کا حق باطل کرنا ہے لہذا اونکا مدمقابل ٹہرنا جائز نہوگا بخلاف صورت تصدیق کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر کی ذات سے تجاوز نہیں کرسکتا اور بینہ حجت متعدیہ ہے کہ اوس کے سبب سے غائب پر حکم دینا پڑتا ہے۔

۱۳۷، **فصل** فيما تبطل به الشفعة وما لا تبطل۔

(۱۳۷) **فصل** شفعہ کے بطلان اور عدم بطلان کی صورتون کے بیان مین۔

۱۳۸، ولو ترك الاشهاد على طلبه مع القدرة او صالح من شفعته على عوض او باع ما يشفع به بيعا باتا قبل القضاء بها اى بالشفعة مطلقا اى علم بشراء العقار او لم يعلم او ساوم المشترى اى طلب الشفيع ان يشترى منه او استاجر منه العقار من المشترى او اخذه اى العقار من المشترى مزارعة او معاملة اى مساقاة مع علمه بالشراء او مات اى الشفيع قبل القضاء بها بطلت جواب لو۔

(۱۳۸) اگر شفیع نے باوجود قدرت کے طلب پر گواہ کسیکو نہ کیا یا کچھ عوض لیکر شفعہ سے صلح کرلی یا ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تہا کہ شفیع نے اپنے مکان کی جسکے ذریعہ سے شفعہ کرتا تہا کسی سے بیع قطعی کردی خواہ اوسکو مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو یا مشتری سے خریدنے کے ارادہ سے اوس مکان کی قیمت ٹھیرا لی۔ یا مشتری سے اوسکو کرایہ پر لیا یا زمین کو مشتری سے کاشتکاری یا باغ لگانیکی غرض سے لیا باوجودیکہ شفیع کو زمین کے فروخت ہونے کا علم تہا یا ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تہا کہ شفیع فوت ہوگیا ان سب صورتون مین شفعہ باطل ہوجاوے گا۔

۱۳۹، قيدنا البيع بالبات لانه لو باع ما يشفع به بالخيار لا يبطل شفعته ما دام الخيار ثابتا لان

(۱۳۹) صورت مذکورہ بالا مین بیع کے اندر قطعی کی قید اس لئے زیادہ کی ہے کہ اگر شفیع نے بیع قطعی نہین کی بلکہ بیع بالخیار کے تو جبتک کہ اختیار ثابت ہے حق شفعہ

الملك لم يزل ولو رجع اليه عقاره بخيار او عيب بقضاء او بغيره لا يعود اليه حق الشفعة لانها لما بطلت لا تعود الا بسبب جديد۔

۔۔۔ ساقط نہوگا کیونکہ اُسوقت تک شفیع کے ملک زائل نہوگی۔ اور اگر بحکم قاضی بوجہ خیار یا عیب کے اُس کی جائداد واپس ہوگئی تو حق شفعہ دوبارہ ثابت نہوگا کیونکہ حق شفعہ جب باطل ہوچکا تو اب سبب جدید سے اُسکا اعادہ ہوسکتا ہی ورنہ نہیں ہوسکتا۔

(۱۴۰) قيد بقوله قبل القضاء لانه لو باع ما يشفع به بعد القضاء لا تبطل شفعته لتاكيده بالقضاء۔

(۱۴۰) قبل حکم قاضی کے قید اسلیے لگائی تھی کہ اگر شفیع نے اپنے مکانکو بعد از حکم قاضی بیع کیا ہو تو اب شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ قاضی کے حکم سے شفعہ کو استحکام ہوگیا۔

(۱۴۱) فالآن نشرع في بيان عللها على الترتيب اما بطلان الشفعة في المسئلة الاولى فلان تركه يدل على الاعراض واما في الثانية فلان الشفيع ليس له حق في المحل وانما الثابت له حق التملك وهو فعله والفعل لا يتقوم الا بالعقد فلم يجز اعتياضه فتبطل شفعته لانه اسقطها واما في الثالثة فلزوال سبب الاستحقاق فلا يتوقف على العلم واما في سومه فلدلالته على الاعراض عن الشفعة وكذا في العقود الباقية وانما شرط فيها العلم بالشراء لان دلالتها على الاعراض ليست بصريحة بخلاف تسليم الشفعة حيث يسقط به مع الجهالة بالشراء لانه صريح في الاسقاط كالطلاق۔

(۱۴۱) اب ہم بہ ترتیب ان مسائل کے وجوہ بیان کرتے ہیں مسئلہ اولے میں بطلان شفعہ کے یہ وجہ ہی کہ اُسکو ترک کردینا اعراض کے دلیل ہی مسئلہ ثانیہ میں یہ وجہ ہی کہ شفیع کو حق فی المحل نہیں ہی صرف حق تملک ہے اور وہ اُسکا فعل ہی اور فعل کو بغیر عقد کے قرار نہیں ہی تو اُسکا عوض دینا صحیح نہوگا اور شفعہ باطل ہوگا کیونکہ وہ اُسکو خود باطل کرچکا اور تیسری صورت میں اسلیے کہ وہ جبکہ اپنے مکان کے بیع قطعی کرچکا تو استحقاق شفعہ کا سبب جاتا رہا خواہ اُسکو مکان مشفوعہ کے بیع کا علم ہوا ہو یا نہوا اور مشتری سے قیمت ٹھیرانے کی صورت میں اسلیے شفعہ باطل ہوجاتا ہی کہ قیمت ٹھیرانے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ شفعہ کی طرف اُسکو توجہ نہیں ہی۔ وعلی ہذا القیاس باقی صور مذکورہ میں۔ اور ان صورتوں میں یہ قید کہ شفیع کو مکان مشفوعہ کے بیع کا حال معلوم ہو اسلیے لگائی ہی کہ ان صورتوں میں صراحتہً اعراض نہیں ثابت ہوتا بخلاف اُس صورت کے کہ شفعہ کو ترک کردے کہ باوجود لاعلمی کے شفعہ باطل ہوجاویگا کیونکہ شفعہ کے ترک کرنے میں صراحتہً اُسکا اسقاط ہے جیسے طلاق میں۔

(١٤٢) ولا نورث الشفعة اذا مات الشفيع بعد البيع قبل القضاء.

(١٤٢) ہمارے ائمہ کے نزدیک اگر شفیع قبل از حکم و بعد از بیع مر جائے تو اوسکے وارثوں کو حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔

(١٤٣) وقال الشافعي يورث الشفعة عن الشفيع ويقسم بين ورثته على عدد رؤسهم والذكر والانثى فيه سواء۔

(١٤٣) امام شافعی رح کے نزدیک شفعہ میں توریث جاری ہوتے ہیں اور بشمار ورثہ کے حق شفعہ اُن پر تقسیم ہوتا ہے اور مرد و عورت کے لیے برابر حق ہوتا ہے۔

(١٤٤) قيدنا بقولنا قبل القضاء لانه لو مات بعد القضاء بها قبل نقد الثمن وقبضه فالبيع لازم لورثته اتفاقا كذا في الحقائق.

(١٤٤) قبل از حکم کے قید اسلیے لگائی تھی کہ اگر شفیع نے بعد از حکم قاضی انتقال کیا ہو اور اُس نے ہنوز زرِ ثمن بائع کو نہیں دیا تھا تو بالاتفاق اُسکے وارثوں کو وہ بیع لازم ہو جاویگی۔

(١٤٥) له انه حق معتبر في الشرع كالقصاص فيورث ولنا ان الشفعة هي ولاية التملك وهي لا تبقى بعد موت صاحبها فكيف يورث عنه بخلاف القصاص لان من عليه القصاص صار كالمملوك لمن له القصاص حتى صح الاعتياض عنه والعين المملوكة تبقى بعد موت المالك۔

(١٤٥) امام شافعی رح کے دلیل یہ ہے کہ شفعہ شرع میں ایک معتبر حق ہے مثل قصاص کے اسلئے اُس میں توریث جاری ہوگی ہمارے ائمہ کی یہ دلیل ہے کہ شفعہ فی الحقیقت ولایت تملک کا نام ہے اور ولی کے مر جانے کے بعد ولایت باقی نہیں رہتی جب باقی نہیں رہی تو اُس میں توریث کیونکر جاری ہو سکتی ہے بخلاف قصاص کے کہ اُسمین قاتل ورثہ مقتول کیلئے مثل مملوک کے ہو جاتا ہے اسی وجہسے اُسکا عوض دینا صحیح ہے اور شے مملوک مالک کے مر جانے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

(١٤٦) وفي المحيط لو باع حق الشفعة من انسان لا يكون تسليما لها لان البيع لم يصادف محله۔

(١٤٦) محیط میں مذکور ہے اگر حق شفعہ کسی انسان کے ہاتھ بیع کر دیا تو یہ ترک شفعہ نہ سمجھا جاوے گا کیونکہ یہ بیع بے محل ہے۔

(١٤٧) ولو قال اجنبي للشفيع سلم حق الشفعة للمشتري فقال سلمت لك صح استحسانا لان اللام للتعليل

(١٤٧) اگر ایک اجنبی شخص نے شفیع سے کہا کہ حق شفعہ مشتری کو تسلیم کر دے شفیع نے جواب دیا کہ میں نے تیرے لیے تسلیم کر دیا تو استحسانا یہ تسلیم کرنا صحیح ہوگا اور تیرے لیے کے معنے یہ ہونگے کہ تیری خاطر سے میں نے

فكانه قال سلمتها لمو مثلك-

حق شفعہ مشتری کو تسلیم کر دیا۔

(۱۴۸) وان مات المشترى لم تبطل الشفعة لان سبب الاستحقاق قائم حتى لايباع في دين المشترى لان حق الشفيع كان مقدما على المشترى فكذا يكون مقدما على من تلقى الحق من قبله-

(۱۴۸) اگر مشتری مر گیا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے استحقاق شفعہ کا حق برابر قائم ہے حتی کہ مشتری کے دین میں مکان مشفوعہ کی بیع نہیں ہو سکتی کیونکہ شفیع حق مشتری پر مقدم ہے تو اسیطرح جو مشتری کی طرف سے حق لینا چاہے گا اُس پر بھی مقدم ہوگا۔

(۱۴۹) ولو بيع فللشفيع نقضه وان باعه القاضي-

(۱۴۹) اگر مشتری مر گیا اور اُسکے دین میں وہ مکان مشفوعہ بیع ہوا تو شفیع اوس بیع کے فسخ کرانیکا مجاز ہے اگرچہ وہ بیع خود قاضی کا

(۱۵۰) ولا شفعة لوكيل البائع ان كان شفيعا لان البائع لو كان شفيعا لم يكن له الاخذ بالشفعة لان البيع تمليك والاخذ بالشفعة تملك وبينهما منافاة فكذا الوكيل القائم مقامه-

(۱۵۰) اگر مالک مکان نے شفیع کو اوس مکان کے بیع کا وکیل کیا تو پھر اس شفیع کو حق شفعہ نہوگا کیونکہ بیع میں اگر بائع خود شفیع ہوتا تو بذریعہ شفعہ کے اوس مکان کو نہیں لیسکتا تھا اسلیے کہ بیع کے اندر مالک کرنا اور شفعہ میں خود مالک بننا ہوتا ہے اور ان دونوں میں منافات ہے اسلیے وکیل کو بھی جو بائع کا قائم مقام ہے حق شفعہ نہیں۔

(۱۵۱) ولا لمن ضمن الدرك يعني من ضمن للمشترى عن البائع الدرك وهو تبعة الاستحقاق ان كان شفيعا فلا شفعة لان ضمان الدرك تقرير البيع في يد المشترى ففي اخذه بالشفعة ابطال ذلك فلم يصح-

(۱۵۱) جو شخص بائع کی طرف سے مشتری کیلیے اسبات کا ضامن ہو کہ اگر اس بیع میں بعد کو کوئی قضیہ پیش آئے تو میں اُس کا ذمہ دار ہوں تو اُس کو بھی حق شفعہ نہیں ہے کیونکہ جب وہ اسبات کا ضامن ہو گیا ہو تو گویا اُس نے بیع کو ثابت کر دیا اب اُس میں شفعہ کا دعوے کرنا اُس بیع کو باطل کرنا ہے۔

(۱۵۲) بخلاف وكيل المشترى حيث له الشفعة لان المشترى لو كان شفيعا لم تبطل شفعته فكان له

(۱۵۲) اگر مشتری نے ایک شخص کو خریدنے کیلیے وکیل کیا تو اُس شخص کا شفعہ باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ مشتری اگر خود شفیع ہوتا تو اُسکا شفعہ باطل نہوتا پس یہ شخص ور شفعہ

ان يشارك سائر الشفعاء ان لم يقدموا عليه لان الاخذ بالشفعة تملك كالشراء فيكون مقدارا له فكذا وكيله۔

شفعہ کے اندر شریک ہو سکتا ہے اگر انکو اُسپر تقدم نہو اسلیے کہ جسطرح خریدنے میں مالک بننا مقصود ہوتا ہے اسیطرح شفعہ میں بھی مقصود ہوتا ہے پس خریدنے میں شفعہ بھی شامل ہو سکتا ہے اور شخص اسکا وکیل ہے پس حق شفعہ اس شخص کا باطل نہوگا

(۱۵۳) ولو كان الخيار للبائع وشرطه لثالث فاجاز فهو كالبائع لا شفعة له۔

(۱۵۳) اگر بیع میں بائع کو اختیار حاصل تھا اور اس نے تیسرے ایک شخص کی اجازت شرط کی تھی اور اُسنے اجازت دیدی تو وہ مثل بائع کے ہے اور اُس شخص کا شفعہ جاتا رہا۔

(۱۵۴) وان كان الخيار للمشتري وشرطه لثالث فاجاز فهو كالمشتري فله الشفعة۔

(۱۵۴) اگر مشتری کو بیع کا اختیار تھا اور ایک تیسرے شخص کی اجازت پر اس بیع کو منحصر کیا تھا اور اُس تیسرے نے اُسکو اجازت دیدے تو وہ مثل مشتری کے ہوگا اور اُس کا شفعہ باطل نہوگا

(۱۵۵) ولو باع المريض بمرض الموت من وارثه دارا بمثل القيمة او اكثر واخذ الاجنبي بالشفعة فالبيع والشفعة باطلان عنده

(۱۵۵) اگر ایک بیمار نے مرض الموت کی حالت میں اپنے وارث کے ہاتھ ایک مکان کو خواہ برابر قیمت کے یا زیادہ قیمت پر فروخت کیا پھر ایک شخص نے اسمیں شفعہ کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک وہ بیع اور شفعہ دونوں باطل ہیں۔

(۱۵۶) وقالا بجواز بيعه وبصحة الشفعة منه۔

(۱۵۶) صاحبین کے نزدیک مرض الموت کے بیع اور اُسکے بعد شفعہ دونوں صحیح ہیں۔

(۱۵۷) وعلى هذا الخلاف اذا باع وصي الميت من الوارث ذكره في الفصول۔

(۱۵۷) اگر میت نے ایک شخص کو وصیت کی اور اُس شخص نے میت کے وارث کے ہاتھ ایک مکان کو بیع کیا تو امام اعظم کے نزدیک یہ بیع باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہے

(۱۵۸) لهما ان حق الورثة تعلق بمالية امواله لا باعيانها ولهذا جاز للمورث استبدالها بما يشاء وبهذا البيع لم ينقص ماليتها فلم يقع تصرفه ملاقيا لحق الورثة وله ان الوصية لم تجز لوارث لان فيها ايثار بعض الورثة

(۱۵۸) صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ وارثوں کا حق مورث کے مال کے مالیت کیساتھ متعلق ہوا ہے عین مال کیساتھ متعلق نہیں ہوا ہے اسلیے مورث جیسا چاہے اُنکو بدل سکتا ہے اور اس بیع سے مال کی مالیت میں نقصان نہیں آتا پس اس تصرف کو وارثوں کے حق سے کچھ علاقہ نہوا اور امام ابوحنیفہ رح کے یہ دلیل ہے کہ وارث کیلئے وصیت جائز نہیں ہے اسلیے کہ اسمیں بعض وارثوں کی بعض پر

على الباقين فيؤدي ذلك الى العداوة عرفا والبيع من الوارث كالوصية له لان عين بعض المال قد يكون اولى من ماليته فاذا لم يصح البيع لم يصح الشفعة لبنائها عليه۔

ترجیح لازم آتی ہے اور عرفاً یہ بات باہمی عداوت کا سبب ہوجاتی ہے اور وارث سے بیع کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اُسکے لئے وصیت کرنا کیونکہ بسا اوقات ایک شے کی ذات اسکی مالیت سے بہتر ہوتی ہے پس جبکہ بیع صحیح نہیں ہوئی شفعہ بھی صحیح نہوگا اس لیے کہ وہ بیع پر مبنی ہے۔

(۱۵۹) الا ان یجیزه بقية الورثة لانهم رضوا بسقوط حقهم۔

(۱۵۹) صورت مذکورہ میں اگر باقی ورثہ نے بھی اسکی اجازت دیدی تو یہ بیع صحیح ہوجاویگی کیونکہ خود اُنہوں نے اپنا حق ساقط کیا۔

(۱۶۰) او باقل يعني لو باع المريض من وارثه دارا باقل من قيمتها كمالو باع داره بالفين وقيمتها ثلثة آلاف ثم مات والاجنبي شفيعها ولا مال له غيرها فلا شفعة له اتفاقا۔

(۱۶۰) اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں اپنے کسی وارث کے ہاتھ ایک مکان کم قیمت سے فروخت کیا مثلاً اس مکان کی قیمت تین ہزار روپیہ ہیں اور دو ہزار روپیہ پر فروخت کیا بعد ازاں وہ مرگیا اور اُسکا شفیع ایک اجنبی شخص ہے اور میت نے بجز اس مکان کے کچھ اور نہیں چھوڑا تو بالاتفاق شفعہ نہوگا۔

(۱۶۱) ذكر في المحيط في هذه المسئلة لا شفعة للاجنبي عند ح وله الشفعة بثلثة آلاف عندهما بناء على ما مر من ان بيعه لوارثه لا يجوز عنده ويجوز عندهما سواء كان للمريض مال غيرها اولا فانظر كيف اورد المصنف الخلافية على صيغة الوفاق وقيد بقيد لا احتياج اليه۔

(۱۶۱) محیط میں اس مسئلہ کی اندر مذکور ہے کہ اجنبی کو امام صاحب کے نزدیک اپنا شفعہ نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک شفعہ کرسکتا ہے بشرطیکہ مکان کی اصلی قیمت یعنے تین ہزار روپیہ دیدے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک یہ بیع درست نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک درست ہے خواہ مریض کے پاس بجز اس مکان کے اور مال ہو یا نہو دیکھو کہ مصنف رح نے یہاں اختلافی مسئلہ کو کس طرح بیان کیا ہے کہ اسکا اتفاقی ہونا ثابت ہوتا ہے اور ایسی قید لگائی ہے کہ جس کی حاجت نہ تھی۔

(۱۶۲) ولو باعها اي المريض داره من اجنبي بالمثل اي بمثل القيمة او باكثر ووارثه شفيعها فشفعة الوارث باطلة عند ح لان تلك الصفقة تنتقل الى الوارث بالشفعة

(۱۶۲) اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں اجنبی شخص کے ہاتھ اپنا مکان برابر قیمت یا زیادہ قیمت پر فروخت کیا اور اسکا وارث اسمیں شفیع ہے تو امام صاحب رح کے نزدیک اسمیں شفعہ باطل ہے کیونکہ شفعہ کے سبب سے یہ بیع وارث کے جانب منتقل ہو جاویگی اور ایسا ہوگا کہ گویا اوس نے اپنے

فيصير كانه باعها من وارثه وهذا غير جائز وقالا له الشفعة لان هذا البيع جائز عندهما۔

وارث کے ہاتھہ بیع کی اور یہ جائز نہین ہی اور صاحبینؒ فرماتے ہین وارث شفعہ کرسکتا ہی کیونکہ اُنکی نزدیک یہ بیع درست ہے۔

(۱۶۳) او باقل يعني لو باع المريض داره من اجنبي باقل من قيمتها فلا شفعة له اي للشفيع الوارث اتفاقا

(۱۶۳) اگر ایک شخص نے اپنے مکان کو کسی اجنبی کے ہاتھہ کم قیمت پر فروخت کیا تو اُس شفیع کو جو میت کا وارث بھی ہے بالاتفاق شفعہ نہین ہے۔

(۱۶۴) وفي المحيط مريض باع داره من اجنبي بالفين وقيمتها ثلثة الاف ولا مال له غيرها ثم مات وابنه شفيعها لا شفعة له اتفاقا۔

(۱۶۴) محیط مین مذکور ہی اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت مین اپنے مکان کو جسکی قیمت تین ہزار ہی کسی اجنبی کے ہاتھہ دو ہزار پر فروخت کیا اور بجز اوسکے کوئی مال اُسکے پاس نہ تھا اور مرگیا اور اُسکا بیٹا اُس مکان کا شفیع ہی تو بالاتفاق اُسکو شفعہ نہین ہی

(۱۶۵) وفي رواية الاصل قالا يأخذها بقيمتها لان المريض صار بائعا الدار من الشفيع حكما فصار كما لو باع منه حقيقة بالفين وقيمته ثلثة الاف كان للوارث ان يأخذها بثلثة الاف عندهما۔

(۱۶۵) مبسوط مین ایک روایت ہی کہ صاحبین رح کے نزدیک اُس مکان کی اصل قیمت دیکر وہ وارث لے سکتا ہی کیونکہ حکماً مریض نے شفیع کے ہاتھہ مکان کی بیع کی ہی تو اُسکا حال ایسا ہوا کہ حقیقۃً دو ہزار سے بدست اُس وارث کے بیع کی اور اُسکی قیمت تین ہزار تھی کہ صاحبین رح کے نزدیک اس صورت مین وارث تین ہزار دیکر مکان کو لے سکتا ہی۔

(۱۶۶) في الاصح احترز به عما قيل يجوز له الاخذ عندهما بمثل القيمة وانما احترز عنه لان الشفعة انما شرعت بالثمن وتمام القيمة لم يكن منه فلا يجوز الاخذ به ولا بالثمن لان فيه محاباة للوارث ولا يعمل اجازة الوارث لانه لا يعمل في حق المشتري لان المحاباة يخرج من الثلث وههنا لا مال له غيرها

(۱۶۶) قول صحیح یہی ہی کہ بالاتفاق اس شفیع کو جو کہ میت کا وارث بھی ہی حق شفعہ نہین رہتا اور بعضون نے یہ جو بیان کیا ہی کہ صاحبین کے نزدیک برابر قیمت دیکر وہ شفیع لے سکتا ہی تو یہ قول غیر معتبر ہی اسواسطے کہ شفعہ ثمن کے ساتھہ مقرر کیا گیا ہی اور باقی قیمت ثمن مین داخل نہین ہی اس لئے نہ برابر قیمت سے لے سکتا ہی نہ ثمن سے اس لئے کہ ثمن سے دینا وارث کو کچھہ مال چھوڑ دینا ہی اور اگر دوسرا وارث اجازت دیدے تو اوسکی اجازت دینے کا کچھہ اثر نہوگا کیونکہ مشتری کے حق مین اوسکا کچھہ اثر نہین ہی اس لئے کہ ثلث مال سے درگذر ہوسکتی ہی اور یہان سواے اوس کے مورث کا کچھہ مال نہین ہی دوسرے وارث کا اجازت دینا

واجازة الوارث يتضمن ابطال ملك المشتري لانها متى صحت اخذها الشفيع فيبطل ملكه -

ملک مشتری کا باطل کرنا ہو کیونکہ اگر اجازت صحیح ہو جائیگی شفیع فوراً اوس مکان کو لے لیگا اور مشتری کی مالکیت باطل ہو جاویگی -

(١٧٧) ولو كان له مال غيرها فاجازت الورثة فله الشفعة اتفاقا أنظر كيف ترك المصنف هذا القيد مع انه مقيد -

(١٧٧) جس صورت مین علاوہ اُس کے مورث کا اور بھی مال ہو تو بالاتفاق اجازت کی صورت مین وارث شفیع ہو جاوے گا دیکھو مصنف رحمۃ اللہ نے اس قید کو کسطرح ترک کر دیا حالانکہ یہ حکم مقید ہے -

(١٧٨) واذا اخبر انها اى الشفيع بان الدار بيعت بالف او ان المشتري فلان فسلم الشفيع اى الشفيع الشراء ثم علم انه غيره اى ان المشتري غير فلان او ان البيع باقل من الالف او بمكيل اى علم ان البيع كان بمكيل او موزون قيمته الف او اكثر لم تبطل شفعته لان تسليمه مين سمع الالف كان لاستكثاره واذا ظهر ان الثمن اقل منه فله الاخذ -

(١٧٨) جس صورت مین شفیع کو خبر لگی کہ فلان مکان ہزار کو فروخت ہو گیا یا فلان شخص نے خرید اہی اوسوقت مین تو شفیع نے شرا کو تسلیم کر لیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا دوسرے شخص نے خریدا ہو یا ہزار سے کم فروخت ہوا ہی یا یہ معلوم ہوا کہ کسی مکیل یا موزون چیز سے جس کی قیمت ایک ہزار ہے یا ایک ہزار سے زیادہ خریدا ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہو گا کیونکہ ایک ہزار سنکر اوسکا شفعہ کو تسلیم کرنا گران خیال کرنے کے سبب سے تھا اور جب اوسکو معلوم ہوا کہ اوس سے کم فروخت ہوا ہے تو اب وہ لے سکتا ہے -

(١٧٩) وفى المحيط هذا اذا كان التفاوت فى الثمن ولو كان فى المبيع فقط كما اذا سمع انه بيع كل الدار بالف فسلم ثم علم انه بيع بعضها بالف بطلت شفعته لان من رغب عن شرى الكل وليس فيه عيب الشركة كان ارغب عن شراء النصف وفيه عيب الشركة ولو كان بالعكس لا يبطل لان الرغبة

(١٧٩) محیط مین مذکور ہی یہ جب ہو کہ ثمن کے اندر تفاوت ہو اور اگر صرف بیع کے اندر تفاوت ہو جیسے کہ اوس نے سنکر کہ کل مکان ہزار کو فروخت ہوا ہو شرا کو تسلیم کر لیا اور بعد کو معلوم ہوا نصف مکان ہزار کو فروخت ہوا ہو تو شفعہ باطل ہو جائے گا کیونکہ جو شخص کل مکان کے خریدنے سے باوجودیکہ شرکت کے جھگڑے سے پاک ہو اعراض کرے گا تو نصف مکان کے خریدنے سے باوجود عیب شرکت کے بطریق اولی اعراض کرے گا اور اگر اس کے عکس ہو تو حق شفعہ باطل نہو گا کیونکہ

عن شراء النصف المعيب لا يكون رغبة عن الكل التسليم وكذا تسليمه حين سمع ان المشتري فلان كان لرضائه بجواره واذا بان غيره فله الاخذ حذارا عن اضراره وكذا تسليمه في الف يجوز ان يكون لعجزه عن ذلك واذا ظهر انها بيعت بجنس آخر مما يثبت في الذمة كمكيل وموزون وعددي متقارب فله ان يرغب في اخذها لقدرته على ذلك ۔

نصف کے نہ لینے سے جو عیب دار ہے اعراض کرنا کل کے تسلیم سے اعراض کی دلیل نہین ہو سکتا۔ اسیطرح اس بات کو ظاہر کہ فلان شخص نے خریدا ہے اوس گھر کو تسلیم کر لینا اس غرض سے تھا کہ وہ اوس مشتری کے جوار پر خوش تھا اور جب اوس کو دوسرے شخص کے خریدنے کا علم ہوا تو وہ حق شفعہ لے سکتا ہے تاکہ اوس کے جوار سے شفیع کو ضرر نہ پہونچے اسیطرح اوس نے جب نقد ہزار سنے تھے تو ہو سکتا ہے اس لئے اوس نے تسلیم کر دیا ہو کہ وہ ہزار کے بہم پہونچانے سے عاجز تھا اور جب اوس کو معلوم ہوا کہ دوسری چیز سے اوس کی بیع ہوئی ہے جو کسی کے ذمہ ثابت ہو سکتی ہے مثل اون چیزون کے جو ناپ یا تول یا شمار کے حساب سے بکتی ہین جنمین چندان فرق نہین ہوتا ہے تو اب وہ اوسکو رغبت سے لے سکتا ہے اسلئے کہ اوسکو بہم پہونچا سکتا ہے۔

(۱۷۰) او بمائة قيمتها الف يعني لو اخبر انها بيعت بالف درهم فسلم ثم علم انها بيعت بمائة دينار قيمتها الف درهم ابطلناه اي حق الشفعة وجعلنا تسليمه صحيحا ۔

(۱۷۰) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار درم کو فروخت ہوا ہے اوسوقت تو اوس نے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا سو اشرفی کو جنکی قیمت ہزار درم ہین فروخت ہوا ہے تو ہمارے ائمہ کے نزدیک شفعہ باطل ہے اور اوسکا اول مرتبہ تسلیم کر لینا صحیح ہے۔

(۱۷۱) وقال زفر وهو القياس هو على شفعته ۔

(۱۷۱) اور زفر رحمہ اللہ فرماتے ہین اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ اوسکا شفعہ قائم رہیگا۔

(۱۷۲) قيد بقوله قيمتها الف اذ لو كان قيمة الدنانير اقل فهو على شفعته اتفاقا ۔

(۱۷۲) دینار ہین جنکی قیمت ہزار درم ہین اس لئے زیادہ کی ہے کہ اگر اس سے کم اوسکی قیمت ہو گی تو بالاتفاق اوس کا شفعہ قائم رہیگا۔

(۱۷۳) له ان الدراهم والدنانير جنسان مختلفان ولهذا لو اكره على احدهما فاقر بالآخر كان مختارا

(۱۷۳) امام زفر رد فرماتے ہین کہ دراہم اور دنانیر مختلف جنسین ہین۔ اس لئے کہ اگر اون دونون مین سے ایک پر کوئی شخص اکراہ کیا جاوے اور دوسرے کا اقرار کرے تو وہ

فلا یکون التسلیم فی احدهما تسلیما فی الاخر ولنا انهما کالجنس فی الثمنیة ولهذا یضم فی الزکوة وکلامنا فی الثمن فیکون الاختلاف راجعا الی القدر دون الجنس۔

مختار ہوگا۔ تو ایک مین تسلیم کردینا دوسرے مین تسلیم کردینا شمار نہ کیا جاوے گا۔ ہم کہتے ہین کہ ثمنیت کے اندر وہ دونون جنس واحد کے مانند ہین اور ثمن مین ہمارا کلام ہے تو اختلاف مقدار مین سمجھا جاویگا نہ جنس مین۔

(۱۷۴) او بعرض غیر مثلی یعنی لو اخبر انها بیعت بالف فسلم ثم علم انها بیعت بعرض غیر مثلی قیمته الف بطلت شفعته وصح تسلیمه لان الواجب فی القیمی القیمة فلم یظهر فیه اختلاف الجنس

(۱۷۴) اگر معلوم ہوا کہ کسی غیر مثلی چیز سے بیع ہوی ہے یعنے جب اوسکو معلوم ہوا کہ ہزار سے بیع ہوی ہے تو مان گیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ کسی غیر مثلی چیز سے جس کی قیمت ایک ہزار ہے بیع ہوئی تو شفعہ باطل ہوجاوے گا اور اوسکا تسلیم کردینا صحیح ہوگا کیونکہ غیر مثلی مین قیمت واجب ہوتی ہے اور اوس مین اختلاف جنس کا ظاہر نہوا۔

(۱۷۵) قید بقوله غیر مثلی لانه لو کان مثلیا کالمکیل والموزون والعددی المتقارب قیمته الف لم تبطل شفعته لما مر۔

(۱۷۵) غیر مثلی کی قید اس لحاظ سے بڑہائی ہے کہ اگر مثلی ہو مانند اون چیزون کے جو ناپ یا تول یا بوجہ قریب قریب برابر ہونیکے شمار سے فروخت ہوتی ہین اور اوسکی قیمت ایک ہزار ہو تو شفعہ باطل نہوگا جسکی وجہ مذکور ہوچکی ہے۔

(۱۷۶) او اقل یعنی لو کان قیمة العرض اقل من الالف لم تبطل شفعته لان تسلیمه لم یکون لاستکثار الالف۔

(۱۷۶) اور اگر ایک ہزار سے اوسکی قیمت کم ہو تو شفعہ باطل نہوگا کیونکہ ایک ہزار سنکر اوس کا تسلیم کردینا ہزار کو زیادہ سمجھنے کی غرض سے تہا۔

(۱۷۷) ولا یجعل قوله اخذ نصفها تسلیما ای اذا قال الشفیع اخذ نصف الدار لا یکون تسلیما للنصف الاخر عند ابی یوسف رح لان طلب بعض الحق لا یکون رضا بسقوط الباقی عرفا وعادة۔

(۱۷۷) شفیع کا یہ کہدینا کہ مین نصف مکان کو لیتا ہون تسلیم نہ شمار کیا جائیگا یعنے اگر شفیع کہدے کہ نصف مکان کو لیتا ہون تو یہ اوسکا کہنا امام ابو یوسف رح کے نزدیک نصف باقی مین تسلیم کردینا نہ شمار کیا جائے گا کیونکہ بعض حق کے طلب کرنے سے باقی حق کے ساقط ہوجانے سے رضامندی ثابت نہین ہوتی نہ عرفا نہ عادۃ۔

(۱۷۸) وخالفه ای محمد لانه

(۱۷۸) امام محمد رح کا اس مین اختلاف ہے کیونکہ

لما سلم في النصف الآخر صار مسلما في الكل لانه غير متجزي۔

جب دوسرے نصف مین اوس نے بیع کو تسلیم کرلیا تو گویا کل ہی مین تسلیم کرلیا کیونکہ وہ متجزی نہین ہی۔

(۷۹) وفي المحيط الاصح قول ابي يوسف

(۷۹) محیط مین مذکور ہی ابو یوسف رح کا قول زیادہ صحیح ہی

(۱۸۰) وابطل اي محمد تسليم الاب و الوصي شفعة الصبي فيما اذا بيعت بمثل القيمة فله ان ياخذها بعد البلوغ۔

(۱۸۰) اگر ایک مکان برابر قیمت سے فروخت کیا جائے اور ایک نابالغ اوسمین شفیع ہو اور اوس نابالغ کا باپ یا باپ کا وصی شفعہ کو تسلیم کردے تو یہ تسلیم کرنا امام محمد رح کے نزدیک باطل ہی اور بعد بلوغ کے نابالغ اپنا شفعہ لے سکتا ہی۔

(۱۸۱) وقالا صح تسليمهما فلا ياخذها الصبي بعده۔

(۱۸۱) صاحبین رح کے نزدیک اون دونون کا تسلیم کردینا صحیح ہی اور اوس کے بعد نابالغ اوسکو نہین لے سکتا

(۱۸۲) وعلى هذا الخلاف اذا بلغهما شراء دار بجوار الصبي فلم يطلبا۔

(۱۸۲) ایسا ہی اوس صورت مین اختلاف ہی کہ باپ کو یا باپ کے وصی کو نابالغ کے جوار مین ایک مکان کے فروخت ہو جانے کی خبر لی اور انھون نے شفعہ کے طلب نہ کی

(۱۸۳) قيد بالتسليم لانه لو لم يكن له ولي توقف على بلوغه اتفاقا لقوله عليه السلام ينتظر للشفيع اذا كان غائبا و كذلك اذا كان عاجزا كذا في المحيط۔

(۱۸۳) تسلیم کی قید اس لئے لگائی ہی کہ اگر اوسکا کوئی ولی نہین ہی تو بالاتفاق اوسکے وقت بلوغ تک انتظار کیا جائے گا اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ شفیع کا انتظار کیا جائے جبکہ غائب ہو اور ایسی ہی جبکہ عاجز ہو۔

(۱۸۴) له انه حق ثابت فلا يملكان ابطاله كالعفو عن القصاص ولهما ان حق الشفعة انما تملك بالثمن فصار في معنى البيع وهما يملكان الامتناع عنه بخلاف العفو عن القصاص لانه تبرع وهما لا يملكانه۔

(۱۸۴) امام محمد رح کی دلیل یہ ہی کہ یہ ایک حق ثابت ہی اور وہ دونون اوس کے ابطال کے مالک نہین ہین جیسے قصاص سے عفو کرنے پر اونکو اختیار نہین ہی صاحبین رح فرماتے ہین حق شفعہ کی ملکیت ثمن سے ہوتی ہی اور وہ حقیقت مین بیع ہی اور وہ دونون بیع کے ترک کردینے کے مالک ہین بخلاف عفو عن القصاص کے کہ یہ تبرع ہی اور وہ تبرع کے مالک نہین ہین

(۱۸۵) وفي المحيط يثبت الشفعة للحمل بدار التي ورثها من ابيه

(۱۸۵) محیط مین مذکور ہی حمل کو بسبب اوس مکان کے جو اوسکے باپ کے ورثہ مین اوس کو ملا ہی شفعہ ثابت ہو جاتا ہی لیکن

فان وضعت لاقل من ستة اشهر منذ البیع فله الشفعة۔

ایسی صورت میں اگر ایک عورت وقت بیع سے چھ ماہ سے کم میں بچا جنے تو وہ شفیع ہو جائے گا۔

(۱۸۶) ولو بیعت ای الدار التی شفیعها الصبی بثمن یسیر ای باقل من قیمتها بمحاباة فتسلیمه ای تسلیم کل من الاب والوصی صحیح عندح لانه امتناع عن ادخاله فی ملك الصغیر لا ازالة عن ملکه۔

(۱۸۶) اگر ایک مکان جسکا نابالغ کو شفعہ حاصل ہے کم قیمت سے کچھ رعایت کرکے فروخت کیا جائے تو اوسکے باپ اور وصی کا تسلیم کر دینا امام صاحب رح کے نزدیک صحیح ہو کیونکہ شفعہ کا تسلیم کر دینا اوس مبیع کو نابالغ کے ملک میں داخل کرنے سے باز رکھنا ہو اوس کے ملک سے مبیع کا دور کرنا نہیں ہو۔

(۱۸۷) وابطله محمد لما فیه من ترك النظر للصغیر۔

(۱۸۷) اور امام محمد رح نے اوس تسلیم کو باطل سمجھا ہو کیونکہ اوس کے چھوڑ دینے میں نابالغ کے نفع کی رعایت کا ترک کر دینا ہے۔

(۱۸۸) قید بقوله یسیر لانها لو بیعت باکثر من قیمتها مما لا یتغابن الناس فی مثله جاز التسلیم اتفاقا والاصح انه لا یجوز اتفاقا لانه لا یملك الاخذ فلا یملك التسلیم کالاجنبی۔

(۱۸۸) کم قیمت کی اس لئے قید لگائی ہو کہ اگر اسقدر زیادہ قیمت سے فروخت ہوا کہ کوئی شخص اتنا نقصان نہیں گوارا کر سکتا تو بالاتفاق تسلیم صحیح ہو مگر اصح یہ ہو کہ بالاتفاق تسلیم کر دینا صحیح نہیں ہو کیونکہ اوس کا حال اجنبی کا سا ہو جب لینے کا مالک نہیں ہو تو تسلیم کرنے کا بھی اوسکو کیا اختیار۔

(۱۸۹) ولو اشتراها ای الاب دارا لابنه الصغیر جاز له اخذها ای جاز للاب اخذ الدار بالشفعة قبل بلوغه وقال زفر لا یجوز۔

(۱۸۹) اگر ایک شخص نے اپنے صغیر لڑکے کے لئے ایک مکان خریدا تو قبل اوسکے بلوغ کے باپ کو مکان کا شفعہ میں لے لینا ہمارے ائمہ کے نزدیک جائز ہے اور امام زفر رح فرماتے ہیں جائز نہیں ہے۔

(۱۹۰) انما قید به لان الشفعة بعد بلوغه جائز اتفاقا۔

(۱۹۰) قبل بلوغ کی قید اس لئے لگائی ہو کہ بعد از بلوغ تو بالاتفاق شفعہ جائز ہو۔

(۱۹۱) وقید بالاشتراء لان الاب لو باع ملك نفسه لیس له الشفعة لابنه الصغیر لان البائع

(۱۹۱) اور خریدنے کی اس لئے قید لگائی ہو کہ اگر باپ نے اپنے ملک کو فروخت کیا تو اپنے صغیر لڑکے کے لئے اوسکا شفعہ جائز نہیں ہو کیونکہ بائع کو حق شفعہ نہیں ہے

لاشفعة له وللصغير الشفعة اذا بلغ اتفاقا۔

اور صغیر کے لئے بالاتفاق جب وہ بالغ ہو جائے شفعہ کرنیکا استحقاق حاصل ہے۔

(۱۹۲) وقيد بالاب لان الوصی لا يملك اخذها لنفسه اتفاقا لان ذلك بمنزلة الشراء ولا يجوز للوصی ان يشتری مال اليتيم لنفسه بمثل القيمة۔

(۱۹۲) اور باپ کی قید اس لئے لگائی ہے کہ وصی بالاتفاق اپنی ذات کے لئے لینے کا مالک نہیں ہے کیونکہ یہ بمنزلہ خریدنے کے ہے اور وصی کو یتیم کا مال اپنی ذات کے لئے برابر قیمت سے خریدنا درست نہیں ہے۔

(۱۹۳) وقيد بقوله لابنه لانه لو اشتری الاب لنفسه والصبی شفيعها فله الشفعة لابنه اتفاقا۔

(۱۹۳) اور بیٹے کے لئے خریدنیکی قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر باپ نے اپنی ذات کے لئے خریدا اور نابالغ کو اوس میں حق شفعہ ہو تو اپنے بیٹے کے لئے وہ شفعہ کر سکتا ہے اتفاقا۔

(۱۹۴) له ان كون الشخص الواحد مطالبا ومطالبا ممتنع ولنا ان ولاية الاب قامت مقام شخصين و بهذا جاز له ان يشتری من مال الصغير شيئا بمثل القيمة۔

(۱۹۴) امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ ایک شخص کا مطالب اور مطالَب ہونا غیر ممکن ہے اور حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ باپ کی ولایت دو شخصوں کے قائم مقام ہے اسی غرض سے باپ کے لئے یہ بات درست ہے کہ صغیر کے مال سے کوئی چیز برابر قیمت سے خریدے۔

(۱۹۵) ومنعنا من اخذ الدارين بيعتا فی مصرين ای سواء كانتا متلاصقين او متفرقين بصفقة واحدة ای اذا كان شفيعهما واحدا وقال زفر له ذلك وكذا الخلاف لو كان ارضين او قريتين۔

(۱۹۵) جس صورت میں دو مکان جو دو شہروں کے اندر ہیں ایک عقد سے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کئے جائیں خواہ وہ دونوں شہر ملے ہوئے ہوں یا دور دور ہوں اور ایک ہی شخص دونوں مکانوں میں شفیع ہو تو وہ شفیع اون مکانوں میں شفعہ نہیں کر سکتا اور امام زفر رح فرماتے ہیں شفعہ کر سکتا ہے یہی اختلاف دو زمینوں اور دو گانوں میں ہے۔

(۱۹۶) قيد مصرين لانه لو بيعت داران فی مصر واحد فقوله كقولنا كذا فی الحقائق

(۱۹۶) دو شہروں کی اس لئے قید لگائی ہے کہ اگر ایک شہر میں ہوں تو امام زفر رح کا بھی اوس میں وہی قول ہے جو ہمارا قول ہے۔

(۱۹۷) وذكر فی المصفی والايضاح ان التقييد بالمصرين وقع اتفاقا۔

(۱۹۷) ایضاح اور مصفی میں مذکور ہے کہ دو شہروں کی قید اتفاقی ہے۔

(۱۹۸) قيد بصفقة واحدة لانهما لو بيعتا بصفقتين كان له ان ياخذ

(۱۹۸) ایک عقد کی اس لئے قید لگائی ہے کہ اگر دو عقد سے فروخت ہونگی تو بالاتفاق اون دونوں میں سے جس کو

ایهما شاء اتفاقا۔

چاہیگا شفیع لے سکیگا۔

(۱۹۹) وقیدنا بقولنا اذا کان شفیعهما واحدا لانه ان کان شفیعا لاحدهما دون الاخری یاخذ التی هو شفیعها اتفاقا لان الصفقة وان اتحدت فقد اشتملت علی ما ثبت فیه الشفعة وعلی ما لا تثبت الشفعة فیه فاختص الشفعة بالدار المجاورة کذا فی المصفی

(۱۹۹) یہ قید کہ شفیع ان میں ایک ہی شخص ہو اسلئے لگائی ہو کہ اگر ایک شخص ایک میں شفیع ہو اور دوسرے میں نہو تو بالاتفاق جس میں وہ شفیع ہو اوسکو لے سکتا ہو کیونکہ صفقہ اگرچہ واحد ہو مگر دو مکانوں پر مشتمل ہو جن میں سے ایک میں شفعہ ثابت ہو اور ایک میں نہیں اس لئے اوس مکان جو شفیع کے مجاور ہو شفعہ متعین ہوگا۔

(۲۰۰) له ان تفرق المکان کتفرق الصفقة ولا ضرر علی المشتری فی اخذ احدهما فقط فیجوز ولنا ان فی اخذ احدهما دون الاخری تفریق الصفقة علی المشتری فلا یجوز۔

(۲۰۰) امام زفر رح کی دلیل یہ ہو کہ تفرق مکان کا تفرق عقد کے مانند ہو اور مشتری کو صرف ایک کے لے لینے میں کچھ نقصان نہیں ہو تو شفیع کو لینا جائز ہے حنفیہ کہتے ہیں ایک کے لینے اور دوسرے کے نہ لینے میں مشتری پر صفقہ کا تفریق کرنا ہو اور یہ جائز نہیں ہے۔

(۲۰۱) ولو اشتری رجل دارا من اثنین تمنعه ای الشفیع من اخذ نصیب احدهما۔

(۲۰۱) اگر ایک شخص نے دو شخصوں سے ایک مکان خریدا تو حنفیہ رح کے نزدیک شفیع دونوں میں سے ایک کا حصہ نہیں لے سکتا۔

(۲۰۲) وقال الشافعی یجوز ذلک۔

(۲۰۲) امام شافعی رح فرماتے ہیں یہ جائز ہے۔

(۲۰۳) ولو باع من اثنین جاز ای للشفیع ان یاخذ نصیب احدهما اتفاقا لوقوع العقد متفرقا فی حق المشتری۔

(۲۰۳) اگر ایک مکان دو شخصوں سے فروخت کیا تو شفیع دونوں میں سے ایک کا بالاتفاق حصہ لیسکتا ہو کیونکہ مشتری کے حق میں تو عقد متفرق واقع ہوئی ہے۔

(۲۰۴) له قیاس المسئلة الاولی علی هذه المسئلة ولنا ان الجار فی الاولی واحد فرضاؤه لجوار المشتری فی نصیب احدهما یکون رضا فی الاخر لان الجار الواحد لا یتجزی واما فی الثانیة فالجار اثنان فله ان یرضی باحدهما دون

(۲۰۴) امام شافعی رح تو مسئلہ اولی کو اس مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں حنفیہ کہتے ہیں پہلے مسئلہ میں جار ایک ہی شخص ہے پس شفیع کا ایک حصہ میں مشتری کے جوار پر راضی ہونا دوسرے کے حصہ میں بھی راضی ہونا ہو کیونکہ جار واحد تجزی چیز نہیں ہے اور مسئلہ ثانیہ میں جار دو شخص ہیں اور ہوسکتا ہو کہ شفیع ایک کے جوار پر راضی ہو اور دوسرے کے جوار پر ناراض ہو

الافترقا فافترقا۔

دونون صورتون مین بہت فرق ہے۔

(۲۰۵) فصل فی البناء والغرس فی الارض المشفوعة۔

(۲۰۵) فصل مشفوعہ اراضی مین مکان وغیرہ بنانے اور درخت وغیرہ لگانے کے بیان مین۔

(۲۰۶) وبناء المشتری واتخاذہ مسجدا قاطع لحق البائع فی الفسخ یعنی من اشتری دارا شراء فاسدا وقبضہا وبنی او اتخذہا مسجدا ینقطع عنہا حق البائع فی الفسخ عند ابی حنیفة وعلی المشتری قیمتہا۔

(۲۰۶) مشفوعہ زمین مین مشتری کا مکان بنا لینا یا اوسکو مسجد قرار دینا بائع سے فسخ کرنے کا حق باطل کر دیتا ہے یعنے جس شخص نے بیع فاسد سے ایک مکان خریدا اور اوسپر قابض ہو گیا اور وہان اوس نے اور مکان بنا لیا یا اوسکو مسجد کر دیا تو بائع کو جو اس کے فسخ کا بسبب بیع فاسد ہونے کے اختیار حاصل تھا امام صاحب رحمہ کے نزدیک وہ حق منقطع ہو جاویگا اور مشتری پر اوسکی قیمت واجب ہو جاویگی۔

(۲۰۷) وللشفیع الاخذ بالقیمة فی الاول ای فی البناء عندہ۔

(۲۰۷) بناء کی صورت مین شفیع کو اوسکی قیمت دیکر امام صاحب رحمہ کے نزدیک لینے کا اختیار حاصل ہے۔

(۲۰۸) وقالا لا ینقطع عنہا حق البائع فی المسئلتین فلیس له الاخذ۔

(۲۰۸) صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین بائع کو فسخ کا اختیار حاصل ہے اور شفیع کسی صورت مین اوس کو نہین لے سکتا۔

(۲۰۹) قید بقوله فی الاول لان فی اتخاذہ مسجدا لیس له الاخذ اتفاقا اما عندہما فلعدم انقطاع حق البائع عنہا واما عندہ فلصحة کونہا مسجدا والمسجد لا یملك۔

(۲۰۹) صورت اول کی اس لئے قید لگائی ہے کہ مسجد کر لینے کی حالت مین بالاتفاق شفیع کو لینے کا استحقاق نہین ہے صاحبین رحمہ کے نزدیک اس لئے کہ بائع کا حق اوس سے منقطع نہین ہوا اور امام صاحب رحمہ کے نزدیک اس لئے کہ اوس کا مسجد ہونا صحیح ہے اور مسجد مملوک نہین ہو سکتی

(۲۱۰) وذکر فی مبسوط شیخ الاسلام الخلاف فیما اذا جعله علی ہیئة المسجد ولم یؤذن للناس بان یصلوا فیه حتی یکون رقبة الارض

(۲۱۰) شیخ الاسلام نے مبسوط مین ذکر کیا ہے اختلاف اوس صورت مین ہے کہ اوسکو مسجد کے ہیئت پر کر دے اور لوگون کو ہنوز اجازت نہ دے اور ابتک مسجد کی زمین اور اوسکی دیوارین اوس کے ملک مین باقی ہون

والبناء باقية على ملكه اما اذا اذن للناس بان يصلوا فيه ينقطع عنه حق البائع اتفاقا فعلم من هذا ان تعليل المصنف فى شرحه بان المسجد لا يملك غير صحيح لانه ان اراد ما هو مسجد حقيقة فليس هو محل الخلاف وان اراد ما هو فى هيئة المسجد فانه يصح ان يملك۔

اور اگر لوگون کو نماز کی اجازت دیدی ہو تو بالاتفاق بائع کا حق اوس سے ساقط ہو جائے گا پس اس سے یہ بات ثابت ہوی کہ مصنف رح کا اپنی شرح مین اسکی یہ علت بیان کرنا کہ مسجد کسی کی مملوک نہین ہوسکتی ٹھیک نہین ہو کیونکہ اگر مسجد سے اوس نے حقیقۃً مسجد مراد لی ہے تب تو وہ محل خلاف ہی نہیں اور اوس سے شبیہ مراد لی ہو کہ بشکل مسجد ہو تو وہ مملوک ہو سکتی ہے

(۲۱۱) ولعله اراد بان المشترى بنيته ان يجعله مسجدا اوجبه ان يكون حقا لله ومثله لا يملك عادة فلو اخذه الشفيع عنه يلزم ان يكون مملوكا۔

(۲۱۱) شاید مصنف کی یہ مراد ہو کہ وہ مکان مشتری کے اس نیت کر لینے سے کہ اوسکو مسجد بناوے قریب ہے کہ خدائے تعالے کا حق اوس کے ساتھ متعلق ہو جاوے اور عادۃً ایسی شئ غیر مملوک ہو جاتی ہے۔ پس اگر شفیع اوسکو لے لیگا تو وہ لامحالہ مملوک ہو جائیگی۔

(۲۱۲) اعلم ان قيد البناء اتفاقى لان الخلاف كذا لو اخرجها عن ملكه بالهبة او بجعلها مهرًا او بالبيع فللشفيع ان ينقض تصرفه ويأخذها بالقيمة عنده فان اخذها بالبيع الثانى اخذها بالثمن لان البيع الثانى صحيح۔

(۲۱۲) جاننا چاہئے کہ بنا کی قید اتفاقی ہو کیونکہ یہی اختلاف اون صورتون مین بھی ہے کہ مشتری اوس شئ کو اپنے ملک سے بذریعہ ہبہ یا مہر یا بیع کے خارج کر دے پس امام صاحب کے نزدیک ان صورتون مین بھی شفیع کو مشتری کے اس تصرف کے باطل کر دینے اور مبیع کو قیمت دیکر لے لینے کا اختیار حاصل ہے۔ اور اگر بیع ثانی کے بعد لیگا تو ثمن دیکر لینا پڑے گا کیونکہ وہ بیع صحیح ہے۔

(۲۱۳) لهما ان هذا التصرف لا يسقط حق البائع كما لا يسقط حق المالك اذا وجد فى المغصوب وكذا الفاسد وجه لا يسقط حقه لان الله لا يقبله لكونه منهيا عنه واجبا عليه فاذا لم ينقطع حق البائع

(۲۱۳) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ اس تصرف سے بائع کا حق ساقط نہ ہو گا جس طرح کہ اگر یہ تصرفات شئ مغصوبہ مین پائی جائین تو مالک کا حق ساقط نہین ہو جاتا اسیطرح اوسکا مسجد بنا لینا بائع کے حق کو ساقط نہین کر سکتا کیونکہ خدائے تعالی کے نزدیک یہ غیر مقبول

لایجب حق الشفعة لان حقه اقوی من حق الشفیع ولهذا لیسقط حقه بالتاخیر دون حق البائع وله ان البناء حق المشتری وحق الفسخ فی الفاسد حق الشرع وحق العبد مقدم علیه وباتخاذها مسجدا اتم قبض المشتری وزال ملکه نیها الی الله فانقطع حق البائع کما لوکان المشتری عبدا فقبضه فاعتقه۔

مقبول ہو اس لئے کہ اوس کا فسخ ضروری ہو پس جب بائع کا حق اوس سے منقطع نہوا تو شفعہ ثابت نہوگا کیونکہ بائع کا حق شفیع کے حق سے قوی ہے اسی لئے تاخیر کرنے سے شفیع کا حق ساقط ہوجاتا ہے بخلاف بائع کے امام صاحبؒ فرماتے ہین کہ بنا مشتری کا حق ہے اور بیع فاسد کے اندر فسخ کا حق شرع کا حق ہے اور بندہ کا حق شرع کے حق پر مقدم ہے اور جب اوس نے اوس مکان کو مسجد بنالیا تو مشتری کا قبضہ مکان مین پورا ہوگیا اور اوسکی ملکیت مکان سے جاتی رہی اور خدا تعالی کے ملک مین داخل ہوگیا پس بائع کا حق بھی اوس سے منقطع ہوگیا۔ جس طرح ایسے ہی بیع سے غلام کو خریدتا اور بعد قبضہ کر لینے کے اوس کو آزاد کر دیتا۔

* * * * * *

(۴۱۴) واذا ابتنی المشتری بالشراء الصحیح او غرس ثم قضی بها ای بالشفعة للشفیع اخذه الشفیع بالثمن وقیمتها ای اخذ الشفیع المبیع بالثمن والبناء والغرس بقیمتهما مقلوعا او کلفه ای الشفیع المشتری قلعهما ای قلع بنائه وغرسه۔

(۴۱۴) اگر ایک شخص بشرا صحیح ایک زمین خرید کر کے اوس مین مکان بنالے یا باغ لگالے بعد ازان قاضی اوسمین شفعہ کا حکم کرے تو شفیع اوس زمین کو اوسی ثمن سے اور دیوارون اور درختون کو اوس قیمت سے جو گرا دینے کے بعد ہوتی ہو لے سکتا ہو یا مشتری سے کہ سکتا ہے کہ وہ اپنی دیوارون اور درختون کو گرالے۔

(۴۱۵) وخیره ای ابو یوسف الشفیع بین الاخذ بذلك ای اخذ الشفیع المبیع بالثمن والبناء والغرس بقیمتهما قائمین او الترك ای ترك الاخذ ولا یکلفه بالقلع کما لو بنی الموهوب له فی الارض الموهوبة لیس للواهب ان یقلع بناءه ویرجع فی الارض لانه

(۴۱۵) امام ابو یوسف رح شفیع کو اس بات مین اختیار دیتے ہین کہ یا تو شفیع اوس زمین کو ثمن سے اور دیوارون اور درختون کو وہ قیمت دیکر جو کھڑی رہنے کی حالت مین ہوتی ہو لیلے یا چھوڑ دے اور اوس سے اونکی گرانے کی نسبت نہین کہ سکتا جس طرح سو ہوب لہ ایک زمین موہوبہ مین کچھ مکان بنالے تو واہب کو یہ استحقاق نہین ہو کہ اوس مکان کو ڈہوا دے اور زمین واپس کرلے کیونکہ اپنے ملک مین

بناه فی ملکه۔

اوسکو بنایا ہے۔

(۲۱۶) ولهما ان هذا التصرف وقع فی حق الغیر من غیر تسلیط من جهته فله ان ینقضه کالراهن اذا بنی فی المرهون بخلاف ما استشهد به لان التصرف فیه حصل بتسلیط من جهة من له الحق۔

(۲۱۶) صاحبین رح فرماتے ہین کہ یہ تصرف دوسرے کے ملک مین بدون اوس کے اجازت کے واقع ہوا ہے تو اوسکو اس تصرف کے باطل کرنے کا استحقاق ہے جسطرح راہن شئی مرہونہ مین کچھ بنالے اور زمین موہوبہ سے جو استشہاد کیا ہے وہ اس کے خلاف ہے کیونکہ وہان پر تصرف صاحب حق کے تسلیط سے پایا گیا ہے۔

(۲۱۷) ولو بنی الشفیع او غرس ای فی الدار المشفوعة ثم استحقت رجع الشفیع بالثمن علی من رده من البائع او المشتری اتفاقا لانه تبین انه اخذه بغیر حق لا بقیمتهما ای لا یرجع بقیمة البناء و الغرس علی من اخذ منه الدار یعنی اذا بنی الشفیع فی الدار المشفوعة او غرس فاقلع المستحق الشفیع لا یرجع بقیمتهما۔

(۲۱۷) اگر شفیع نے مکان مشفوعہ مین کچھ مکان بنالیا یا کوئی درخت لگا لیا بعد ازان وہ مکان کسی دوسرے شخص کا نکلا تو شفیع اوس کا ثمن جسکو اوس نے دیا ہو بالاتفاق واپس لے سکتا ہے خواہ بائع کو دیا ہو یا مشتری کو کیونکہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ بغیر حق کے اوس سے ثمن لیا گیا تھا مگر بنا کی اور درختون کی قیمت اوس شخص سے جس سے اوس نے مکان لیا ہے نہین لے سکتا۔ یعنے اگر مکان مشفوعہ مین شفیع درخت لگالے یا کچھ بنالے اور وہ شخص جسکا حق ثابت ہوا ہے اوسکو گرا دے تو شفیع اونکی قیمت نہین لے سکتا۔

(۲۱۸) ویفتی به ای ابو یوسف برجوع القیمة فیهما ای فی البناء و الغرس لان الشفیع مع من اخذ منه صار کالمشتری المغرور من جهة البائع۔

(۲۱۸) امام ابو یوسف رح نے درخت اور بنا کی قیمت لے لینے کا فتوی دیا ہے کیونکہ شفیع کا اوس شخص کے ساتھ جس سے اوس نے مکان لیا ہو ایسا حال ہے جیسا اوس مشتری کا جس کو اوسکا بائع فریب دیدے۔

(۲۱۹) ولهما الفرق بان المشتری کان مغرورا من جهة البائع و مسلطا علی التصرف فی المبیع و الشفیع غیر مغرور لانه متملك علی صاحب الید۔

(۲۱۹) اور صاحبین رح فرماتے ہین کہ مشتری تو بائع کی طرف سے فریب مین ہوتا ہے اور مبیع کے اندر تصرف کرنے پر مسلط ہوتا ہے اور شفیع فریب مین نہین ہو سکتا کیونکہ وہ تو جبرا بلا اختیار صاحب قبضہ کے اوپر متملک ہوتا ہے

جبرا من غير اختيار فلا يرجع على احد۔

تو وہ کسی سے قیمت نہیں لے سکتا۔

(۲۲۰) ويتخير الشفيع بين الاخذ اى اخذ العرصة بجميع الثمن او الترك اذا اصابت المبيع آفة سماوية كما اذا كان دار فانهدم بناؤها لان البناء تابع للعرصة حتى تدخل فى بيعها من غير ذكر فالثمن لا يقابل الاتباع ما لم تكن مقصودة۔

(۲۲۰) جس صورت میں بیع کو کوئی آفت سماوی پہونچ جائے تو شفیع کو اختیار رہوتا ہے کہ پورا ثمن دیکر اوس زمین کو لے لے یا ترک کر دے مثلاً ایک مکان ہو اور اوسکی دیواریں گر جائیں کیونکہ بنا زمین کے تابع ہے حتی کہ صرف زمین کے بیع کرنے سے بغیر ذکر کرنے کے بنا بیع کے اندر داخل ہو جاتی ہے پس جبتک کہ توابع ایک شئی کے مقصود و مستقل طور پر نہوں ثمن اون کے مقابل نہیں ہوتا۔

(۲۲۱) وفى التبيين هذا اذا انهدم البناء بالكلية ولم يبق له نقض لانه لو بقى منه شئ واخذه المشترى بانفصاله من الارض حيث لم يكن تبعا للارض فلابد من سقوط بعض الثمن لانه مال قائم بقى محتبسا عند المشترى فيكون له حصة من الثمن فينقسم الثمن على قيمة الدار يوم العقد وعلى قيمة النقض يوم الاخذ۔

(۲۲۱) تبیین میں ہے یہ حب ہو کہ بنا بالکل منہدم ہو جائے اور انہدام کے بعد اوسکا کچھ سامان باقی نہ رہے کیونکہ اگر کچھ باقی رہگیا اور مشتری اوس زمین میں سے اوٹھا کر لے گیا تو زمین کے تابع نہوگا اور کچھ ثمن کا اوسکے بدلہ میں ضرور ساقط ہو جانا چاہیے کیونکہ وہ ایک مال قائم ہے اور مشتری کے پاس محتبس رہا ہے تو لامحالہ ایک ثمن کا حصہ اوس کے مقابلہ میں ہوگا اور عقد کے وقت مکان کی قیمت پر ثمن منقسم ہوگا اور لینے کے دن اوس مکان کی اینٹوں وغیرہ پر منقسم ہوگا۔

(۲۲۲) وان نقضها اى الدار المشترى يخير الشفيع بين اخذ العرصة بالحصة اى بحصتها من الثمن والترك لان التابع صار مقصودا بالاتلاف فقابله شئ من الثمن۔

(۲۲۲) اگر مشتری نے اوس مکان کو گرایا ہو تو شفیع کو اختیار رہوگا کہ اوس صحن کو بحصہ رسدی ثمن دیکر لیلے یا چھوڑ دے کیونکہ تلف کر دینے سے تابع بھی مقصود ہو گیا اور کچھ ثمن اوس کے مقابل ہو جائے گا۔

(۲۲۳) ولا ياخذ الشفيع النقض بكسر النون وهو المنقوض لانه صار مفصولا

(۲۲۳) اون اشیاء کو جو مکان کے منہدم ہو جانے سے نکلے ہیں شفیع نہیں لے سکتا کیونکہ وہ اب ایک علاحدہ

ولم يبق التبعية ولا شفعة فی المنقول ويأخذ الشفيع ثمر النخل مع الارض فاذكر الثمر فی البيع۔

شئ ہوگئی اور تبعیت باقی نہیں رہی اور منقول کے اندر شفعہ نہیں ہے اور زمین کے ساتھ درختوں کا پھل بھی شفیع لے سکتا ہے جبکہ بیع کے اندر ثمر کا بھی ذکر ہوا ہو

(۲۲۴) انما قيدنا به لان الثمر لا يدخل فی بيع النخل من غير ذكر وهذا استحسانا وكان القياس ان لا يأخذ الشفيع لانه ليس بتابع فصار كالمتاع الموضوع فی الارض وجه الاستحسان انه باتصال خلقه صار تبعا للنخيل من وجه الا ان اتصاله لما كان للقطع لا للبقاء صار كالزرع لم يدخل فی البيع الا بالذكر۔

(۲۲۴) ذکر کی ہم نے اس لئے قید لگائی ہے کہ نخل کے بیع کے اندر بغیر ذکر کے اوسکا پھل داخل نہ ہوگا اور یہ استحسانا ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ شفیع نہ لے سکے کیونکہ وہ تابع میں شمار نہیں کیا جاتا اور ایسا ہے کہ زمین میں کچھ اسباب رکھا ہو۔ استحسان کی یہ وجہ ہے کہ اتصال خلقی کے باعث سے ایک وجہ سے ثمر درخت کے لئے بمنزلہ توابع کے ہو گیا ہے۔ لیکن چونکہ اوسکا اتصال بقاء کے لئے نہیں ہے بلکہ توڑنے کے لئے ہے اس لئے اوسکا حال کہیتی کا سا ہے کہ کہیتی بدون ذکر کئے ہوئے زمین کے بیع میں داخل نہیں ہوتا

(۲۲۵) وان حدث عند المشتری ای الثمر واكثر على النخل حين البيع ان هذه للوصل يعنی يأخذ الشفيع الثمر فی هذه الصورة ايضا لانه بيع تبعا للنخل۔

(۲۲۵) اگرچہ بیع کے وقت درختوں پر پھل نہ تہا اب مشتری کے پاس آکر اونپر پھل آگیا ہو یعنے اس صورت میں بہی شفیع پھل لے سکتا ہے کیونکہ درختوں کے تبعیت میں پھل بہی بیع کے اندر داخل ہوگیا۔

(۲۲۶) فلوجدها ای قطع المشتری الثمر سقطت حصتها ای حصة الثمر من الثمن فی غير الحادثة ای فی الثمر التی كانت عند البائع وقت البيع ولم يكن حادثة عند المشتری لان شيئا من الثمن قابلها لكونها مبيعة۔

(۲۲۶) اگر مشتری نے پھل کو کاٹ لیا بقدر پھل کے حصہ کے ثمن میں سے اوس صورت میں کم کر لیا جاوے گا کہ مشتری کے پاس آکر پھل پیدا نہوا ہو یعنے اوس پھل میں ثمن کم کر لیا جائے گا کہ بیع کے وقت بائع کے پاس پیدا ہوا ہو گا اور مشتری کے پاس آکر پیدا نہوا ہو گا کیونکہ بسبب مبیعہ ہونے کے کچھ ثمن اوس کے مقابلہ میں بہی دیا گیا ہے۔

(۲۲۷) قيدنا به لان الثمر لو كانت حادثة

(۲۲۷) یہ قید اس لئے زیادہ کی ہے کہ اگر مشتری کے پاس

عند المشتری وجذها لا یسقط حصتها من الثمن لانها لم تکن موجودة عند العقد فیأخذ الارض والنخل بجمیع الثمن۔

پھل پیدا ہوا ہو اور اوس نے اوسکو قطع کر لیا تو بعوض اوس کے ثمن مین سے کم نہ کیا جائے گا کیونکہ عند العقد اوسکا وجود نہ تھا تو زمین اور درختون کو پورے ثمن سے لیگا۔

(۲۲۸) ولو انهدم علو فبیع السفل لا یوجبها ای ابو یوسف الشفعة للعالی ای لصاحب العلو بل یکون الشفعة لمن یجاور السفل۔

(۲۲۸) اور اگر بالا خانہ گر جائے بعد ازان نیچے کا مکان فروخت ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوپر والیکا شفعہ اس مکان مین نہو گا بلکہ وہ شخص شفیع ہو گا جو نیچے کے مکان کا پڑوسی ہے۔

(۲۲۹) وخالفه ای قال محمد الشفعة لصاحب العلو۔

(۲۲۹) بخلاف امام محمد رح کے کہ اونکے نزدیک اوپر والا شفیع ہوگا۔

(۲۳۰) ولو بیعت الی جانبها دار العباس والعبور حال ای بیعت دار منضمة الی جانب عرصة السفل فطلباها ای صاحب العلو والسفل الشفعة فانهدم العلو والسفل قبل الاخذ یعینها ای ابو یوسف الشفعة للسافل ای صاحب السفل۔

(۲۳۰) اگر ایک مکان دو منزلہ مکان کے پہلو مین یعنی نیچے والے مکان کے صحن سے ملا ہوا تھا فروخت ہوا اور دونون مکان والون نے اوس مکان مین شفعہ چاہا اور اس سے پہلے کہ اون مین سے کوئی اوس مکان کو لیتا وہ دونون مکان گر پڑے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک صرف نیچے والے کو حق شفعہ ہے دونون کو حق شفعہ نہین ہے

(۲۳۱) لا لهما یعنی قال محمد الشفعة لهما۔

(۲۳۱) امام محمد رح فرماتے ہین دونون اوس مین شفیع ہونگے۔

(۲۳۲) لابی یوسف فی المسئلتین ان حق الشفعة زال بانهدام العلو ولمحمد ان صاحب العلو له اعادة علوه اذا بنی صاحب السفل وله ان یرفع الامر الی القاضی لیأمره ببناء السفل فیبنی علیه علوه واذا کان حقه قائما استحق الشفعة فی السفل

(۲۳۲) دونون مسئلون مین امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ اوپر کے مکان کے گر جانے سے اوسکا حق شفعہ زائل ہو گیا۔ اور امام محمد رح فرماتے ہین کہ اوپر والے کو اپنے مکان کے بنانے کا اختیار پر حاصل ہے اگر نیچے والا مکان بناوے اور اوسکو یہ بھی استحقاق ہے کہ اس معاملہ کو قاضی تک پہنچاوے تاکہ نیچے والے کو قاضی مکان کے بنانے کا

وفی الدار المجاورة لهما وفی المحیط لو بنی السفل صاحب العلو لا یکون متبرعا فلصاحب السفل أن یعطیه قیمته لانه کان مضطرا فی البناء لاحیاء حقه فصار ماذونا شرعا۔

حاکم کرے اور پھر وہ اپنا اوپر کا مکان بنالے پس جب اوسکا حق قائم ہے تو اوسکو نیچے کے مکان مین بھی حق شفعہ ہوگا اور اوس مکان مین بھی جو ان دونون کے جوار مین واقع ہوا ہے محیط مین مذکور ہے کہ اگر اوپر والے نے نیچے کا مکان اپنے پاس سے بنوادیا تو وہ اوسمین متبرع نہ سمجھا جائیگا بلکہ نیچے والے کو اوسکی قیمت دینی پڑیگی کیونکہ اپنے احیاء حق کی غرض سے نیچے کے مکان کے بنانے کی طرف مضطر ہوا اور شرعاً اسبات مین وہ ماذون ہے۔

(۲۲۳) ولو بنی احد الشریکین حماما متهدما لم یرجع علی شریکه بشیء لانه غیر مضطر فی البناء فانه یمکنه ان یرفع الامر الی القاضی حتی یقسم الساحة۔

(۲۲۳) اور اگر دو شریکون مین سے ایک نے بوسیدہ حمام کی مرمت کی تو اپنے دوسرے شریک سے وہ کچھ نہین لے سکتا کیونکہ وہ اوس کے بنانے کی طرف مضطر نہین ہے بلکہ اوسکو یہ استحقاق ہے کہ قاضی تک اس معاملہ کو پہونچا دے تاکہ قاضی اوس زمین کو تقسیم کر دے۔

(۲۲۴) **فصل** فی الاختلاف وما یؤخذ به المشفوع۔

(۲۲۴) **فصل** اختلاف اور اوس چیز کے بیان مین جسکے بدلے مین مشفوع لیا جاتا ہے یعنے ثمن۔

(۲۲۵) ولو قال المشتری اشتریت البناء والارض فی صفقتین یعنی قال اشتریت البناء اولا ثم اشتریت الارض بدون البناء ثانیا وقال الشفیع بل اشتریتهما معا فی صفقة واحدة والدار لی ببنائها ولم یکن لهما بینة کان القول للشفیع اتفاقا لان حق الشفیع قائم والمشتری یدعی ابطاله بادعاء الصفقتین والشفیع ینکره فیکون القول له مع

(۲۲۵) اگر مشتری نے کہا مین نے بنار اور زمین کو دو عقدون مین خریدا ہے یعنے اولاً بنار کو خریدا ہے بعد ازان دوسرے بیع سے زمین کو بغیر بنار کے خریدا ہے اور شفیع نے کہا بلکہ تو نے دونون کو ایک ہی بیع سے خریدا ہے اور مکان کا مع بنا کے مین مالک ہون اور کسیکے پاس بینہ نہو تو شفیع کا قول بالاتفاق مقبول ہوگا کیونکہ شفیع کا حق تو قائم ہے اور مشتری دو عقد کے خریدنے کا دعوی کرکے اوسکا باطل کرنا چاہتا ہے اور شفیع اوسکا منکر ہے تو اوسیکا قول معتبر ہوگا۔

يمينه على العلم لانه حلف على فعل الغير۔

اور اسبات کے علم پر اوس سے حلف لے لیا جاویگا کیونکہ دوسرے کے فعل پر حلف ہو۔

(۲۳۶) فان برهنا اى اقام كل منهما البينة على ما ادعاه و لا تاريخ يرجح ابو يوسف بينة المشترى لانها يثبت امرا زائدا على الشراء وهو تفريق الصفقة فكانت اولى۔

(۲۳۶) اگر ہرایک نے [illegible] دعوے پر بینہ پیش کردیا اور دونوں بینے کسی کی تقدیم تا خر کی تاریخ نہیں معلوم تو امام ابو یوسف رح مشتری کے بینہ کو ترجیح دیتے ہین کیونکہ اوسکی بینہ شراء کے اوپر ایک امر زائد کے ثبت ہو یعنے تفریق صفقہ کی تو وہی مقدم ہوگی۔

(۲۳۷) لا الشفيع اى قال محمد يقضى ببينة الشفيع لان البينة للاثبات و بينة الشفيع مثبتة للاستحقاق فكانت اولى۔

(۲۳۷) امام محمد رح فرماتے ہین شفیع کے بینہ کے موافق حکم دیا جاوے گا کیونکہ بینہ اثبات کے لئے ہوتی ہو اور شفیع کے بینہ استحقاق کے مثبت ہے تو وہ مقدم ہوگی

(۲۳۸) ولو اختلفا اى المشترى و الشفيع فى الثمن كان القول للمشترى مع اليمين لان الشفيع يدعى استحقاق الدار عليه عند نقد الاقل و المشترى ينكره۔

(۲۳۸) اگر مشتری اور شفیع مین ثمن کے اندر اختلاف ہوا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اوس سے حلف لے لیا جاوے گا کیونکہ شفیع کا یہ دعوی ہے کہ مین کم ثمن دیکر اس مکان کا مستحق ہون اور مشتری اسبات سے منکر ہے

(۲۳۹) فان برهنا يقدمه اى ابو يوسف برهان المشترى لانه اكثر اثباتا۔

(۲۳۹) اگر دونوں نے بینہ پیش کردی تو امام ابو یوسف رح مشتری کے برہان کو مقدم کرتے ہین کیونکہ وہ ایک امر زائد کو ثابت کرتی ہے۔

(۲۴۰) و قدما بينة الشفيع لانه مدع كما ذكرنا فكان بينته اولى على بينة المدعى عليه۔

(۲۴۰) صاحبین رح شفیع کے بینہ کو مقدم کرتے ہین کیونکہ وہ مدعی ہے اور مدعی علیہ کے بینہ پر اوسکے بینہ کو تقدم ہے

(۲۴۱) و فى المحيط لو تصادق المتبايعان بعد طلب الشفيع ان البيع كان تلجئة لا يصدقان على الشفيع الا اذا كان الحال يدل عليه بان كان المنزل كثير القيمة و بيع بثمن قليل فلا شفعة۔

(۲۴۱) محیط مین مذکور ہو اگر بائع اور مشتری نے باہم شفیع کے طلب کے بعد اسبات کو مان لیا کہ یہ بیع جبرًا ہوی ہو تو شفیع کے حق مین وہ صادق نہ سمجھے جاوینگے مگر جب کہ قرینہ دلالت کرے اس بات پر کہ وہ مکان بیش قیمت ہو اور کم قیمت سے فروخت ہوا ہو تو اب اوسکا شفعہ نہو گا۔

(۲۴۲)، ولو ادعی المشتری ثمناً وادعی البائع اقل منه ولم يقبض البائع الثمن اخذ الشفيع بقول البائع وجعل ذلك قول البائع حطاً عن المشتری من الثمن۔

(۲۴۲)، اگر مشتری نے ایک ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اوس سے کم کا اور ہنوز بائع نے ثمن پر قبضہ نہیں کیا ہے تو بائع کے قول کے موافق ثمن دیکر شفیع مبیع کو لے لیگا اور بائع کے قول کے موافق مشتری سے ثمن کی کمی کردی جاویگی۔

(۲۴۳)، فان قبض البائع الثمن فيقول المشتری ای یاخذ الشفیع بقول المشتری لان البائع صار کالاجنبی ولا یلتفت الی قوله فبقی الخلاف بین المشتری والشفیع وقد سبق بیانه۔

(۲۴۳)، اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا ہے تو بموجب قول مشتری کے ثمن دیکر شفیع مبیع کو لے سکتا ہے کیونکہ بائع اسوقت مین اجنبی کے مانند ہے اور اوسکے قول کا اعتبار نہوگا تو اب صرف شفیع اور مشتری مین اختلاف رہا اور اوسکا بیان ہو ہی چکا۔

(۲۴۴)، ولو حط البائع عن المشتری بعض الثمن تسقط عن الشفیع۔

(۲۴۴)، اگر بائع نے مشتری سے کچھ ثمن کی کمی کردی تو ہمارے ائمہ کے نزدیک شفیع سے بھی ثمن مین کمی کردی جاویگی۔

(۲۴۵)، وقال الشافعی لا یسقط بل علی الشفیع الثمن المستمر۔

(۲۴۵)، امام شافعی رح فرماتے ہین شفیع سے ثمن کم نہ کیا جاویگا بلکہ اوسپر وہی ثمن جو مقرر ہے دینا لازم ہو جائیگا

(۲۴۶)، وهذا الخلاف فرع الخلاف فی ان الحط لا یلتحق عنده باصل العقد بل هو هبة اخری للمشتری وعندنا یلتحق مرت المسئلة فی کتاب البیوع۔

(۲۴۶)، اس اختلاف کی بنا اس امر پر ہے کہ امام شافعی کے نزدیک یہ کم کر دینا اصل عقد کے ساتھ نہ ملایا جائیگا بلکہ وہ مشتری کے لئے دوسرا ہبہ ہی اور ہمارے نزدیک ملا یا جائے گا کتاب البیوع مین یہ مسئلہ ہو چکا ہی۔

(۲۴۷)، اذا الکل ای لو حط البائع کل الثمن لم یسقط ولا یلتحق ذلك باصل العقد اتفاقا لانه لو التحق صار بیعا بلا ثمن وانه باطل۔

(۲۴۷)، اگر بائع نے پورا ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو شفیع ساقط نہوگا اور بالاتفاق اصل عقد کے ساتھ ملحق سمجھا جائے گا کیونکہ اگر بیع کے ساتھ ملحق کیا جائے تو بلا ثمن کے بیع ہو جاویگی اور یہ باطل ہے۔

(۲۴۸)، او زاد فیه ای فی الثمن المشتری لم یلزم الشفیع فیاخذ لا

(۲۴۸)، مشتری نے ثمن مین کچھ زیادتی کردی تو شفیع کو وہ زیادتی دینی نہ ہوگی اور اول ثمن سے

بالثمن الاول لان في اعتبار الزيادة اضرارا للشفيع۔

وہ بیع کو لے لیگا کیونکہ اس زیادتی کا شفیع کے حق مین اعتبار کرنے سے شفیع کو ضرر پہونچتا ہے۔

۲۴۹، وان كان الثمن عرضا او عقارا اخذ بالقيمة اي بقيمة الثمن۔

(۲۴۹)، اگر ثمن کچھ اسباب یا کوئی زمین قرار پائی ہو تو مشتری اوس ثمن کی قیمت دیکر مبیع کو لیلے۔

۲۵۰، وفي الجامع لو وجد البائع الثمن العرض معيبا فرضي به ياخذ الشفيع بقيمته سليما۔

(۲۵۰)، اگر بائع نے اوس شے کو جو ثمن قرار پائی تھی کچھ عیبدار پایا اور وہ اوس کے لے لینے پر راضی ہوگیا تو شفیع مبیع کو وہ قیمت دیکر لیگا جو اوس شے کے سلامتی کی حالت مین ہوتی ہوگی۔

۲۵۱، او مكيلا او موزونا فبالمثل اي ياخذ بمثله كما في الاتلاف۔

(۲۵۱)، اگر کیل یا موزون چیز ثمن قرار پائی ہو تو اوسکی مثل دیکر شفیع مبیع کو لے لیگا جس طرح تلف کردینے کی صورت مین مثل دینا آتا ہے۔

۲۵۲، او مؤجلا اي ان كان الثمن مؤجلا ان شاء الشفيع صبر الى انقضاء الاجل ثم اخذها وهذا الانتظار ليس في طلب الشفعة لانه على الفور بل في اخذها والا اي وان لم يشأ الشفيع الصبر اخذها بثمن حال

(۲۵۲)، اگر ثمن مؤجل قرار پایا ہو تو اگر شفیع چاہے اوس مدت گذرنے تک صبر کرے بعد ازان شفعہ کرے اور یہ انتظار طلب شفعہ مین نہین ہے کیونکہ طلب فوراً ہی چاہیے بلکہ اوسکے لینے مین انتظار ہے۔

۲۵۳، لكن البائع لم يرجع على المشتري بالثمن المؤجل لان شرط التاجيل بينهما لم يبطل۔

(۲۵۳)، اگر صبر نہ کرسکے اوسیوقت ثمن دیکر لیلے لیکن بائع مشتری سے اوس ثمن مؤجل کے طلب اسوقت نہ کرے کیونکہ تاجیل کی شرط جو اونکی باہم ہوئی تھی وہ باطل نہین ہوئی ہے۔

۲۵۴، وفي المحيط ان استحق الثمن بعد اخذ الشفيع الشفعة ينظر ان كان اخذها بالقضاء يرد المشفوعة على البائع لانه تبين انه لم يكن له حق الشفعة لكون الشراء فاسدا فلا ينفذ قضاؤه بالملك

(۲۵۴)، محیط مین مذکور ہے اگر شفیع کے شفعہ لے لینے کے بعد اصل ثمن مین جو مشتری نے دیا تھا کسی کا استحقاق نکل آیا تو اسے دیکھا جاویگا کہ اگر بحکم قاضی شفعہ لیا ہو تو وہ شئ مشفوعہ بائع پر رد کردیجائیگی کیونکہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اوسکو حق شفعہ نہ تھا اسلئے کہ وہ شراء فاسد تھی اور قاضی کا حکم بالملک نافذ نہ سمجھا جائیگا الخ۔

(۲۴۲) ولو ادعى المشتري ثمناً وادعى البائع اقل منه ولم يقبض البائع الثمن اخذ الشفيع بقول البائع وجعل ذلك قول البائع حطاً عن المشتري من الثمن۔

(۲۴۲) اگر مشتری نے ایک ثمن کا دعویٰ کیا اور بائع نے اوس سے کم کا اور ہنوز بائع نے ثمن پر قبضہ نہین کیا ہے تو بائع کے قول کے موافق ثمن دیکر شفیع بیع کو لے لیگا اور بائع کے قول کے موافق مشتری سے ثمن کی کمی کردی جاویگی۔

(۲۴۳) فان قبض البائع الثمن فبقول المشتري اي ياخذ الشفيع بقول المشتري لان البائع صار كالاجنبي ولا يلتفت الى قوله فبقي الخلاف بين المشتري والشفيع وقد سبق بيانه۔

(۲۴۳) اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا ہے تو بموجب قول مشتری کے ثمن دیکر شفیع بیع کو لے سکتا ہے کیونکہ بائع اسوقت مین اجنبی کے مانند ہے اور اوسکے قول کا اعتبار نہوگا تو اب صرف شفیع اور مشتری مین اختلاف رہا اور اوسکا بیان ہو ہی چکا۔

(۲۴۴) ولو حط البائع عن المشتري بعض الثمن تسقط عن الشفيع۔

(۲۴۴) اگر بائع نے مشتری سے کچھ ثمن کی کمی کردی تو ہمارے ائمہ کے نزدیک شفیع سے بھی ثمن مین کمی کردی جاویگی۔

(۲۴۵) وقال الشافعي لا يسقط بل على الشفيع الثمن المستمر۔

(۲۴۵) امام شافعی رح فرماتے ہین شفیع سے ثمن کم نہ کیا جاویگا بلکہ اوسپر وہی ثمن جو مقرر ہے دینا لازم ہوجائیگا

(۲۴۶) وهذا الخلاف فرع الخلاف في ان الحط لا يلتحق عنده باصل العقد بل هو هبة اخرى للمشتري وعندنا يلتحق مرت المسئلة في كتاب البيوع۔

(۲۴۶) اس اختلاف کی بنا اس امر پر ہے کہ امام شافعی رح کے نزدیک یہ کم کردینا اصل عقد کے ساتھ نہ ملایا جائیگا بلکہ وہ مشتری کے لئے دوسرا ہبہ ہے اور ہمارے نزدیک ملایا جائیگا کتاب البیوع مین یہ مسئلہ ہو چکا ہے۔

(۲۴۷) اما الكل اي لو حط البائع كل الثمن لم يسقط ولا يلتحق ذلك باصل العقد اتفاقاً لانه لو التحق صار بيعاً بلا ثمن وانه باطل۔

(۲۴۷) اگر بائع نے پورا ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو شفیع سے ساقط نہوگا اور بالاتفاق اصل عقد کے ساتھ ملحق نہ کیا جائیگا کیونکہ اگر بیع کے ساتھ ملحق کیا جائے تو بلا ثمن کے بیع ہو جاویگی اور یہ باطل ہے۔

(۲۴۸) او زاد فيه اي في الثمن المشتري لم يلزم الشفيع فياخذ بالا

(۲۴۸) مشتری نے ثمن مین کچھ زیادتی کردی تو شفیع کو وہ زیادتی دینی نہ ہوگی اور وہ اول ثمن سے

ثمن الاول لان فی اعتبار الزیادة
ضرار بالشفیع -

وہ بیع کو لے لیگا کیونکہ اس زیادتی کا شفیع کے حق مین اعتبار کرنے سے شفیع کو ضرر ہوتا ہے -

۲۴۹) وان کان الثمن عرضا او عقارا
ذ بالقیمة ای بقیمة الثمن -

(۲۴۹) اگر ثمن کچھ اسباب یا کوئی زمین قرار پائی ہو تو مشتری اوس ثمن کی قیمت دیکر بیع کو لیلے -

۲۵) وفی الجامع لو وجد البائع
ثمن العرض معیبا فرضی
ہ یاخذ الشفیع بقیمته
سلیما -

(۲۵۰) اگر بائع نے اوس شے کو جو ثمن قرار پائی تھی کچھ عیبدار پایا اور وہ اوس کے لے لینے پر راضی ہوگیا تو شفیع مبیع کو وہ قیمت دیکر لیگا جو اوس شے کے سلامتی کی حالت مین ہوتی ہوگی -

۲) او مکیلا او موزونا فبالمثل
یاخذ بمثله کما فی
الاتلاف -

(۲۵۱) اگر کیلی یا موزون چیز ثمن قرار پائی ہو تو اوسکی مثل دیکر شفیع مبیع کو لے لیگا جس طرح تلف کردینے کی صورت مین مثل دینا آتا ہے -

۲۵) او موجلا ای ان کان الثمن موجلا
ان شاء الشفیع صبر الی انقضاء الاجل ثم
اخذها وهذا الانتظار لیس فی طلب الشفعة لانه علی
الفور بل فی اخذها والا ای ان لم یشأ الشفیع الصبر اخذ بثمن حال

(۲۵۲) اگر ثمن موجل قرار پایا ہو تو اگر شفیع چاہے اوس مدت گذرنے تک صبر کرے بعد ازان شفعہ کرے اور یہ انتظار طلب شفعہ مین نہین ہے کیونکہ طلب فوراً ہی چاہیے بلکہ اوسکے لینے مین انتظار ہے -

۲۵) لکن البائع لم
یرجع علی المشتری بالثمن
موجل لان شرط التاجیل بینهما
بطل -

(۲۵۳) اگر صبر نکر سکے اوسیوقت ثمن دیکر لیلے لیکن بائع مشتری سے اوس ثمن موجل کے طلب اسوقت نکرے کیونکہ تاجیل کی شرط جو اونکی مابین ہوئی تھی وہ باطل نہین ہوئی ہے -

۲۵) وفی المحیط ان استحق الثمن
بعد اخذ الشفیع الشفعة ینظر
ان کان اخذها بالقضاء یرد
الشفعة علی البائع لانه تبین
انه لم یکن له حق الشفعة لکون الشراء
فاسدا فلا ینفذ قضاؤه بالملك

(۲۵۴) محیط مین مذکور ہے اگر شفیع کے شفعہ لے لینے کے بعد اصل ثمن مین جو مشتری نے دیا تھا کسی کا استحقاق نکل آیا تو اسے دیکھا جائیگا کہ اگر بحکم قاضی شفعہ لیا ہو تو وہ شے مشفوعہ بائع پر رد کردیجائیگی کیونکہ یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اوسکو حق شفعہ نہ تھا اسلئے کہ وہ شراء فاسد تھی اور قاضی کا حکم بالملک نافذ نہ سمجھا جائیگا اگر حکم

لوقوعه خطأً وان كان اخذها بغير قضاء لا يردها بل يرد قيمتها للبائع لانه وجد التراضي بالتملك والتمليك فيجعل بيعاً مستأنفاً۔

وہ بطور خطاکے اوس سے واقع ہوا ہے۔ اور اگر بدون حکم قاضی کے شفیع نے بیع کو لیا ہے تو اصل بیع کو واپس نہ کرے گا بلکہ بائع کو اوسکی قیمت دیدے گا کیونکہ تملک اور تملیک کے ساتھ دونوں کی رضامندی ثابت ہو گئی ہو اب یہ از سرنو ایک دوسری بیع شمار کیجائیگی

(۲۵۵) ومنعوه منه اى من الاخذ مع التاجيل اى لا ياخذ الشفيع بثمن مؤجل عندنا

(۲۵۵) ہمارے ائمہ کے نزدیک ثمن مؤجل کی صورت میں ثمن مؤجل سے شفیع نہیں لے سکتا۔

(۲۵۶) وقال مالك ياخذ به لان الاجل وصف للثمن فياخذه به كما في الزيوف ولنا ان الاجل ليس بوصف للثمن ولهذا لا يثبت بلا شرط۔

(۲۵۶) امام مالک رح فرماتے ہیں لے سکتا ہو کیونکہ اجل بھی ایک ثمن کا وصف ہو اور اس سے شفیع برابر لیگا جسطرح اگر کھوٹے روپیہ سے مشتری خریدتا تو شفیع بھی کھوٹے ہی سے دے سکتا تھا ہم کہتے ہیں اجل ثمن کا وصف نہیں ہو اسی واسطے بدون شرط کئے ہوئے اجل ثابت نہیں ہوتی۔

(۲۵۷) او خمرا او خنزيرا اى اذا كان الثمن خمرا او خنزيرا وهما اى البائع والمشتري ذميان فبالمثل فيها اى ياخذ الشفيع بالمثل في الخمر لانها من ذوات الامثال وبالقيمة فيه اى في الخنزير لانه من القيمي

(۲۵۷) اگر شراب یا خنزیر ثمن قرار پایا ہو اور بائع اور مشتری دونوں ذمی ہیں تو شراب کا مثل اور خنزیر کی قیمت دیکر شفیع لے سکتا ہو کیونکہ شراب ذوات الامثال سے ہے اور خنزیر ذوات القیم سے ہے۔

(۲۵۸) او الشفيع مسلم وهو معطوف على المقدر بعد قوله وهما ذميان وهو والشفيع ذمي فبالقيمة فيهما اى ان كان الشفيع مسلما يأخذ بالقيمة في الخمر والخنزير لان تسليم عين الخمر للمسلم ممتنع فالتحقت في حقه بغير المثلي حتى لا يتملك عين الخمر ولان الخمر مثلي والمثلي في المثليات قيمته لا يكون قائما مقام العين۔ والله اعلم

(۲۵۸) بائع اور مشتری ذمی ہیں اور شفیع مسلمان ہے تو دونوں میں اوسکو قیمت ہی دینی آئیگی کیونکہ مسلمان کے لئے مسلمان کو شراب دینا حرام ہو تو اوسکے حق میں شراب بھی غیر مثلی ہے شمار کیجائیگی یہانتک کہ مسلمان شراب کا مالک نہیں ہو سکتا اور ذمی کو اس لئے شراب دینی پڑیگی کہ وہ مثلی ہے اور جتنے ذوات الامثال ہیں اونمین کسی کی قیمت اوس کے عین کے قائم مقام نہیں ہو سکتی ہو واللہ تعالی اعلم بالصواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الشفعة

(۱) الشفعة حق شرع نظرا لمن کان شریکا او جارا عند البیع۔

(۱) شفعہ ایک شرعی حق کا نام ہے جو بیع کے وقت شریک یا ہمسایہ کا لحاظ کرکے مقرر کیا گیا ہے۔

(۲) تثبت فی العقار بالبیع۔

(۲) کسی عقار کی بیع کرنے سے اوسمیں شفعہ ثابت ہو جاتا ہے

(۳) وتتاکد بالطلب وتملک بالقضاء او بالتسلیم

(۳) طلب کرنے کے بعد شفعہ مستحکم ہو جاتا ہے اور شفیع کو ملکیت اوسوقت حاصل ہوتی ہے جبکہ قاضی حکم دیدے یا خود بائع یا مشتری مبیع کو شفیع کے قبضہ میں دیدے۔

* * * * *

(۴) اما البیع الذی یثبت بالشفعة هو الجائز الذی یزیل ملک البائع۔

(۴) شفعہ اوس بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے جو شرعاً صحیح ہو اور جس سے بائع کی ملکیت زائل ہو جائے۔

(۵) فان کان فی البیع خیار فان کان الخیار للمشتری کان فیه الشفعة وان کان الخیار للبائع او لهما جمیعا فلا شفعة فیه ما لم یسقط الخیار۔

(۵) اگر بیع کے اندر مشتری کو اختیار حاصل ہے تو اوسمیں حق شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اور اگر صرف بائع کو یا دونوں کو اختیار ہے تو شفعہ نہیں ہے جب تک کہ وہ اختیار ساقط نہ ہو وے۔

(۶) وخیار الرویۃ والعیب لایمنع ثبوت الشفعۃ

(۶) خیار رویت اور خیار عیب حق شفعہ کا مانع نہین ہے۔

(۷) ولاشفعۃ فی البیع الفاسد وان اتصل بہ القبض لم یبطل حق البائع فی الاسترداد۔

(۷) بیع فاسد مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اگرچہ مبیع مشتری کے قبضہ مین پہونچ جای جبتک کہ وا پہی کا حق باطل نہو۔

(۸) ولاشفعۃ فیما یملک بغیر بدل او ببدل لیس بمال نحو المیراث والھبۃ والنکاح والاجارۃ بان جعل الدار اجرا وبدل الخلع بان اختلعت المرأۃ من زوجھا علی دار۔

(۸) اگر ایک مکان بلا عوض یا ایسے عوض سے جو مال نہین ہے ایک شخص کو ملے تو شفعہ ثابت ہوگا مثلاً اگر ورثہ مین یا بذریعہ ہبہ یا نکاح کے ایک مکان ملا یا کرایہ مین ایک مکان ٹھیرالیا یا ایک مکان دیکر عورت نے اپنے خاوند سے خلع کیا تو بہرحال ایسے مکان مین شفعہ نہین ہوسکتا۔

(۹) ولاشفعۃ فی عقار ملك بالصلح عن القصاص فی النفس او فیما دون النفس۔

(۹) اگر بعوض قتل کے یا بعوض زخم کے ایک مکان یا زمین لیکر صلح کر لی تو اوسمین بھی شفعہ نہین ہے۔

(۱۰) ولو وھب دار ابشرط العوض فلاشفعۃ فیھا مالم یتقابضا فاذا تقابضا وجبت الشفعۃ فیاخذ الشفیع الدار بمثل العوض ان کان العوض مثلیا وان لم یکن فبقیمتہ۔

(۱۰) اگر بشرط عوض ایک مکان ہبہ کیا اور ہنوز واہب اور موہوب لہ نے بدلین پر قبضہ نہین کیا ہو تو اوسوقت تک اوس مکان مین شفعہ نہین ہوسکتا البتہ قبضہ کر لینے کے بعد شفعہ جاری ہوگا اور شفیع اوس مکان کو اگر ہبہ کا عوض مثلی ہے تب تو مثل دیکر ورنہ قیمت دیکر لے سکتا ہے۔

(۱۱) وان کان الھبۃ بغیر شرط العوض ثم عوضہ بعد الھبۃ فلا شفعۃ فیھا۔

(۱۱) اگر ایک مکان کسی کے لئے ہبہ کیا اور ہبہ مین عوض لینا شرط نہین کیا مگر ہبہ کے بعد خود موہوب لہ نے واہب کو اوسکے بدلے مین کچھ مال دیدیا تو مکان مین شفعہ نہین ہوسکے گا۔

(۱۲) ولو بیعت الدار بثمن مؤجل ان اراد الشفیع ان یاخذ الدار

(۱۲) ایک مکان فروخت ہوا اور کچھ مدت کے بعد اوسکی قیمت ادا کرنی قرار پائی اب شفیع اگر یہ بات

فی الحال بالثمن المؤجل لم يكن له ذلك ويكون له الخيار ان شاء اخذها بثمن حال وان شاء ينتظر حلول الاجل فاذا حل ياخذها بالثمن الحال وان اراد الانتظار الى حلول الاجل وقد كان طلب طلب المواثبة فانه يطلب بطلب الاشهاد فان لم يطلب وانتظر حلول الاجل بطلت شفعته وكذا لو بيعت الدار على ان المشتري بالخيار ولم يطلب الشفيع طلب الاشهاد بطلت شفعته

چاہے کہ فی الحال اوس مکان کو لیلے اور قیمت اوسیقدر مدت مین ادا کرے تو اوسکو یہ مجاز نہین ہے بلکہ اوسکو یہ اختیار حاصل ہے کہ یا تو اوسیوقت قیمت دیکر مکان کو لیلے یا اوس مدت تک توقف کرے اور جب وہ دن آجاوے تو اوسیوقت قیمت ادا کرے اور مکان کو لیلے۔ ایسی صورت مین اگر شفیع کو اوس مدت معینہ تک انتظار کرنا منظور ہے اور وہ طلب مواثبت کر چکا ہے تو اوسپر اسی عرصہ مین طلب اشہاد کرنا بھی ضروری ہے اگر طلب اشہاد اوسنے نہین کی اور مدت کے پورا ہونیکا منتظر رہا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اسیطرح اگر ایک مکان فروخت ہوا اور بیع اندر مشتری کو اختیار شرط کیا گیا اور شفیع نے طلب اشہاد نہین کی شفعہ باطل ہو جائیگا

(۱۳) والمسلم والكافر والكبير والصغير والذكر والانثى فی الشفعة لهم وعليهم سواء وكذا العبد الماذون والمكاتب ومعتق البعض

(۱۳) شفعہ کے لینے اور شفعہ کے دینے مین مسلمان و کافر بالغ و نابالغ مرد و عورت سب برابر ہین اور شفعہ کے اندر جو آزاد کا حال ہے وہی اوس غلام کا حال ہے جس کا کچھ حصہ آزاد کر دیا گیا ہو یا وہ ماذون یا مکاتب ہو۔

(۱۴) والخصم عن الصبيان فی الشفعة لهم وعليهم اباءهم واوصياء الاباء عند عدمهم والاجداد من قبل الاب عند عدمهم فان لم تكن فاوصياء الاجداد فان لم تكن فالامام والحاكم يقيم لهم من ينوب عنهم فی الخصومة والطلب۔

(۱۴) نابالغ سے شفعہ لینے یا اوسکو شفعہ دینے مین اوسکا باپ نہ باپ کا وصی وصی بھی نہ ہو تو دادا۔ دادا بھی نہ ہو تو دادا کا وصی۔ ورنہ نابالغ کی طرف سے امام پیروکار ہوگا اور قاضی امام کی طرف سے کسی کو قائم مقام کر دے گا جو اوسکا پیروکار ہوگا اور شفعہ کا مطالبہ کرے گا کیونکہ قاضی کو ولایت عامہ ہے۔

(۱۵) فالشفعة على عدد الرؤس عندنا قلت الانصباء او كثرت

(۱۵) اگر ایک مکان مین کئی شخص شریک ہین تو حنفیہ کے نزدیک سب کو حق شفعہ برابر حاصل ہوگا اگرچہ اونکے حصے برابر ہون یا کم و بیش ہون۔

(۱۶) ومن باع دارا وهو شفيعها

(۱۶) ایک شخص نے ایک مکان خواہ اپنی طرف سے یا کسی

بدار له اخری فلا شفعة له فيها باعها لنفسه او كان وكيلا فی البيع او قيما او وصيا۔

دوسرے کی طرف سے بذریعہ وکالت یا وصیت یا تولیت کے فروخت کیا اور اس مکان سے بائع کا ایک ذاتی مکان ملا ہوا ہے تو اب یہ بائع اس فروخت شدہ مکان میں شفعہ نہیں کرسکتا۔

(۱۷) ولو اشترى الاب دارا لولده الصغير وهو شفيعها كان له ان يأخذها لنفسه عندنا۔

(۱۷) اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لئے ایک ایسا مکان خریدا جسمیں خود اس شخص کو حق شفعہ ہے تو حنفیہ کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر چاہے تو اپنے لئے اوس مکان کو لے سکتا ہے۔

(۱۸) ولو اشترى الوصی لليتيم دارا لا يملك اخذها لنفسه بالشفعة۔

(۱۸) اگر ایک نابالغ کے لئے وصی نے جسکو اوسکا باپ وصیت کر گیا ہے ایک مکان خریدا جسمیں اوس وصی کو بھی حق شفعہ تھا تو اب وصی کا شفعہ باطل ہوجاویگا۔

(۱۹) ولو اشترى الاب دارا لنفسه وولده الصغير شفيعها ليس للصبی اذا بلغ ان يأخذها بالشفعة۔

(۱۹) اگر ایک شخص نے ایک مکان اپنے لئے خریدا اور اوسکے نابالغ لڑکے کو اوس مکان میں حق شفعہ تھا تو بالغ ہونیکے بعد وہ نابالغ اس مکان میں شفعہ کا دعوی نہیں کرسکتا

(۲۰) ولو باع الاب داره وولده الصغير شفيعها كان للصبی ان يأخذها بالشفعة اذا بلغ۔

(۲۰) ایک شخص نے اپنا مکان فروخت کیا اور اوسکے نابالغ لڑکے کو اس مکان میں حق شفعہ تھا تو وہ نابالغ لڑکا بالغ ہونیکے بعد شفعہ کا دعوی کرکے اوس مکان کو لے سکتا ہے۔

(۲۱) ولو باع المضارب دارا من المضاربة ورب المال شفيعها لا شفعة له فيها ولو باع المضارب دار الغير المضاربة كان لرب المال ان يأخذها بالشفعة بدار من المضاربة ويكون له خاصة

(۲۱) اگر دو شخص ملکر تجارت کرتے ہیں ایک کا مال ہے اور ایک کی محنت قرار پائی ہے اور اس تجارت میں سے محنتی شخص نے جو خرید فروخت کرتا ہے ایک مکان فروخت کیا جسمیں پہلے شریک کو حق شفعہ تھا تو اپنا شفعہ کا دعوی نہیں کرسکتا اور اگر اس تجارت سے علاوہ اوس شخص نے ایک مکان فروخت کیا جسمیں پہلے شریک کو بذریعہ ایک مکان کے جو اس تجارت کا مکان ہے حق شفعہ تھا تو یہ پہلا شریک خاص اپنے لئے بلا شرکت دوسرے شریک کے اوس مکان کو لے سکتا ہے

(۲۲) ولو باع رب المال دارا له خاصة والمضارب شفيعها بدار من المضاربة فان كان فيها ربح فله ان يأخذها لنفسه بالشفعة وان لم يكن فيها ربح فلا يأخذ۔

(۲۲) اور اگر پہلے شریک نے (یعنے جسکا مال ہے) اپنا ایک ذاتی مکان فروخت کیا اور دوسرے شریک کو بذریعہ تجارت کے ایک مکان کے حق شفعہ تھا تو اوسمیں دو صورتیں ہیں اگر وہ مکان نفع سے ملتا ہے تب تو وہ خاص اپنے لئے بذریعہ شفعہ کے لے سکتا اور اگر اوسکے لینے میں نقصان ہو تو نہیں لے سکتا

(۲۳) واذا بيعت الدار بجنب دار مشتركة بين رجلين كان لكل واحد من الشريكين فيها الشفعة وتسليم احدهما الشفعة يصح في حق نفسه دون صاحبه۔

(۲۳) ایک مکان مین دو شخص شریک ہین اس مکان کے متصل کوئی مکان فروخت ہوا تو ان دونون مین سے ہر شخص کو حق شفعہ ہے اور اگر ایک شخص نے بالفرض شفعہ کا دعوی نہ کیا تو اوسیکا شفعہ باطل ہو جاوے گا اور دوسرے کا بدستور قائم رہیگا۔

(۲۴) ولو باع الرجل دارا وعبده المأذون شفيعها فان كان على العبد دين فله الشفعة وان لم يكن فلا شفعة له۔

(۲۴) ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا جسمین اسکے غلام ماذون کو شفعہ تھا تو اسکی دو صورتین ہین اگر یہ غلام کسیکا قرضدار ہے تب تو شفعہ کر سکتا ہے ورنہ نہین کر سکتا۔

(۲۵) ولو باع العبد المأذون دارا والمولى شفيعها فان لم يكن على العبد دين فلا شفعة للمولى وان كان عليه دين فلمولاه الشفعة۔

(۲۵) اگر غلام ماذون نے ایک مکان فروخت کیا جس مین اوسکے مالک کا شفعہ ہے تو اوسکی دو صورتین ہین اگر یہ غلام مقروض نہین ہے تو مالک کا شفعہ نہ ہوگا اور اگر کسیکا مقروض ہو رہا ہے تو اوسکے مالک کو شفعہ ہے۔

(۲۶) فلو باع المولى دارا ومكاتبه شفيعها كان له الشفعة وان باع المكاتب ومولاه شفيعها كان له الشفعة ايضا۔

(۲۶) اگر مالک نے ایک مکان فروخت کیا جسمین غلام مکاتب کا شفعہ ہے تو وہ مکاتب شفعہ کا دعوی کر سکتا ہے اور اگر اوس مکاتب نے ایک مکان فروخت کیا اور مالک کا اوسمین شفعہ ہے تو مالک بھی دعوی کر سکتا ہے۔

(۲۷) ولو مات الشفيع لا يكون لورثته الشفعة

(۲۷) شفیع کے مر جانے کے بعد اوسکے وارثون کو حق شفعہ نہین ہوتا

(۲۸) وان مات البائع والمشتري والشفيع حي كان له الشفعة۔

(۲۸) اگر بائع اور مشتری مر جائین تو شفیع کو بدستور حق شفعہ باقی رہتا ہے

طلب شفعہ کا بیان

(۲۹) طلب الشفعة ثلثة طلب المواثبة وطلب الاشهاد وطلب التملك

(۲۹) طلب شفعہ کی تین قسمین ہین طلب مواثبت اور طلب اشہاد اور طلب تملک انہین سے اپنے اپنے موقع پر اگر ایک طلب بھی نہ ہوگی تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۳۰) اما طلب المواثبة فوقته فور علم

(۳۰) طلب مواثبت اوس طلب کو کہتے ہین جو بیع کا

الشفيع بالبيع۔

(٣١) ان اخبره بالبيع رجلان او رجل وامرأتان او رجل عدل فسكت هنية ولم يطلب الشفعة بطلت شفعته۔

(٣٢) وان اخبره بالبيع رجل واحد غير عدل او امرأة او عبد او صبي ولم يطلب الشفعة لا يبطل شفعته في قول ابي حنيفة رح وفي قول صاحبيه رح تبطل لان الشرط هو الطلب فور العلم بالبيع وعندهما الاعلام يحصل بخبر الواحد عدلا كان او لم يكن حرا كان او عبدا صبيا كان او بالغا وعند ابي حنيفة رح يشترط للعلم احد شطري الشهادة وهو العدد او العدالة وقد مر هذا في البكر اذا زوجت واخبرت بالنكاح وسكتت۔

(٣٣) وروى هشام عن محمد رح انه يشترط الطلب في مجلس العلم فان طلب في المجلس صح وان قام عن مجلسه قبل الطلب بطلت شفعته وبه اخذ الكرخي رح قال وهذا مأخذ لخيار المخيرة والامر باليد وقبول البيع وذلك يبقى الى ان يوجد الاعراض

حال معلوم ہونے سے فوراً اوسیوقت طلب کیجاوے۔

(٣١) اگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت یا صرف ایک پرہیزگار مرد نے شفیع کے پاس آکر بیان کیا کہ فلان شخص نے فلان مکان فروخت کیا ہے اور یہ سنکر کچھ دیر تک شفیع خاموش رہا اور شفعہ کو طلب نہ کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(٣٢) اگر ایک مرد نے جو پرہیزگار نہین ہے یا عورت نے یا غلام نے یا نابالغ لڑکے نے شفیع کے سامنے مکان کے فروخت ہونے کا حال بیان کیا اور شفیع نے شفعہ کو طلب نہ کیا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہین ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ شفعہ کے ثابت ہونے مین بیع کا حال معلوم ہوتے ہی فوراً طلب کرنا شرط ہے اور صاحبین رح کے نزدیک ایک شخص کے خبر دینے سے علم حاصل ہو جاتا ہے پرہیزگار ہو یا نہو آزاد ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک علم کے لیے شہادت کی دو شرطون مین سے کسی نہ کسی کا ہونا ضروری ہے یعنے اگر ایک مرد ہے تو اوسکا پرہیزگار ہونا ضروری ہے ورنہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کا ہونا لازم ہے یہی اختلاف سابقاً اوس صورت مین بیان ہو چکا ہے کہ باکرہ کو اپنے نکاح کی خبر پہونچی اور اوسنے کچھ جواب نہ دیا۔

(٣٣) ہشام نے امام محمد رح سے روایت کیا کہ شفعہ کے ثابت ہونے مین اوسی جلسہ مین شفعہ کا طلب کرنا شرط ہے جس جلسہ مین شفیع کو بیع کا حال معلوم ہو اخیر جلسہ تک بھی اگر شفیع نے شفعہ کو طلب کر لیا تو بھی کچھ حرج نہین ہے اور اگر ہنوز شفعہ کو طلب نہین کیا تھا کہ اوس جلسہ سے علیحدہ ہو گیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کرخی رح نے اسی قول کو پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ طلب شفعہ کا حال بیع کے قبول کرنے یا عورت کو

مختار

* * * * *

* * * * *

طلاق کا اختیار حاصل کرنے کے مانند ہے اور یہ اختیارات اوسوقت تک باقی رہتے ہین جب تک اعراض نپایا جاوے

۳۴، وفی ظاهر الرواية يشترط الطلب فور العلم ۔

(۳۴) امام صاحب رح سے ظاہر روایت یہی ہے کہ بیع کی خبر ملتی ہے فوراً طلب شفعہ کرنا ضروری ہے ۔

۳۵، واختلفوا فی لفظ هذا الطلب قال بعضهم يقول طلبت الشفعة وانا طالبها وقال بعضهم يطلب بلفظ الماضی او المستقبل ولا يجمع بينهما وقال بعضهم يقول اطلب الشفعة واخذها ولا يقول طلبت الشفعة واخذتها فان قال ذلك بطلت شفعته لان ذلك كذب محض وقال بعضهم لا يقول اطلب الشفعة واخذها لان ذلك عدة وقال وقوله طلبت الشفعة واخذتها يذكر للحال عرفا كقوله بعت واشتريت ۔

(۳۵) اس بات مین اختلاف ہی کہ طلب مواثبت کن الفاظ سے کرنا چاہیے بعض کے نزدیک اسطرح کہنا چاہیے کہ مین شفعہ کو طلب کرچکا ہون اور اوسکا طالب ہون اور طلب کرونگا اور بعض کے نزدیک صرف ماضی یا مستقبل کے لفظ سے طلب کرنا چاہیے اور ایسا نکیا جائے کہ ایک لفظ ماضی کا ہو اور ایک مستقبل کا ہو اور بعض کے نزدیک یہ کہنا چاہیے کہ مین شفعہ کو طلب کرونگا اور شفعہ کو لونگا یہ نہ کہے کہ مین نے شفعہ کو طلب کرلیا اور شفعہ کو لے لیا اگر اسطرح کہیگا تو شفعہ باطل ہوجائیگا کیونکہ اوسکا یہ کہنا محض جہوٹ ہے بعض کہتے ہین شفیع کو یہ نہ کہنا چاہیے کہ مین شفعہ کی درخواست کرونگا اور شفعہ کو لے لونگا کیونکہ یہ ایک قسم کا وعدہ ہی اور انہین بعض نے بیان کیا ہی کہ (مینے شفعہ کے طلب کرلے اور شفعہ کو لے لیا) عرف کے اعتبار حال کے لئے آتا ہے جسطرح خرید فروخت مین بائع مشتری کا یہ کہنا کہ مین نے خریدا اور مین نے فروخت کیا ۔

* * * * *

* * * * *

۳۶، والصحيح انه اذا طلب بای لفظ طلب بالماضی او المستقبل يصح طلبه وهو اختيار ابی جعفر والفقيه ابی الليث والشيخ الامام ابی بكر محمد بن الفضل رحمهم ۔

(۳۶) صحیح قول یہ ہی کہ جسطرح چاہے شفیع شفعہ کی طلب کرے اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا خواہ ماضی سے ہو یا مستقبل سے ۔ ابو جعفر اور فقیہ ابو اللیث اور شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح نے اسی قول کو پسند کیا ہی ۔

۳۷، وحكی عن الشيخ الامام ابی بكر محمد بن الفضل رحمه انه قال ان كان قرويا قال شفعة

(۳۷) شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح سے مروی ہے کہ شفیع اگر ایک گنوار آدمی ہے اور بیع کی خبر سنکر شفعہ شفعہ

شفعة كان طالبا وكذا لو قال (شفعه مراست بجواستم وياقتم).

کہنے لگا تو شفعہ کا وہ طالب سمجھا جائیگا اسی طرح اگر ایک شخص کہے کہ (شفعہ مراست بجواستم ویافتم) تو یہ شخص بھی طالب سمجھا جائے گا۔

(۳۸) وقال بعضهم لو قال الشفيع الشفعة لي اطلبها واخذها بطلت شفعته لان قوله لي لغو لا يحتاج اليه.

(۳۸) بعض کا قول ہو اگر شفیع نے یہ کہا کہ شفعہ میرا ہو میں اسکو طلب کرونگا اور لیلونگا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ میرا کا لفظ اس موقع پر بیکار ہو کہ گویا اوسنے طلب کرنے سے پہلے دوسرا کلام کیا۔

(۳۹) وعن بعض المشائخ رحمهم الله اذا قال الشفيع للمشتري حين لقيه انا شفيعك اخذ منك الدار بالشفعة تبطل شفعته كما لو قال للمشتري حين لقيه كيف اصبحت او كيف امسيت۔

(۳۹) بعض مشائخ سے مروی ہو اگر شفیع ملاقات کیوقت مشتری سے یہ بات کہی کہ میں تیرا شفیع ہوں بذریعۂ شفعہ کے تجھسے مکان کو لیلونگا اوسکا شفعہ باطل ہو جاویگا جسطرح مشتری سے ملاقات کے وقت یہ بات کہنے سے کہ آج تمہارا کیا حال ہو یا آپ کا مزاج کیسا ہو شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(۴۰) وذكر الناطقي رحمه الله اذا علم الشفيع بالبيع فقال الحمد لله قد ادعيت شفعتها او قال سبحان الله لا تبطل شفعته وكذا لو قال للمشتري حين لقيه السلام عليك ورحمة الله وبركاته طلبت الشفعة او قال كيف اصبحت او كيف امسيت او قال الله اكبر او عطس صاحبه فشمته ثم طلب الشفعة صح طلبه ولو ساله شيئا من الحوائج ثم طلب تبطل شفعته وقال الناطقي رحمه الله على قياس قوله سبحان الله او كيف اصبحت او كيف امسيت اذا قال للمشتري حين لقيه او قال اطال الله بقاءك ثم طلب الشفعة لا تبطل شفعته وعن الشيخ الامام ابي بكر محمد بن الفضل رحمه الله

(۴۰) ناطقی رحمہ نے بیان کیا ہو۔ اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے کہا الحمد للہ میں نے اوسمیں شفعہ کا دعویٰ کیا یا سبحان اللہ کا لفظ کہا تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اسی طرح اگر مشتری سے ملاقات کیوقت کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں نے شفعہ طلب کیا ہو یا اوس کے مزاج پرسی کے بعد طلب شفعہ کا ذکر کیا یا اللہ اکبر کہا یا کسیکے چھینک کے جواب میں یرحمکم اللہ کہکر شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا اور اگر مشتری سے ملاقات کے وقت اپنی کسی اور ضرورت کا ذکر کیا بعد ازاں شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ناطقی رحمہ نے انہیں الفاظ پر قیاس کرکے بیان کیا ہے کہ اگر شفیع ملاقات کیوقت مشتری کے لئے یہ دعا دے کہ خدا تعالیٰ تیری عمر دراز کرے بعد ازاں شفعہ کو طلب کرے تو شفعہ

شترى دارا فلقيه شفيعها والمشترى وابنه معه فسلم الشفيع على ابنه قبل ان يطلب الشفعة تبطل شفعته وان سلم على المشترى لا تبطل شفعته قال لان الشفيع محتاج الى الكلام مع المشترى وكان محتاجا الى السلام عليه لان الكلام قبل السلام مكروه

باطل نہیں ہوگا شیخ امام ابو بکر بن فضل رحمۃ اللہ سے مروی ہے کہ اگر ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع سے اوسکی ملاقات ہوئی اوسوقت مشتری کے ہمراہ مشتری کا بیٹا بھی تھا شفیع نے مشتری کے بیٹے سے طلب شفعہ کرنے سے پہلے سلام علیک کی تو شفعہ باطل ہو جاویگا اور اگر مشتری سے سلام علیک کی تو شفعہ باطل نہوگا کیونکہ شفیع کو مشتری کے ساتھ گفتگو کی ضرورت درپیش ہے لہذا گفتگو سے پیشتر سلام بھی ضروری ہے کیونکہ سلام علیک سے پہلے کلام مکروہ ہے

(٤١) ولو قال الشفيع للمشترى ابتغيت شفاعتك اواهم، قالوا تبطل شفعته لان هذا اللفظ طلب الشفاعة لا طلب الشفعة۔

(٤١) اگر شفیع نے مشتری سے کہا کہ مین شفاعت چاہتا ہون تو فقہا کے نزدیک شفعہ باطل ہو جاوے گا کیونکہ اس لفظ مین شفاعت کی طلب ہے شفعہ کی طلب نہین ہے۔

(٤٢) رجلان ورثا عن ابيهما اجمة احد الوارثين بعينه لم يعلم بان له فيها نصيبا فبيعت اجمة اخرى بجنب هذه الاجمة فلم يطلب هو الشفعة ثم علم ان له فيها نصيبا فطلب الشفعة في الاجمة المبيعة قالوا تبطل شفعته لان شرط تاكد الشفعة طلب المواثبة عند العلم بالبيع فاذا لم يطلب والجهل ليس بعذر فلا يبقى له الشفعة۔

(٤٢) اگر دو شخصون کو اپنے باپ کے ورثہ مین ایک جھیل ملی مگر ان دونون مین سے صرف ایک شخص اس بات سے لاعلم ہو کہ میرا اسمین حصہ ہے یا نہین اس عرصہ مین ایک اور جھیل اس جھیل کے قریب فروخت ہوئی اور اس لاعلم نے اس دوسرے جھیل مین شفعہ کا دعوی نہ کیا اور بعد کو معلوم ہوا کہ میرا بھی اس جھیل مین حصہ ہے پھر اوسنے شفعہ کا دعوی کیا تو فقہا کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہو جاویگا اسواسطے کہ بیع کے علم کے ساتھ طلب مواثبت کرنا اثبات شفعہ کے لئے شرط ہے اور اس شخص نے طلب مواثبت نہین کی پس اسکا شفعہ باقی نہین رہیگا اور بسبب اپنی لاعلمی کے معذور نہوگا۔

* * * * * *

(٤٣) شفيع ظن ان مشترى الدار فلان فسكت ولم يطلب الشفعة فاذا علم ان المشترى غير فلان كان له الشفعة۔

(٤٣) ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے گمان کیا کہ زید نے وہ مکان خریدا ہے اور اپنے گمان کے موافق وہ خاموش ہو رہا اور شفعہ کو طلب نہین کیا مگر بعد کو معلوم ہوا کہ عمرو نے وہ مکان خریدا ہے تو شفیع بدستور شفعہ کا دعوی کر سکتا ہے۔

(۴۴) وقال بعضهم اذا توهم الشفيع ان المشتري فلان فسكت ثم علم ان المشتري غيره فطلب لا يصح طلبه.

(۴۴) بعض کا قول ہی اگر شفیع کو شبہہ ہوا کہ فلان شخص نے یہ مکان خریدا ہی اور صرف شبہہ کی بنا پر وہ خاموش ہو بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ مشتری اور شخص ہی پھر اوس نے شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح نہو گا۔

(۴۵) ولو قيل للشفيع بيعت دار كذا فقال من اشتراها او قال بكم اشتراها فلما اخبر بذلك قال طلبت الشفعة صح طلبه.

(۴۵) اگر شفیع سے کسی شخص نے آکر بیان کیا کہ فلان مکان فروخت ہو گیا اوسکے جواب مین شفیع نے کہا کہ کس نے خریدا ہی یا کس قیمت پر فروخت ہوا ہے پھر مشتری کا نام اور قیمت کا حال سنکر شفیع نے کہا مین نے شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہو گا۔

(۴۶) وكذا لو قيل للشفيع بيعت دار كذا بالف درهم فسكت ثم علم انها بيعت بخمسمائة درهم كان له الشفعة.

(۴۶) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان ہزار روپیہ پر فروخت ہو گیا یہ سنکر شفیع نے سکوت کر لیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ پانچ سو روپیہ پر فروخت ہوا ہی اور اوسنے شفعہ طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہو گا۔

(۴۷) دار بيعت بجنب دار رجل والجار يزعم ان رقبة الدار المبيعة له ويخاف انه لو ادعى رقبتها تبطل شفعته لان مالك الدار لا يكون شفيعا وان ادعى الشفعة لا يمكنه دعوى الدار انها له ماذا يصنع حتى لا يبطل شفعته قالوا يقول هذه الدار داري وانا ادعي رقبتها فان وصلت اليها والا فانا على شفعتي منها لان هذه الجملة كلام واحد فلم يتحقق السكوت عن طلب الشفعة.

(۴۷) ایک شخص کے مکان کے متصل کسیکا مکان فروخت ہوا اور اوس ہمسایہ کو گمان ہی کہ فروخت شدہ مکان میری ملک ہی اور اوسکو خوف ہی کہ اگر مین نفس مکان کا دعوی کرتا ہون تب تو شفعہ باطل ہوتا ہی کیونکہ مالک شفیع نہین ہو سکتا اور اگر شفعہ کا دعوی کرتا ہون تو مکان کا دعوی نہین کر سکتا تو ایسے وقت مین اوسکو کیا کرنا چاہیے فقہاء کہتے ہین اوس شخص کو ایسی صورت مین یہ کہنا چاہیے کہ یہ مکان میرا ہی اور مین اوس مکان کا مدعی ہون اگر اسطرح سے یہ مکان مجکو ملجاوے تب تو فبہا ورنہ مین اوسمین شفیع ہون کیونکہ یہ سب ایک ہی کلام ہی پس طلب شفعہ سے سکوت نہ پایا گیا۔

* * * * * * *

(٤٨) صغيرة ادركت وثبت لها خيار البلوغ والشفعة ان قالت طلبت الشفعة واخترت نفسي او قالت اخترت نفسي وطلبت الشفعة صح الاول وبطل الثاني فان قالت طلبت حقين الشفعة والخيار صح كلاهما۔

(٤٨) ایک نابالغ لڑکی کو حیض آیا جس سے اوسکو خیار بلوغ اور شفعه کا اختیار ثابت ہوا اور اسکی تین صورتیں ہیں اگر اوسنے کہا کہ مین نے شفعه کو طلب کیا اور اپنی جان کا اختیار لیا تب تو صرف شفعه ثابت ہوگا اور اگر کہا مین نے اپنی جان کا اختیار لیا اور شفعه کو طلب کیا تو اوس کو صرف اپنی ذات کا اختیار حاصل ہوگا اور شفعه باطل ہوجائیگا اور اگر یہ کہا کہ مین نے دونون حق طلب کئے میرا شفعه بھی ہو اور حکیم اختیار بھی ہو تو دونون حق ثابت ہوجائینگے

(٤٩) اذا سمع الشفيع بيع الدار فسكت قالوا لا يبطل شفعته ما لم يعلم المشتري الثمن كالبكر اذا استؤمرت فسكتت ثم علمت ان الاب زوجها من فلان فردت صح ردها۔

(٤٩) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان فروخت ہوگیا ہے اور اسنے سکوت کر لیا تو اوسکا شفعه باطل نہوگا جبتک اوسکو یہ نہ معلوم ہو کہ مشتری کون ہے اور قیمت کیا ہے اسطرح اگر باکرہ لڑکی سے نکاح کے بارے مین مشورہ لیا گیا اور وہ خاموش ہوگئی بعدہ معلوم ہوا کہ میرے باپ نے فلان شخص سے میرا نکاح کیا ہے اور اوسنے نکاح کو رد کر دیا تو اوس کا رد کرنا صحیح ہوگا۔

(٥٠) رجل اشترى دارا وقال للشفيع اشتريتها لنفسي فسلم الشفيع الشفعة او سكت ثم ظهر انه اشتراها لغيره قال محمد رح تبطل شفعته وقال ابو حنيفة رح لا تبطل وعليه الفتوى۔

(٥٠) ایک شخص نے کوئی مکان خریدا اور شفیع سے کہا مین نے اپنے لیے یہ مکان خریدا ہے اسپر شفیع نے شفعه کا دعوی نہ کیا بلکہ خاموش ہو رہا پھر معلوم ہوا کسی اور شخص کے لئے یہ مکان خریدا ہے تو امام محمد رح کے نزدیک اوسکا شفعه باطل ہو جاوے گا اور امام ابوحنیفه کے نزدیک باطل نہوگا اور فتوی اسی قول پر ہے۔

(٥١) رجل صلى الظهر ثم شرع في الركعتين بعد الفرض فاخبر بالبيع فجعلها اربعا روى هشام عن محمد رح انه لا تبطل شفعته ولو جعلها

(٥١) ایک شخص نے ظہر کی نماز ادا کرکے دو رکعت نماز پڑھنا شروع کیا اسی اثنا مین اوسکو کسی نے بیع کی خبر دی اور اس شخص نے بجاے دو رکعت کے [illegible] دو رکعت اور اسمین ملا دیں تو امام [illegible]

ستا بطلت شفعته ولو كان في الاربع قبل الظهر فاخبر بالبيع فاتمها اربعا لا تبطل شفعته وذكر الناطقي رح اذا علم بالبيع وهو في التطوع فجعلها اربعا او ستا لا تبطل شفعته والصحيح انه اذا جعلها اربعا لا تبطل ولو جعلها ستا تبطل ولو افتتح الاربع بعد الجمعة لا تبطل شفعته وان صلى اكثر من اربع بطلت شفعته وكذا لو افتتح الركعتين بعد الظهر لا تبطل شفعته۔

ہشام کے مروی ہی کہ اسکا شفعہ باطل ہوگا اور اگر اون دونو نمین چار رکعت ادر ملا کر پڑہین تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر ظہر سے پہلے چار سنت پڑہ رہا تہا اور بیع کی خبر سنکر چار رکعت اوسنے پوری کر لین تو شفعہ باطل نہوگا اور ناطقی رح نے بیان کیا ہی اگر نماز نفل پڑہنے مین شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اوسنے چار یا چہہ رکعت پوری کر لین تو شفعہ باطل نہین ہوگا مگر صحیح یہ ہی کہ چار پوری کرنے سے باطل نہوگا اور چہہ پورے کرنے سے باطل ہو جاوے گا اور اگر جمعہ کے بعد چار رکعت شروع کر دی ہین تو انکے پورے کرنے سے بہی شفعہ باطل نہوگا مگر چار سے زیادہ پڑہنے سے باطل ہو جاویگا اسیطرح ظہر کے بعد دو رکعتون کے شروع کرنے سے شفعہ باطل نہوگا۔

(۵۲) ولو افتتح التطوع بعد طلب المواثبة قبل طلب الاشهاد تبطل شفعته

(۵۲) طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد سے پہلے اگر ایک شخص نے نماز نفل شروع کر دی تو شفعہ باطل ہو جاویگا۔

(۵۳) وبعد ما طلب الشفعة طلب المواثبة فور علمه بالبيع يحتاج الى طلب الاشهاد وانما يسمى الثاني طلب الاشهاد لا لان الشهادة شرط بل ليتمكن من اثبات الطلب عند جحود الخصم۔

(۵۳) طلب مواثبت کے بعد شفیع کے لئے طلب اشہاد ضروری ہی اور اسکا نام طلب اشہاد اسوجہ سے نہین ہی کہ اسمین شہادت شرط ہی بلکہ اسواسطے ہی کہ مخاصمت کے وقت طلب شفعہ کو ثابت کر سکتا ہے

(۵۴) فان كان الشفيع حاضرا في مجلس البيع فطلب الشفعة بحضرة البائع او المشتري كفاه ذلك عن الطلب الثاني۔

(۵۴) بیع کی جگہ اگر شفیع خود موجود تہا اور بائع مشتری کے روبرو اوسنے شفعہ کو طلب کیا تو پہر دوبارہ اوسکو طلب اشہاد کی ضرورت نہین ہی۔

(۵۵) وان لم يكن كذلك فذهب الى البائع او الى الدار لطلب الاشهاد فالمسألة على وجوه۔

(۵۵) اگر خرید فروخت کی جگہ شفیع موجود نہین تہا تو اوسوقت مین طلب مواثبت کے بعد شفیع کو طلب اشہاد کرنا چاہیے مگر اسکی صورتین مختلف ہین

(۵۶) ان کان البائع والمشتری والشفیع والدار فی مصر واحد والدار فی ید البائع فالی ایھم ذھب الشفیع وطلب الشفعة صح طلبه ولا یعتبر فیه الاقرب ولا الابعد لان المصر مع تباعد الاطراف کمکان واحد الا ان یجتاز علی الاقرب و لم یطلب الشفعة فحینئذ تبطل شفعته۔

(۵۶) اگر بائع اور مشتری اور شفیع اور مکان یہ چارون ایک ہی شہر مین ہین اور مکان ہنوز بائع کے قبضہ مین ہو تو ایسی صورت مین شفیع کو اختیار ہوگا کہ تینون مین سے کسی کے پاس جاکر شفعہ کو طلب کرے اور اس بات کا کچھ اعتبار نہوگا کہ تینون مین سے کون قریب اور کون بعید ہو اسواسطے کہ شہر کو باوجود بعد اطراف کے ایک مقام کا حکم ہے مگر جس صورت مین بالفرض قریب پر شفیع کا گذر ہوا اور بغیر طلب کئے وہ آگے چلدیا تو اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔

(۵۷) وان کان البائع والمشتری والدار فی مصر واحد والشفیع فی بلدة اخری فالی ایھم ذھب الشفیع الی البائع والدار فی ید البائع او الی المشتری او الی الدار وطلب الشفعة صح طلبه۔

(۵۷) اگر بائع اور مشتری اور مکان سب ایک ہی شہر مین ہین تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اگر مکان ہنوز بائع کے قبضہ مین ہو تو اسوقت بائع کے پاس ورنہ مشتری یا مکان کے پاس جاکر شفعہ کو طلب کرے۔

(۵۸) وان کان الشفیع فی موضع الدار والبائع والمشتری فی السواد او کان الشفیع مع احد المتبایعین فی مصر واحد والمتبایعین والدار فی غیر المصر فقصد الشفیع الابعد لطلب الشفعة وترك الاقرب الیه بطلت شفعته۔

(۵۸) اگر شفیع اوسی شہر مین ہو جس جگہ مکان ہے اور بائع اور مشتری اوس شہر سے باہر ہین یا بائع اور مشتری مین سے ایک شخص ایک شہر مین شفیع کے ساتھ ہو اور دوسرا شخص مکان کے ساتھ ہو اس حالت مین شفیع اگر قریب کو چھوڑکر طلب شفعہ کے لئے بعید کیطرف گیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا

(۵۹) وان کان البائع سلم الدار الی المشتری فان طلب الشفیع من المشتری واشھد صح طلبه وکذا ان لم یکن الدار فی ید المشتری وطلب الشفیع من المشتری صح طلبه۔

(۵۹) اگر بائع نے مکان کو مشتری کے قبضہ مین دیدیا اور شفیع نے مشتری سے شفعہ کا مطالبہ کیا اور کسی کو گواہ کردیا تو اوس کا طلب کرنا صحیح ہوگا اسیطرح اگر ہنوز مشتری کا قبضہ نہین ہوا ہے اور شفیع نے مشتری سے شفعہ طلب کیا تو بھی اوس کا طلب کرنا صحیح ہے۔

(۶۰) وان طالب من البائع واشهد ان كانت الدار في يد البائع صح طلبه والا فلا ويصير كانه لم يطلب

(۶۰) اگر شفیع نے بایع سے شفعہ طلب کیا اور اوسپر کسیکو گواہ کر دیا تو اوسکی دو صورتین ہین اگر مکان ہنوز بایع کے قبضہ مین ہے تب تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہے ورنہ وہ طلب کرنا صحیح نہوگا اور کالعدم سمجھا جائیگا۔

* * * * *

(۶۱) وصورة طلب الاشهاد ان يقول الشفيع للمشتري حين يلقيه اطلب منك الشفعة في دار اشتريتها من فلان التي احد حدودها كذا والثاني كذا والثالث كذا والرابع كذا وانا شفيعها بالجوار لان احد حدودها كذا والثاني كذا والثالث كذا والرابع كذا فسلمها لي ولابد ان يبين انه شفيع بالشركة او بالجوار او في الحقوق ويبين الحدود لتصير الدار معلومة۔

(۶۱) طلب اشہاد کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مثلاً مشتری سے ملاقات کے وقت یہ بات کہی کہ تونے جو فلان شخص سے فلان مکان جسکے چارون حدود یہ ہین خرید اہے اوسمین مین شفعہ طلب کرتا ہون اور مین اوس مکان مین بسبب ہمسایگی کے بذریعہ ایک مکان کے جسکے حدود اربع یہ ہین شفیع ہون اسواسطے وہ مکان تو مجھکو دیدے اور اس بات کا بیان کرنا اوسپر ضرور ہے کہ وہ بذریعہ شرکت کے شفعہ کرتا ہے یا بذریعہ ہمسایگی کے۔ اور حدود کا بیان کرنا بھی ضروری ہے تاکہ وہ مکان مجہول نرہے۔

(۶۲) اذا اخبر الشفيع بالبيع في جوف الليل فلم يقدر على ان يخرج للاشهاد فان اشهد حين اصبح صح طلبه لانه اخر الاشهاد بعذر۔

(۶۲) اگر رات کے وقت شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور طلب اشہاد کے لئے اوسوقت نجاسکا اور صبح ہوتی ہی اوسنے طلب اشہاد کی تو کچھ مضایقہ نہین ہے کیونکہ اس تاخیر مین شرعا وہ معذور سمجھا جائیگا۔

(۶۳) واليهود اذا اخبر بالبيع يوم السبت فلم يطلب الشفعة بطلت شفعته لانه غير معذور في التاخير وكذا لو كان الشفيع في عسكر اهل الخوارج او اهل البغي فخاف على نفسه ان يدخل في عسكر اهل العدل فلم يطلب بطلت شفعته لانه غير معذور۔

(۶۳) اگر ہفتہ کے روز ایک یہودی کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے شفعہ طلب نکیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ وہ غیر معذور ہے اسیطرح اگر شفیع خوارج یا باغیون کے لشکر مین ہے اور اہل حق کے لشکر مین آنے سے اوسنے اپنی جان کا خوف کیا اور طلب اشہاد نکی تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ وہ معذور نہین ہے۔

(٦٤) ولو كانت الشفعة بالجوار وخاف الشفيع انه لو طلب الشفعة بالجوار عند قاض لا يرى الشفعة بالجوار يبطل شفعته فلم يطلب كان على شفعته۔

(٦٤) شفعہ بالجوار کی صورت میں اگر شفیع کو خوف ہے کہ میں نے اس قاضی کے پاس جو شافعی المذہب ہے اور شفعہ بالجوار کو تجویز نہیں کرتا اگر شفعہ طلب کیا تو میرا شفعہ باطل ہو جائیگا اس خوف سے اس شخص نے قاضی کے پاس شفعہ کو طلب نہیں کیا تو شفعہ باطل نہ ہوگا۔

(٦٥) ولو علم الشفيع بالبيع وهو فی طريق مكة فطلب طلب المواثبة ولم يقدر على طلب الاشهاد فان لم يكن البائع والمشترى فی الرفقة فانه يوكل وكيلا ليطلب الشفعة فان لم يوكل ومضى فی الطريق فان وجد من يوكله بالطلب ولم يوكل تبطل شفعته وان لم يجد وكيلا ووجد فتى يكتب كتابا على يديه ويوكل بالكتاب وكيلا فان لم يفعل بطلت شفعته وان لم يجد وكيلا ولا فتى لا تبطل شفعته حتى يجد لانه معذور۔

(٦٥) اگر مکہ معظمہ کے راستہ میں شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اوسنے طلب مواثبت کی مگر طلب اشہاد نہ کر سکا اگر بائع اور مشتری سفر میں اسکے ساتھ نہیں ہیں تو اس شخص کو طلب شفعہ کے لئے ایک وکیل مقرر کرنا چاہیے اور اگر وکیل مقرر نہیں کیا تو اوسکی دو صورتیں ہیں اگر وکیل میسر ہوا اور مقرر نہ کیا تب تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر وکیل میسر نہ ہوا تو اوس کو چاہیے کہ خط لکھوا کر بذریعہ خط کے کسی شخص کو وکیل کرے اگر ایسا نہ کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر وکیل بھی میسر نہوا اور خط لکھنے والا بھی میسر نہوا تو شفعہ باطل نہوگا جب تک اون دونوں میں سے کوئی میسر نہ آوے کیونکہ وہ شخص معذور ہے۔

(٦٦) دار بيعت لها شفيعان احدهما حاضر فطلب الحاضر الشفعة وقضى له القاضی ثم حضر الشفيع الآخر فان الشفيع الثانی يطلب الشفعة من الشفيع الذی قضى له القاضی لان الذی قضى له القاضی قام مقام المشتری هذا اذا طلب الاول جميع الدار بالشفعة فلو انه طلب

(٦٦) ایک مکان فروخت ہوا اور دو شخص اوسکے شفیع ہیں جنمیں سے ایک حاضر اور ایک غائب ہے اس حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے بھی اوسکے لئے شفعہ کا حکم کر دیا بعد ازاں دوسرا شفیع حاضر ہوا تو اس شفیع دوم کو شفیع اول سے طلب شفعہ کرنا چاہیے جس کے لئے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا ہو کیونکہ شفیع اول اس وقت میں بمنزلہ مشتری کے ہے گو یہ اسقدر

نصف الدار ظنا منه انه لا يستحق الا النصف بطلت شفعته وكذا لو كانا حاضرين فطلب كل واحد منهما الشفعة في نصف الدار بطلت شفعتهما لان السكوت عن النصف الباقي تسليم للشفعة في النصف المسكوت فيبطل شفعته في النصف المسكوت واذا بطلت في النصف تبطل في الكل كذا ذكر في الكتاب۔

\+ \+ \+ \+ \+

(٦٧) وذكر الناطقي رح رجل اذا اشترى دارا في جنب الشفيع فجاء الشفيع وقال سلم لي نصفها بالشفعة فابى المشتري لا تبطل شفعته وهو الصحيح لان طلب تسليم النصف لا يكون تسليما للباقي وكذا لو قال الشفيع انا شفيع هذه الدار فسلم لي نصفها بالشفعة فاسلم لك النصف الباقي فابى المشتري لا تبطل شفعته

(٦٨) الوكيل بشراء الدار اذا اشترى وقبض فجاء الشفيع وطلب الشفعة من الوكيل قبل ان يسلم الوكيل الدار الى الموكل قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل رح يصح طلبه وان كان ذلك بعد ما سلم الوكيل الدار الى الموكل لا يصح طلبه ولو ان

ہے کہ شفیع اول پورے مکان میں شفعہ کا دعوی کر اور اگر شفیع نے اس گمان سے کہ میں نصف مکان کا مستحق ہون نصف مکان کا دعوی کیا تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسیطرح اگر دونون شفیع ہون اور ہر ایک نصف نصف مکان کا دعوی کرے تو دونون کا شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ باقی نصف کا دعوی نکرنا اوس باقی مین شفعہ کا ترک کرنا ہوا اوس نصف مین تو اس طرح باطل ہوا اور جب نصف مین باطل ہوتا ہی تو کل مین باطل ہو جاتا ہے۔

(٦٧) ناطقی رح نے ذکر کیا ہی کہ اگر ایک شخص نے شفیع کے مکان سے ملا ہوا ایک مکان خرید ا بعد ازان شفیع نے آکر اوس سے کہا بذریعہ شفعہ کے اس مکان کا نصف مجکو دیدے اور مشتری نے انکار کیا تو شفعہ باطل ہوگا یہی قول صحیح ہے اس لیے کہ نصف کا طلب کرنا باقی کا ترک کر دینا نہین ہی اسیطرح اگر شفیع نے مشتری سے کہا میں اس مکان کا شفیع ہون اس لئے بذریعہ شفعہ کے نصف کا مجکو دیدے تو مین باقی نصف مکان تیرے لیے چھوڑ دونگا لیکن مشتری نے انکار کیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہوگا۔

(٦٨) اگر ایک شخص کو ایک مکان خرید کرنے کے لیے وکیل کیا اور اوسنے مکان خرید کر قبضے مین لے لیا اور ہنوز موکل کے قبضے مین وہ مکان نہین دیا تھا کہ شفیع نے وکیل کے پاس آکر شفعہ کو طلب کیا تو شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح کا قول ہی کہ اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا اور اگر وکیل نے موکل کو وہ مکان تسلیم کر دیا تھا تو شفیع کا طلب کرنا صحیح نہوگا اور اگر شفیع نے وکیل کے لیے شفعہ چھوڑ دیا تو اوسکا

الشفيع سلم الشفعة للوكيل صح تسليمه سواء كانت الدار في يده او لم تكن.

یہ چھوڑنا صحیح ہو جائیگا خواہ وہ مکان اوس وقت وکیل کے قبضے میں ہو یا نہو۔

(۶۹) الوكيل بطلب الشفعة اذا سلم الشفعة للمشتري جاز عند ابي حنيفة وابي يوسف رح وهو بمنزلة تسليم الاب والجد شفعة الصغير

(۶۹) اگر ایک شخص طلب شفعہ کا وکیل تھا اور اسنے مشتری کے لیئے شفعہ چھوڑ دیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے جسطرح باپ یا دادا نابالغ کے شفعہ کو چھوڑ دے تو جائز ہوتا ہے۔

(۷۰) رجل له شفعة عند القاضي فانه يقدم القاضي الى السلطان وان كانت شفعته عند السلطان وامتنع القاضي عن احضاره كان الشفيع على شفعته لانه ترك الطلب بعذر۔

(۷۰) اگر قاضی پر ایک شخص کا شفعہ ہو تو وہ شخص قاضی کو سلطان کے پاس لیجا سکتا ہے اور اگر خود سلطان پر اوسکا شفعہ ہو اور قاضی سلطان کو حاضر نکر سکا تو شفیع اپنے شفعہ پر قائم رہیگا کیونکہ وہ طلب نکرنے میں معذور ہے۔

(۷۱) رجل اشترى لابنه الصغير دارا والاب شفيعها كان للاب ان ياخذها بالشفعة لان الاب لو اشترى مال ولده الصغير لنفسه جاز واذا اراد ان ياخذ ويطلب يقول اشتريت واخذت بالشفعة فتصير الدار له ولا يحتاج الى القضاء ولو كان مكان الاب وصي فالجواب فيه كالجواب في شراء الوصي مال اليتيم لنفسه على قول من يملك ذلك يكون الوصي بمنزلة الاب وعلى قول من لا يملك ذلك فله الشفعة ايضا لكن يقول اشتريت وطلبت الشفعة ثم يرفع الامر الى القاضي حتى ينصب القاضي

(۷۱) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے ایک مکان خریدا اور خود باپ اوس میں شفیع ہے تو یہ باپ اوس مکانکو بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے اسواسطے کہ باپ اگر اپنے نابالغ لڑکے کا مال خود خریدے تو جائز ہے اور جب اوسکو لینا اور طلب کرنا منظور ہو تو یہ کہنا چاہیے کہ میں نے اوس مکان کو خرید لیا اور شفعہ سے لے لیا صرف یہ کہنے سے یہ مکان اوسکا ہو جائیگا اور قاضی کے کہنے کی ضرورت نہوگی اور اگر باپ کی جگہ باپ کا وصی ہو تو اوسکا حکم وسی کے مانند ہے کہ وصی یتیم کے مال کو اپنے لیے خریدے جن لوگوں کے نزدیک اوسکو یہ اختیار ہے اونکے نزدیک وصی بمنزلہ باپ کے ہے اور جنکے نزدیک یہ اختیار نہیں ہے اونکے نزدیک بھی وصی کو شفعہ ہے مگر اوسکو یہ کہنا چاہیے کہ میں نے یہ مکان خرید لیا اور شفعہ طلب کر لیا پھر اس امر کو قاضی کے روبرو پیش کرنا چاہیے تاکہ قاضی نابالغ کی طرف سے ایک متولی مقرر کرے

وصیا عن الصبی فیاخذ الوصی منہ بالشفعۃ ویسلم الوصی الثمن الی القیم ثم بعد ذلک یسلم القیم الی الوصی

جس سے یہ وصی شفعہ کا مطالبہ کرے اور اوس متولے کو ثمن ادا کرے بعد ازان یہ متولے ثمن کو اس وصی کی سپردگی مین دے۔

(۷۲) الشفیع بالجوار اذا باع الدار التی یستحق بہا الشفعۃ الا شقصا منہا لا تبطل شفعتہ لان ما بقی یکفی للشفعۃ ابتداء فیکفی لبقائہا۔

(۷۲) اگر شفیع بالجوار نے ایک مکان جسکے ذریعہ وہ شفعہ کا مستحق ہے فروخت کیا مگر اوسکا ایک حصہ رہنے دیا تو شفعہ باطل نہوگا کیونکہ وہ ایک حصہ خود ابتدا اً شفعہ کے لیے کافی ہے پس اوسکے بقا کے لیے بہی کافی ہوگا۔

(۷۳) الشفیع اذا باع الشفعۃ بعد ما وجبت لہ الشفعۃ لانسان او وہبہا لا تبطل شفعتہ لان حق الشفعۃ لا یحتمل التملیک بلفظ الہبۃ والبیع لانہا لم تصادف محلہا۔

(۷۳) اگر شفیع نے شفعہ ثابت ہو جانے کے بعد حق شفعہ کسی کے لیے بیع یا ہبہ کر دیا تو شفعہ باطل نہوگا اس لیے کہ ہبہ اور بیع کے لفظ سے حق شفعہ مین احتمال تملیک کا نہین ہے کیونکہ شفعہ ہنوز ناتمام ہے۔

\+ + + + + + +

(۷۴) الشفیع اذا ادعی رقبۃ الدار المشفوعۃ انہا لہ لا بالشفعۃ تبطل شفعتہ وان طلب الشفعۃ ثم ادعی رقبۃ الدار المشفوعۃ انہا لہ لا یسمع دعواہ لان طلب الشفعۃ او لا اقرار منہ بعدم الملک فلا یسمع دعواہ ولو تصرف المشتری فی الارض المشفوعۃ قبل ان یاخذہا الشفیع بان وہبہا من انسان وسلم او تصدق بہا او اجرہا او جعلہا مسجدا او صلی فیہا او جعلہا مقبرۃ ودفن فیہا او وقفہا وقفا مستقلا تبطل

(۷۴) اگر شفیع نے دعوی کیا کہ یہ مکان مشفوعہ ذاتی میرا مکان ہے شفعہ کے ذریعہ سے نہین ہے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفعہ طلب کرنے کے بعد مکان مشفوعہ مین ملکیت کا دعوی کیا تو یہ دعوی مسموع نہوگا اسلیے کہ اولاً شفعہ کا طلب کرنا گو یا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ یہ مکان میری ملک نہین ہے لہذا اوسکا دعوی غیر مسموع ہوگا اور اگر مشتری نے شفیع کے لینے سے پیشتر زمین مشفوعہ مین کسی قسم کا تصرف کیا یعنے اوسکو ہبہ کرکے قبضہ کرا دیا یا صدقہ کر دیا یا کرایہ پر اوٹھا دیا یا اوسکو مسجد قرار دیکر نماز پڑہنی شروع کر دی یا مقبرہ بنا کر دفن کرنا شروع کر دیا یا ہمیشہ کے لیے اوسکو وقف کر دیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہوگا بلکہ اوسکو مشتری کے ان تصرفات کے باطل کرنے کا اختیار

الشفعة الشفيع وله ان ينقض تصرف
المشتري وان باعها المشتري من
غيره كان الشفيع بالخيار ان شاء
اخذها بالبيع الاول وان شاء
اخذها بالبيع الثاني ولو غرس
المشتري فيها كرما او شجرا او بنى
فيها بناء او غرس رطبة كان للشفيع
ان يقلع ويأخذ الارض بالشفعة
وان زرع المشتري فيها
زرعا في القياس له ان يقلع ويأخذ
الارض بالشفعة كما في الشجر
وفي الاستحسان يتوقف الى ان
يستحصد الزرع ثم يأخذ
بالشفعة۔

(٧٥) ولو اشترى الرجل دارا
وزخرفها بالنقوش بشئ كثير كان
للشفيع الخيار ان شاء اخذ واعطا
ما زاد وان شاء ترك

(٧٦) وان حط البائع شيئا من الثمن كان للشفيع
ان يأخذ بما وراء المحطوط ولو زاد
المشتري للبائع في الثمن كان للشفيع
ان يأخذها بدون الزيادة۔

(٧٧) ولو تقايل البائع والمشتري
لا تبطل الشفعة وكذلك لو انفسخ
البيع بينهما بخيار شرط او رؤية

ہوگا اور اگر اس مشتری نے دوسرے شخص کے ہاتھ زمین مشفوعہ
کو اس عرصہ میں بیع کر دیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ خواہ
بیع اول سے اوس زمین کو لے لے خواہ بیع ثانی سے اور
اگر مشتری نے اوس زمین مین انگور کی ٹٹیاں یا اور قسم
کے درخت لگالے یا ایک مکان بنالیا یا ترکاری
وغیرہ اوسمین بو دی تو شفیع کو اون سبکے اوکھاڑنے
کا اختیار ہوگا اور زمین کو شفعہ سے لے سکیگا اور اگر
مشتری نے صورت مذکورہ بالامین کھیت بو دیا تو
قیاس کا مقتضے یہی ہے کہ شفیع کو اوس کے
اوکھاڑ ڈالنے اور بذریعہ شفعہ کے زمین کو لینے کا اختیار
دیا جاوے جسطرح بڑے درختون کے اکھاڑ ڈالنے
کا اوسکو اختیار ہے مگر استحسانا کھیت کے کاٹنے
تک توقف کیا جائے گا بعد ازان شفعہ سے اوس
زمین کو لے سکیگا۔

(٧٥) اگر ایک شخص نے ایک مکان خریدا اور بہت کچھ
لاگت لگا کر نقش و نگار سے اوسکو آراستہ کیا تو شفیع کو
اختیار ہوگا کہ خواہ اوس مکان کو زر ثمن کے ساتھ اسقدر
لاگت بھی دیکر مکان کو لے لے خواہ ترک کر دے۔

(٧٦) اگر بائع نے بیع کے بعد مشتری سے کچھ قیمت کم کر دی
تو شفیع کو بھی اختیار ہوگا کہ اوس کم قیمت سے مکان کو لے لے
اور اگر مشتری نے بائع کے لیے کچھ قیمت اضافہ کر دی تو شفیع کو
بدون اس زیادتی کے اوس مکان کے لینے کا اختیار ہوگا

(٧٧) اگر بائع اور مشتری نے باہم رضامندی سے بیع کو
واپس کر دیا تو شفعہ باطل نہوگا اسیطرح اگر خیار شرط
یا خیار رویت یا عیب کی وجہ سے قبضہ کرنے کے بعد

او الرد بالعیب بعد القبض بقضاء القاضی ولو کانت الشفعة بالجوار فباع الشفیع دارہ التی یستحق بہا الشفعة بطلت شفعتہ۔

بحکم قاضی بیع فسخ ہو جائے تو بھی شفعہ نہیں باطل ہوگا اور اگر شفیع بالجوار اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے وہ شفیع ہے بیع کر دے تو اوسکا شفعہ باطل ہوجاتا ہے۔

(٧٨) ولو اجر الرجل دارا مدة معلومة ثم باعہا قبل مضی المدة والمستاجر شفیعہا قال ابو نصیر رحمہ یجوز البیع بین البائع والمشتری ولا یقدر البائع علی تسلیم الدار الا برضا المستاجر واجازتہ فان طلب المستاجر الشفعة کان طلبہ اجازة للبیع فیبطل الاجارة ولہ الشفعة ہو بخلاف ما اذا باع الدار وضمن الشفیع الدرک للمشتری او ضمن الثمن للبائع فانہ لا یکون لہ الشفعة لان ثمہ تعلق جواز البیع بضمانہ فصار الشفیع بمنزلة البائع فلا یکون لہ الشفعة اما ہہنا بیع المستاجر جائز قبل اجازة المستاجر فلا تبطل شفعتہ باجازتہ۔

(٧٨) اگر ایک شخص نے ایک مدت معلوم تک اپنا مکان کرایہ پر دیا بعد ازان مدت تمام ہونے کے پہلے اوسکو فروخت کر دیا اور یہی کرایہ دار اوسکا شفیع تھا تو ابو نصیرؒ کا قول ہے کہ یہ بیع بائع اور مشتری مین صحیح ہوجائیگی مگر کرایہ دار کی رضامندی اور اجازت کے بغیر مشتری کے قبضہ مین اوس مکان کو بائع نہ دے سکیگا اور اگر کرایہ دار نے شفعہ طلب کیا تو اوس کا طلب کرنا بیع کی اجازت دینا سمجھا جائیگا اور اجارہ باطل ہو جائیگا اور اوسکا شفعہ ثابت ہو جائیگا بخلاف اوس صورت کے کہ ایک شخص مکان کو فروخت کرے اور شفیع مشتری کے لیے آیندہ کے لیے خرابی پیدا ہونے کا ضامن ہو جاوے یا بائع کے لیے ثمن کا ضامن ہو جاوے کہ یہاں اوسکا شفعہ قائم نہ رہیگا اسلیے کہ اس مقام پر بیع کا جواز شفیع کے ضامن ہونے پر موقوف ہے پس وہ بمنزلہ بائع کے ہے لہذا اوسکا شفعہ نہوگا مگر اوس جگہ کرایہ دار کے بغیر اجازت کے مکان کی بیع صحیح ہے لہذا اجازت دینے سے اوسکا شفعہ باطل نہوگا

(٧٩) واذا طلب الشفیع طلب المواثبة والاشہاد وابی المشتری ان یسلم الیہ الدار فانہ یرفع الامر الی القاضی ویطلب منہ التملیک ولا یملکہا الشفیع الا بقضاء

(٧٩) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد اگر مشتری نے شفیع کو مکان کے دینے سے انکار کیا تو اوسکو چاہیے اپنا معاملہ قاضی تک پہونچا دے اور اوس سے طلب تملیک کرے اور بغیر حکم قاضی کے شفیع اوس مکان کا مالک نہوگا۔

او رضاء حتی لو بیعت دار اخری بجنب الدار المشفوعة ثم قضی القاضی للشفیع بالشفعة ثم دفعها الیه لا یکون لهذا الشفیع ان یاخذ الدار الثانیة بالشفعة لان الشفیع لم یکن جار الدار الثانیة قبل قضاء القاضی وکذا الرجل الشفیع داره التی یستحق بها الشفعة مسجدا او وقفها وقفا مستقلا او جعلها مقبرة ثم قضی له بالشفعة فانه لا یکون شفیعا للدار الثانیة لان قیام الملك له فیما یستحق به الشفعة شرط وقت القضاء والمسجد والوقف المستقل بمنزلة الزائل عن ملکه

اور اگر قاضی حکم نہ دے تو باہمی رضامندی کا ہونا چاہیے حتی کہ اگر مکان مشفوعہ سے ملا ہوا کوئی اور مکان فروخت ہوا اور پھر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیکر وہ مکان مشفوعہ شفیع کو دلا دیا تو شفیع اس دوسرے مکان فروخت شدہ کو شفعہ سے نہ لے سکیگا اسلیے کہ قبل از حکم قاضی یہ شفیع اوس دوسرے مکان فروخت شدہ کا ہمسایہ نہیں ہوا اسیطرح اگر شفیع نے اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کا مستحق ہے مسجد بنا دیا یا ہمیشہ کے لیے وقف کر دیا یا اوسکو مقبرہ کر دیا بعد ازاں قاضی نے اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیا تو یہ شفیع دوسرے مکان میں شفیع نہ ہوگا اسلیے کہ حکم قاضی کے وقت یہ بات شرط ہے کہ جسکے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا مستحق ہو اوس وقت وہ مکان شفیع کے ملک میں قائم ہو اور مسجد اور وقف دائمی کرنے سے گویا وہ مکان اوسکے ملک سے خارج ہو گیا۔

(٨٠) ولو ان الشفیع بعد طلب المواثبة والاشهاد لم یرفع الامر الی القاضی ان لم یتمکن من الرفع بمرض او حبس او منع مانع ولم یجد من یوکل بالخصومة لا تبطل شفعته وان لم یکن یرفع مع التمکن من المرافعة ذکر فی الکتاب انه علی شفعته ابدا وان طال الزمان قالوا هذا قول ابی حنیفة رح واختلفت الروایات عن محمد رح فی روایة اذا مضی شهر

(٨٠) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد اگر شفیع نے اپنا معاملہ قاضی تک نہ پہونچایا تو اوسکی دو صورتیں ہیں اگر بوجہ مرض یا قید کے نہ پہونچا سکا یا کوئی مانع پیش آگیا جسکی وجہ سے شفیع کو پیروی کے لئے کوئی وکیل میسر نہوا تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر باوجود قدرت کے اوسنے ایسا کیا تو کتاب میں مذکور ہے کہ وہ شخص ہمیشہ اپنے شفعہ پر قائم رہیگا اگرچہ زمانہ دراز گذر جائے فقہا کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کا مذہب یہی ہے اور امام محمد رح سے اس مسئلہ میں روایات مختلف ہیں ایک روایت یہ ہے کہ اگر باوجود قدرت کے ایک مہینہ تک

ولم یرفع مع التمکن بطلت
شفعته وفی روایة
اذا مضی شهر وثلثة ایام وفی روایة
اذا مضت ثلثة [illegible] ولم یرفع بطلت
شفعته واختلفت الروایات فیه عن
ابی یوسف رح ایضا والفتوی علی
انه مقدر بشهر۔

(۸۱) واذا رفع الامر الی القاضی
فان القاضی لا یسمع دعواه الا بحضرة
الخصم فانکانت الدار فی ید البائع
یشترط سماع الدعوی حضرة البائع
والمشتری لان الشفیع یطلب
القضاء بالملك والید جمیعا والملك
للمشتری والید للبائع فیشترط حضرتهما
وانکانت الدار فی ید المشتری
کفا لا حضرة المشتری فان احضر
الخصم وجاء اوان الدعوی یقول
ان هذا اشتری دارا بکذا وانا
شفیعها ویقول له القاضی این الدار
التی ترید شفعتها بین لی موضعها
وحدودها لان القاضی لا یتمکن
من القضاء الا بمعلوم والدار اذا لم
تکن بحضرتهما لا تصیر معلومة
الا ببیان الحدود فاذا بین الحدود
یقول له القاضی بای سبب

اپنا معاملہ قاضی کے سامنے پیش نکرے تو اوس کا
شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایک روایت مین ایک
مہینا تین روز اور ایک روایت مین ہے کہ اگر تین روز بھی
گذر جائین اور قاضی کیطرف چارہ جوئی اپنے معاملے کی نکرے
تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور امام ابو یوسف سے بھی
اسمین روایات مختلف ہین اور فتوی یہ ہے کہ ایک مہینے تک
چارہ جوئی نکرے گا تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۸۱) جسوقت شفیع قاضی کے پاس اپنا مقدمہ
لیجاے تو جبتک اوسکا مدعا علیہ حاضر نہوگا قاضی
اوسکے دعوے کی سماعت نکرے گا اور اگر مکان ہنوز
بایع کے قبضہ مین ہے تو دعوے کی سماعت کے لیئے
دونون بائع اور مشتری کا حاضر ہونا ضروری ہے
اس لیئے کہ شفیع قاضی سے ملک اور نیز قبضہ کا
حکم چاہتا ہے اور صورت مذکورہ مین ملک مشتری کی
ہے اور قبضہ بائع کا ہے لہذا دونون کا حاضر ہونا
شرط ہے اور اگر مکان مشتری کے قبضہ مین آگیا ہے
تو صرف مشتری کا حاضر ہونا کافی ہے اور جسوقت
مدعی مدعا علیہ دونون حاضر ہو جائین اور دعوی کرنے کا
وقت آئے تو مدعی یعنے شفیع کو مدعا علیہ کیطرف اشارہ کر کے
قاضی کے روبرو یہ کہنا چاہیے کہ اسنے ایک مکان اسقدر قیمت سے
خریدا ہے اور مین اوسمین شفیع ہون اور قاضی کو یہ کہنا چاہیے
کہ جس مکان مین تو شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوسکا پتا ونشان
اور اوسکے حدود مجھسے بیان کر اسلیے کہ قاضی مجہول چیز
حکم نہین دے سکتا اور مکان جسوقت کہ قاضی کے
سامنے موجود نہین ہے بغیر بیان حدود کے اوسکو معلوم

تطلب الشفعة لان اسباب الشفعة
مختلفة بعضها مقدم على البعض
فلابد من بيان السبب۔

نہین ہو سکتا جب یہ شفیع مکان کے حدود وغیرہ بیان کردے
تو قاضی کو اوس سے یہ کہنا چاہیے کہ کس وجہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہے اسلیے کہ شفعہ کے
اسباب مختلف ہوتے ہین اور بعض بعض پر مقدم ہوتے ہین لہذا سبب کا بیان کرنا
شفیع کو ضروری ہے

فصل فی ترتیب الشفعاء

ترتیب شفعہ کا بیان

۸۲، قال فی الكتاب الخليط وهو
الشريك فی نفس البقعة احق من
الشريك اراد بالشريك هو
الشريك فی حقوق الدار والشريك
احق من الجار والجار احق من غيره
صورة هذا الترتيب منزل بين
رجلين فی دار مشتركة بين احد
هذين الرجلين وبين رجل اخر وسوها
وهذه الدار فی سكة غير نافذة و
على ظهر هذا المنزل دار لرجل
اخر باب تلك الدار فی سكة اخرى
باع احد الشريكين المنزل فی الدار
نصيبه من المنزل كان الشريك
فی المنزل اولى بالشفعة من غيره
لانه شريك فی نفس البقعة المبيعة
فان سلم هو الشفعة كان الشريك
فی الدار اولى بالشفعة من الشركاء
فی السكة لانه شريك فی الطريق
الخاص وهو الطريق فی الدار فان
سلم هو فاهل السكة احق بالشفعة

(۸۲) کتاب مین بیان کیا ہے کہ خلیط (یعنے نفس مکان
مین شریک) شریک پر مقدم ہے دوسرے شریک سے وہ شخص مراد
لیا ہے جو مکان کے حقوق مین شریک ہو اور شریک جار
پر مقدم ہے اور جار اور لوگون پر مقدم ہے اور اس ترتیب
کی صورت یہ ہے کہ مثلا ایک کمرے مین زید اور عمرو
شریک ہین اور وہ کمرہ ایک ایسے مکان مین واقع
ہو اہے جسمین عمرو اور خالد شریک ہین اور
یہ مکان کوچہ سر بستہ مین واقع ہے اور اس
کمرہ کی پشت پر کسی اور شخص کا مکان ہے جس کا
دروازہ دوسرے کوچہ مین ہے اس صورت
مین زید نے اپنا حصہ جو اوس کمرہ مین ہے فروخت
کیا تو سب شفیعون پر عمرو کو تقدم ہوگا اس لیے
کہ وہ خاص اوس کمرہ مین شریک ہے
اور جسوقت کہ عمرو اپنے شفعہ کو ترک کردے گا
تو خالد کو اور شفیعون پر تقدم ہوگا کیونکہ وہ طریق
خاص مین شریک ہے یعنے اوس راستہ مین
جو اوس کے مکان مین پایا جاتا ہے اگر یہ شخص شفعہ
کو چھوڑ دے گا تو کوچے والون کو حق شفعہ ہوگا
اس لیے کہ وہ راستے مین شریک ہین اگر کوچہ والے
بھی شفعہ چھوڑ دین گے تو اوسوقت جار ملاصق

لانهم شرکاء فی الطریق فان سلم اهل السکة کانت الشفعة للجار الملاصق وهو الذی علی ظهر المنزل

یعنے اوس شخص کو شفعہ ہوگا جسکا مکان اوس کمرہ کی پشت پر واقع ہے۔

* * * * * * * *

(۸۳) ولاشفعة فی الوقف لا للقیم ولا للموقوف علیہ۔

(۸۳) اگر وقف کے مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہو تو اوسمین شفعہ نہین ہے نہ وقف کے متولی کو نہ اوس شخص کو جسکے لیے وہ مکان وقف کیا گیا ہے۔

(۸۴) ولاشفعة فی بیع الکردار وهی التی تکون فی الارض علی نهر الموالی لان الکردار نقلی ولاشفعة فی المنقولات۔

(۸۴) سلطان کی زمین جو کاشت کے لیے لوگون کو دی گئی ہو اور کاشتکارون نے مکانات وغیرہ بنالیے ہین اگر یہ مکانات وغیرہ فروخت کیے جائین تو اوسمین شفعہ نہین ہے اس لیے کہ وہ منقول ہین اور منقولات مین شفعہ نہین ہوتا۔

(۸۵) ولاشفعة فی الاراضی التی حازها الامام لبیت المال وکذا الاراضی المیان دیهیة وهی التی یزرعها الاکرة لایجوز بیعها۔

(۸۵) جن اراضیات کو سلطان نے بیت المال کے لیے رکھا ہو اونمین بسبب عدم جواز بیع کے شفعہ نہین ہوسکتا اور اسیطرح میان دیہی اراضیات مین شفعہ نہین ہوسکتا کیونکہ اونکی بیع جائز نہین ہے۔

(۸۶) ولاشفعة فیما کبس المزارع منها التراب۔

(۸۶) کاشتکار نے سلطان کی زمین مین جو بہراؤ ڈالا ہے اوسمین شفعہ نہین ہوتا۔

(۸۷) ویجوز بیع الکردار اذا کان معلوما ولاشفعة فیها لما قلنا۔

(۸۷) عملے کی بیع درست ہے بشرطیکہ مجہول نہو مگر اوسمین شفعہ نہین ہے اس واسطے کہ وہ منقول ہے۔

(۸۸) رجل اوصی بغلة داره لرجل وبرقبتها للاخر فبیعت دار بجنب هذه الدار کانت الشفعة للموصی له بالرقبة۔

(۸۸) ایک شخص نے اپنے ایک مکان کے بابت یہ وصیت کی کہ اسکے آمدنی زید کو دیجائے اور خود یہ مکان عمرو کو دیا جائے پھر اس مکان کے پہلو مین کسی کا مکان فروخت ہوا تو عمرو کو اوسمین حق شفعہ ہوگا زید کو نہوگا۔

(۸۹) رجل اخذ ارضا مزارعة وزرع فیها فلما صار الزرع بقلا اشتری المزارع الارض مع نصیب

(۸۹) ایک شخص نے کسی سے کاشت پر ایک زمین لی اور اوسمین کھیت بویا جب کہ کھیت جم نکلا تو کاشتکار نے اس زمین کو مع اوس حصے کے جو زمیندار کا اوس کھیتی مین

رب الارض من الزرع ثم جاء الشفيع فله الشفعة في الارض وفي نصف الزرع الا انه لا يأخذ بالشفعة حتى يدرك الزرع لان نصف الارض مشغول بنصيب المزارع

(٩٠) دار فيها ثلث بيوت بيت في (او)ل الدار ثم البيت الثاني بجنب هذا البيت ثم البيت الثالث بجنب الثاني كل بيت لرجل واحد (فب)اع واحد منهم بيته ان كان طريق (ا)لبيوت في الدار كانت الشفعة للباقين بحكم الشركة في الطريق (و)ان كان ابواب البيوت في سكة واحدة نافذة لا في الدار فان بيع البيت الاوسط فالشفعة لصاحب الاعلى والاسفل هما سواء لانهما جاران ملازقان احدهما على اليمين والآخر على اليسار وان بيع البيت الاعلى كانت الشفعة لصاحب الاوسط لا غير لانه جار وان بيع بيت الاسفل كانت الشفعة (لص)احب الاوسط لانه جار ملازق۔

(٩١) سكة غير نافذة فيها سكة (اخ)رى غير نافذة بيعت في السكة

تھا خرید لیا بعد از ان شفیع آکر موجود ہوا تو اس زمین میں اور زمیندار کے حصے میں اوس کا شفعہ ہے مگر جب تک کھیتی پک کر [تیار] نہو جائیگی شفیع اوس کو نہ لے سکیگا اسواسطے کہ نصف زمین کاشتکار کے حصے میں رُکی ہوئی ہے۔

(۹۰) ایک احاطہ میں تین مکان ہین جنمین سے ایک مکان احاطہ کے شروع مین اور دوسرا اس مکان کے پہلو مین اور تیسرا مکان اس دوسرے مکان کے پہلو مین واقع ہے اور یہ تینون مکان تین شخصون کے ہین جنمین سے ایک شخص نے اپنا مکان فروخت کیا تو ان مکانات کو دیکھا جائیگا اگر انکا راستہ اسی احاطہ مین ہے تب تو شرکت راستے کے سبب سے دو باقی مکان والونکا شفعہ ہوگا اور اگر ان مکانات کے دروازے احاطہ مین نہین ہین بلکہ ایک کوچہ مین نکلتے ہین جو سربستہ نہین ہے اگر ان تینون مکانات مین سے درمیان کا مکان فروخت ہوا تو داہنے اور بائین والے کو برابر حق شفعہ ہوگا کیونکہ وہ دونون جار ملازق ہین ایک اس طرف سے ایک اوس طرف سے اور اگر اخیر کا مکان فروخت ہوا تو صرف درمیان والے کو شفعہ ہوگا کیونکہ جار وہی ہے اور اگر شروع کا مکان فروخت ہوا تو فقط درمیان والے کو شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہی اوس کا جار متصل ہے۔

✓ + ✓ + ✓ + ✓ + ✓

✓ + ✓ + ✓ + ✓ + ✓

(۹۱) ایک کوچہ سربستہ مین دوسرا کوچہ سربستہ واقع ہے اور اس پہلے کوچہ مین ایک مکان فروخت ہوا تو صرف

السفلى دار كانت الشفعة لاهل السكة السفلى لان لهم شركة فى الطريق الخاص وهى السكة السفلى ولو بيعت فى السكة العليا دار كانت الشفعة لاصحاب السكتين جميعا لاستوائهم فى الشركة فى الطريق۔

اسی کوچہ والونکو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہ سب اس کے طریق خاص مین شریک ہین اور اگر دوسرے کوچہ مین مکان فروخت ہوا تو دونون کوچہ والونکو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ دونون کوچہ والون کو راستہ مین برابر شرکت ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(۹۲) وكذلك نهر خاص شق منه نهرا اخر فبيع ارض على النهر الصغرى كانت الشفعة لاصحاب النهر الصغرى ولو بيع ارض على النهر الاول كانت الشفعة لاصحاب النهرين جميعا۔

(۹۲) اسیطرح اگر ایک نہر خاص مین سے دوسری ایک چھوٹی نہر نکالی گئی ہے اور اس چھوٹی نہر پر کوئی زمین فروخت ہوئی تو اوسی نہر والون کو شفعہ ہوگا بڑی نہر والونکو نہوگا اور اگر بڑی نہر پر ایک زمین فروخت ہوئی تو دونون نہر والون کو حق شفعہ ہوگا۔

(۹۳) دار بيعت ولها بابان فى سكتين فانكانت هذه الدار فى القديم دارين باب احدهما فى سكة غير نافذة وباب الاخرى فى السكة الاخرى مثلها فاشتراها رجل ورفع الحائط بين الدارين حتى صارتا دارا واحدة فلاهل كل سكة ان ياخذ الجانب الذى كان بابه فى تلك السكة وانكانت هذه الدار المبيعة فى الاصل واحدة ولها بابان كانت الشفعة لاهل السكتين فى جميع الدار بالسوية انما يعتبر فى هذه القديم

(۹۳) ایک مکان فروخت ہوا جسکے دو دروازے ہین اور ہر ایک دروازہ دوسرے کوچہ کیطرف ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر یہ مکان پہلے سے دو مکان تھے جنمین سے ایک کا دروازہ ایک کوچہ سربستہ مین اور دوسرے کا دروازہ دوسرے کوچہ سربستہ مین واقع تھا اور اب کسی شخص نے اوسکو خرید کر دونون مکان کے درمیان کی دیوار گرا کر اوسکو ایک مکان کرلیا ہے تو ہر کوچہ والیکو اسبات کا استحقاق ہوگا کہ مکان کے جس جانب کو دروازہ اس کوچہ مین ہے صرف اوسی جانب کو یہ کوچہ والا بذریعہ شفعہ کے لیلے اور اگر یہ مکان فروخت شدہ اصل مین ایک مکان تھا جسکے دو دروازے تھے تو دونون کوچہ والونکو پورے مکان مین برابر حق شفعہ ہوگا بہرحال مکان کی اصل حالت کا لحاظ کیا جائیگا حالت موجودہ کا

دون الحادث۔

لحاظ کیا جائیگا۔

(۹۴) وكذلك سكة غير نافذة رفع حائطها الى الطريق الاعظم حتى صارت نافذة بيع فيها دار كانت الشفعة لاهل السكة بالسوية لان هذه السكة وان جعلت نافذة لم تكن نافذة فى القديم ولهم ان يسدوا الطريق وكذلك حين رفع الحائط لو قالوا جعلناها طريقا له وللعامة لان لهم ان يسدوا ويجعلوها كما كانت۔

(۹۴) اسیطرح اگر کوچہ سربستہ کی دیوار جو شارع عام کیطرف تھی گرا دیگئی اور اب وہ سربستہ نرہا اگر اس کوچہ مین کوئی مکان فروخت ہو تو [illegible] کوچہ والون کو برابر حق شفعہ ہوگا اسواسطے کہ یہ کوچہ اگرچہ اسوقت مین سربستہ نہین ہے مگر قدیم سے وہ سربستہ تھا اور اب بھی اونکو راستہ بند کرنے کا اختیار ہے اسیطرح اگر دیوار گرجانیکے بعد کوچہ والے یہ بات کہدین کہ ہم نے اوس کو شارع عام کر دیا اوسوقت بھی اونکو برابر حق شفعہ ہوگا اسلیے کہ وہ پہر اوس کوچہ کو بند کرسکتے ہین۔

* * * * * * *

(۹۵) سكة فى اقصاها دار طريق هذه الدار فى سكة نافذة بيع هذه الدار فان كان طريق الدار طريقا للعامة وليس لاهل السكة ان يمنعوهم فلا شفعة لاهل السكة انما الشفعة تكون لجار الدار وان كان طريق هذه الدار خاصة ولاهل السكة ان يمنعوا العامة عن الدخول فى سكتهم كانت الشفعة لاهل السكة وكذلك سائر السكك التى كانت فى الخطة النافذة لاشفعة لهم فان احدثوا النفاذ فلهم الشفعة۔

(۹۵) ایک کوچہ کے انتہا پر ایک مکان واقع ہے جسکا راستہ غیر سربستہ کوچہ مین ہے اب یہ مکان فروخت ہوا پس اگر اس مکان کے راستہ کو تمام لوگ آتے جاتے ہین اور کوچہ والونکو لوگونکے منع کرنیکا اختیار نہین ہے تو ان کوچہ والون کو شفعہ نہین ہے بلکہ صرف ہمسایہ کو شفعہ ہے اور اگر اوس مکان کا راستہ خاص ہے اور کوچہ والونکو بھی یہ اختیار حاصل ہے کہ لوگونکو اپنے کوچہ مین نہ آنے دین تو اسوقت مین ان کوچہ والونکو شفعہ ہوگا اسیطرح تمام کوچون کا حال ہے کہ جو کوچہ شاہی سڑک مین ہے تب تو اونکا شفعہ نہین ہے اور جس کوچہ سربستہ مین لوگون نے راستہ نکال لیا ہے اوسمین اونکا شفعہ ہے۔

* * * * * * *

٩٦١، سكة غير نافذة اقصاها مسجد وطرف من اطراف المسجد الى الطريق الاعظم فهى سكة نافذة وان كانت جوانب المسجد كلها بيوت الناس كانت الشفعة لاهل السكة وهذا اذا كان المسجد خطة فان لم يكن خطة وانما احدثه اهل السكة وجبت لهم الشفعة وكذلك حكم السكك التى فى اقصاها الوادى بخارا فهى سكة نافذة لانهم يخرجون الى الوادى والوادى بمنزلة الطريق -

٩٦١، ایک کوچہ سربستہ کی انتہا پر مسجد بنی ہوی ہے اور مسجد کے ایک طرف شارع عام کی جانب ہو تو وہ کوچہ سربستہ نہ سمجھا جائیگا اور اگر مسجد کے تمام جوانب مین لوگوں کی گھر ہین تو کوچہ والونکو شفعہ ہوگا مگر یہ اوسوقت ہے کہ وہ مسجد شاہی ہو اور اگر شاہی مسجد نہین ہے بلکہ کوچہ والون نے بنا لی ہے تو اونکا شفعہ ثابت ہوگا اسیطرح بخارا کے اون کوچون کا حکم ہے جو جنگل کیطرف نکلتے ہین کہ وہ جنگل بمنزلہ سڑک کے سمجھا جائیگا اور یہ کوچہ سربستہ نہین ہین -

* * * * * * *

٩٧١، علو لرجل وسفل لآخر وطريق العلو فى السكة العليا لا فى السفلى باع صاحب السفل سفله كان لصاحب العلو ان ياخذ السفل بالشفعة لان السفل متصل بالعلو فكانا جارين ولو انه طلب الشفعة فانهدم العلو قبل ان ياخذ او كان العلو منهدما حين بيع السفل كان لصاحب العلو ان ياخذ السفل بالشفعة فى قول محمد رح لان له حق التعلى على العلو فياخذ بذلك وقال ابو يوسف رح اذا انهدم العلو لا شفعة له -

٩٧١، ایک دومنزلہ مکان ہے جسمین سے نیچے کا درجہ ایک شخص کا اور اوپر کا درجہ دوسرے شخص کا ہے اور اوپر والے کا راستہ نیچے کے مکان مین نہین ہے بلکہ شارع عام کیطرف ہے اگر اس صورت مین نیچے والا اپنا مکان فروخت کرے تو اوپر والے کا اوسمین شفعہ ہے اسلیے کہ نیچے کے درجہ کو اوپر کے درجہ سے اتصال ہے لہذا انمین سے ہر ایک دوسرے کا جار ہے اور اگر اوپر والے نے شفعہ کا دعوی کیا مگر ہنوز نیچے کا مکان بذریعہ شفعہ کے اوسکو نملا تھا کہ اوپر کا مکان گر پڑا یا جسوقت نیچے کا مکان فروخت ہوا ہے اوسوقت اوپر کا مکان گرا ہوا تھا امام محمد رح کے نزدیک اس صورت مین بھی نیچے کے مکانکو شفعہ سے لیسکتا ہے اس لیے کہ اوسکو اوپر بنانیکا حق ہر حاصل ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر اوپر کا مکان گر جائے تو پھر اوسکو شفعہ نہین ہوتا -

(۹۸) وصاحب السفل بشفعة العلو احق من الجار فی قول ابی حنیفة رح اذا لم یکن للجار شرکة فی الطریق۔

(۹۸) امام صاحب کے نزدیک نیچے والا اوپر والے کے شفعہ مین جار پر مقدم ہے بشرطیکہ جار کو راستہ مین شرکت نہو۔

(۹۹) والشرکة بالخشبة التی تکون علی حائط الغیر وله حق وضع الخشبة لاغیر یکون جارا ولا یکون شریکا۔

(۹۹) اگر ایک شخص کی کڑی دوسرے کی دیوار پر رکھی ہوئی ہو اور اوس دیوار مین بجز اسبات کے کہ وہ کڑی کو رکھ سکے کوئی اوسکا حق نہین ہو تو یہ شخص جار ہوگا شریک نہوگا۔

(۱۰۰) سکة مستطیلة غیر نافذة ینشعب منها زائغة مستطیلة غیر نافذة بیعت دار من الزائغة کانت الشفعة لاهل الزائغة لشرکتهم فی طریق خاص۔

(۱۰۰) اگر ایک دراز کوچہ سربستہ ہو جس مین ایک دراز خم سربستہ نکلتا ہے اسس خم مین اگر کوئی مکان فروخت ہو تو صرف خم والون کو شفعہ ہوگا کیونکہ وہ طریق خاص مین شریک ہین۔

(۱۰۱) وان بیعت دار من السکة العلیا کانت الشفعة لاهل السکة والزائغة جمیعا لاستوائهم فی المرور فی السکة العلیا۔

(۱۰۱) اگر صورت مذکورہ بالا مین اوس کوچہ مین کوئی مکان فروخت ہو تو سب لوگون کو اوسمین شفعہ ہوگا کہ کوچہ والون کو بھی اور خم والون کو بھی اسواسطے کہ یہ سب لوگ اوس کوچہ کے اندر آمد و رفت کرنے مین برابر ہین۔

(۱۰۲) وکذلک نهر لقوم تنشعب منه ساقیة لقوم باع رجل من اهل الساقیة ارضا شربه من الساقیة کانت الشفعة لاهل الساقیة۔

(۱۰۲) اسیطرح اگر کچھ لوگون کی ایک نہر ہو جسمین ایک چھوٹی نہر دوسرے لوگونکے لیئے نکلی ہوئی ہو اور چھوٹی نہر والون مین سے ایک شخص نے اپنا کھیت فروخت کیا جسکی آب پاشی چھوٹی نہر سے ہوتی ہو تو صرف چھوٹی نہر والون کو اوسمین شفعہ ہوگا

(۱۰۳) وان بیع ارض علی النهر الاول کانت الشفعة لاهل النهر والساقیة جمیعا۔

(۱۰۳) اگر صورت مذکورہ بالا مین بڑی نہر کی کوئی زمین فروخت ہوئی تو بڑی نہر والون کو اور نیز چھوٹی نہر والون کو شفعہ ہوگا۔

(۱۰۴) قراح فی وسط ساقیة جاریة شرب القراح من الساقیة من

(۱۰۴) اگر ایک جاری نہر ہے اور اوسکے وسط مین ایک باغ واقع ہو جسکی آب پاشی دونون طرف سے اسی نہر سے ہوتی ہو

فجاء شفيعان
ا على يمين
ال الساقية
الان الساقية
ن اجزاء القراح
جار القراح
مقاصير باع
ا مطائفة
جانب واحد
الشفعة
ث المقصورة
ئفة
ار فكان جار
الشفيع سلم
باع تلك المقصورة
في المقصورة
المقصورة
ا لم تبق من

اب یہ باغ فروخت ہوا اور دو شخص اوسمین شفیع ہین ایک نہر کے داہنی طرف سے ایک بائین طرف سے تو اون دونوں کا شفعہ ہوگا اسواسطے کہ یہ نہر باغ مین جاتی ہے اور باغ کا جز ہے لہذا اون دونون مین ہر شخص باغ کا جار ہوگا۔

* * * * * *

(١٠٥٥) اگر ایک شخص کے احاطہ مین چند کوٹھریان ہین جنہین سے ایک خاص کوٹھری یا ایک خاص قطعہ اوسنے فروخت کیا اور ایک شخص اوس احاطہ کا جار ہے تو اس جار کا شفعہ ہوگا اگرچہ وہ جار اوس کوٹھری یا اوس قطعہ کا جار نہو اسلیے کہ یہان پر مبیع اوس احاطہ کا جزء ہے پس جو شخص احاطہ کا جار ہے مبیع کا بھی جار ہے اور اگر شفیع نے اپنا شفعہ چھوڑ دیا پھر مشتری نے اوس کوٹھری وغیرہ کو فروخت کر ڈالا تو احاطہ کی جار کو اوس کوٹھری مین شفعہ نہوگا جبکہ وہ اوس کوٹھری کا جار نہو اس لیئے کہ فروخت ہو جانے کے بعد وہ کوٹھری احاطہ مین شامل نرہی۔

* * ✓ ✓ * *

* * ✓ ✓ * *

* * ✓ ✓ * *

ة المشتري
ا الرجل
الشفعة في
جار الذلك
الشفعة ثم
ث البيت

(١٠٥٦) اسیطرح اگر ایک شخص کسی احاطہ مین سے ایک کوٹھری خریدے اور وہ احاطہ بالکل ایک شخص کی ملک ہو تو احاطہ کے جار کو اس کوٹھری مین شفعہ ہوگا اگرچہ وہ اس کوٹھری کا جار نہو اور اگر شفیع نے شفعہ چھوڑ دیا بعد ازان کوٹھری کے مشتری نے اوس کوٹھری کو فروخت کر ڈالا تو احاطہ کے جار کو اوس کوٹھری مین ...

ولكن لجار الدار شفعة في البيت۔

شفعہ ہوگا۔

(١٠٧) ولو ان رجلا اشترى دارا في سكة غير نافذة ثم اشترى دارا اخرى في تلك السكة كان لاهل السكة ان ياخذ والدار الاولى بالشفعة لان المشترى لم يكن شفيعا وقت الشراء الاول ثم صار هو شفيعا مع اهل السكة في الدار لان المشترى وقت شراء الدار الثانية هو من اهل السكة وكذلك دار بين ثلاثة نفر اشترى رجل نصيب احدهم فلجار الدار ان ياخذ الثلث الاول اذا لم ياخذ الشريكان ذلك الثلث ثم لا شفعة له في الثلثين الاخرين لان المشترى شريك في الدار وقت شراء الثلث الثاني والثالث فيكون هو مقدما على الجار۔

(١٠٧) اگر ایک شخص نے کوچہ سربستہ مین ایک مکان خریدا پھر اوسکے بعد دوسرا مکان اوسی کوچہ مین خریدا تو صرف پہلے مکان مین کوچہ والون کا شفعہ ہوگا اس لیے کہ جسوقت مشتری نے پہلا مکان خریدا ہے اوسوقت اوسکو کسی طرح اوس کوچہ مین شفعہ کا استحقاق نہ تھا مگر خریدنے وقت وہ مشتری بھی اور کوچہ والون کی طرح دوسرے مکان مین شفیع ہوگیا اسواسطے کہ جسوقت اوس نے دوسرا مکان خریدا ہے وہ بھی اوسوقت اوس کوچہ کا رہنے والا ہے۔ اسیطرح اگر ایک مکان مین تین شخص شریک ہین اور اب ایک شخص نے اون تینون مین سے ایک کا حصہ خرید لیا تو اوس مکان کے جار کو اس حصہ کے لینے کا اختیار ہے بشرطیکہ وہ دونون شریک اوسکو چھوڑ دین بعد ازان باقی دو حصون مین جار کا شفعہ نہین ہے اسواسطے کہ مشتری نے جسوقت باقی حصون کو خریدا ہے اوسوقت وہ مشتری مکان مین شریک تھا لہذا جار پر اوس کو تقدم ہوگا۔

(١٠٨) ولو كانت لاربعة نفر فاشترى رجل نصيب الثلاثة واحدا بعد واحد والشريك الرابع غائب ثم حضر فله ان ياخذ نصيب الاول وهو في نصيب الاخرين شفيع مع المشترى۔

(١٠٨) اگر ایک مکان مین چار شخص شریک ہین اور کسی نے اونمین سے تین کا حصہ یکے بعد دیگرے خرید لیا اور چوتھا شریک وہان موجود نہ تھا بعد ازان وہ موجود ہوا تو اوسکو صرف پہلے شخص کے حصہ لینے کا اختیار ہے اور اخیر کے دو حصون کو نہین لے سکتا بلکہ مشتری کیطرح وہ بھی شفیع ہے۔

(١٠٩) ولو اشترى احد الاربعة

(١٠٩) اگر ایک مکان مین چار شخص شریک تھے انمین سے

نصيب الاثنين واحدا بعد واحد ثم حضر الرابع كان شفيعا مع المشتري في النصيبين جميعا لان في هذه الصورة كان المشتري شريكا وقت شراء النصيبين جميعا

ایک شخص نے دو کا حصہ یکے بعد دیگرے خرید لیا اور چوتھا شریک حاضر نہ تھا بعد ازان وہ حاضر ہوا تو یہ چوتھا شریک خریدنے والے کے ساتھ دونوں حصوں میں شفیع ہے کیونکہ اس صورت میں خریدنے والا دونوں حصوں کے خریدنے کے وقت شریک ہے۔

(۱۱۰) رجل له خمس منازل في سكة غير نافذة فباع هذه المنازل فطلب الشفيع الشفعة في منزل واحد منها ان طلب الشفعة بحق الشركة في الطريق لم يكن له ان يأخذ البعض لما فيه من تفريق الصفقة من غير ضرورة وان طلب الشفعة بالجوار وجواره في هذا المنزل لا غير كان له ذلك لانه جار لهذا الواحد خاصة وجنس هذه المسئلة يأتي بعد هذا في فصل علىحدة۔

(۱۱۰) کوچہ سربستہ میں ایک شخص کے پانچ مکان ہیں اوس شخص نے ان مکانوں کو فروخت کیا اور شفیع نے فقط ایک مکان میں شفعہ طلب کیا تو اوسمیں دو صورتیں ہیں اگر شرکت راستہ کی وجہ سے شفعہ طلب کیا ہے تب تو وہ اس مکان کو نہیں لے سکتا اسلیے کہ بلا ضرورت عقد کی تفریق لازم آتی ہے اور اگر جوار کی وجہ سے شفعہ طلب کیا ہے اور فقط اسی مکان سے اوسکو جوار ہے تو فقط یہ مکان اوسکو ملجائیگا اسواسطے کہ فقط اسی مکان کا وہ ہمسایہ ہے۔ اسی کے مثل علیحدہ فصل میں ایک اور مسئلہ مذکور ہوگا۔

(۱۱۱) رجل له خان فيه مسجد افرزه صاحب الخان واذن للناس بالتاذين وصلوة الجماعة فيه ففعلوا حتى صار مسجدا ثم باع صاحب الخان كل حجرة في الخان من رجل حتى صار دربا ثم بيع منها حجرة قال محمد رح الشفعة لجميعهم لاشتراكهم في طريق الخان وقد كان الطريق

(۱۱۱) ایک سرا میں سرا کے مالک نے مسجد بنائی اور لوگوں کو اذان کہنے اور جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دیدی اور لوگوں نے اوسکی اجازت کے موافق اذان کہنا اور جماعت سے نماز پڑھنا شروع کر دیا حتی کہ وہ مسجد ہوگئی پھر مالک سرا نے سرا کے تمام مکانات مختلف لوگوں کے ہاتھ فروخت کر ڈالے یہان تک کہ وہ ایک محلہ ہوگیا اب اگر اوسمیں کوئی مکان فروخت ہوا امام محمد رح کے نزدیک سب لوگ اوسمیں شفیع ہیں اسلیے (

مملوكا۔

کہ سب لوگ سرا کے راستہ مین شریک ہین جسوقت کہ سرا کا راستہ مملوک تھا۔

(۱۱۲) دار بيعت و لها شفيعان بالجوار فطلب الشفعة من المشتری و رفع احدهما المشتری الی حاکم لا یری الشفعة بالجوار فقال له الحاکم لا شفعة لك ثم عزل الحاکم عن القضاء وولی آخر یری الشفعة بالجوار فجاء الشفيع الآخر فقضى هذا القاضی للثانی بالشفعة لم يكن للاول ان يشاركه فی الشفعة لان القاضی الاول قد ابطل شفعته۔

(۱۱۲) ایک مکان فروخت ہوا اور دو شخص بسبب جوار کے اوسمین شفیع ہین ان دونون نے مشتری سے شفعہ کا مطالبہ کیا اور ایک نے مشتری کو شافعی المذہب حاکم کے روبرو پیش کردیا جو شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا ہو اس حاکم نے اوس سے کہا تیرا شفعہ نہین ہے بعدہ وہ حاکم موقوف ہو گیا اور اوسکی جگہ دوسرے مذہب کا حاکم مقرر ہوا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو اب دوسرا شفیع آیا اور قاضی نے اس دوسرے کے لیے شفعہ کا حکم دیا تو پہلے شفیع کو شفعہ کے اندر شرکت کا استحقاق نہو گا اس لیے کہ قاضی اول اوسکے شفعہ کو باطل کر چکا ہے۔

(۱۱۳) رجلان اشتريا دارا احدهما شفيعها فلا شفعة للشفيع فيما صار للاجنبی لان شراء الاجنبی لا يتم الا بقبول الشفيع البيع لنفسه۔

(۱۱۳) دو شخصون نے ایک مکان خریدا جنمین سے ایک شخص اوس مکان کا شفیع ہو تو اس دوسرے کے حصہ مین شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا اس لیے کہ دوسرے کا خریدنا جبتک شفیع اپنے لیے بیع کو قبول نکرے ناتمام ہے۔

(۱۱۴) نهر فيه شرب لقوم وارض النهر لغيرهم فباع رجل ارضه والماء منقطع فی النهر فلهم الشفعة فی قول محمد رح۔

(۱۱۴) ایک نہر سے کچھ لوگ آب پاشی کرتے ہین مگر نہر کی زمین اور لوگون کی ہے اب ایک شخص نے اپنی زمین ایسے وقت مین فروخت کی کہ نہر کا پانی خشک ہو گیا تھا تو امام محمد رح کے نزدیک ان لوگون کا اوسمین شفعہ ہے۔

(۱۱۵) وفی قياس قول ابی حنيفة رح لا شفعة لهم بحق الشرب اذا كان الماء منقطعا كما فی العلو المنهدم

(۱۱۵) امام ابو حنیفہ رح کے قول کے موافق صورت مذکورہ مین اگر نہر مین پانی اوسوقت موجود نہو تو آب پاشی کے حق سے اونکا شفعہ نہین ہے جسطرح اوپر کا مکان گر جانے سے شفعہ جاتا رہتا ہے۔

(۱۱۶) رجل باع دارا وابنه الصغير شفيعها ليس للوالد ان يطلب الشفعة لولده لانه باع على الصغير

(۱۱۶) ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور اوسکا نابالغ بیٹا مکان مین شفیع ہو تو اس شخص کو اپنے بیٹے کے لیے طلب شفعہ کا حق نہین ہے کیونکہ خود اوسنے فروخت کیا ہے اور اگر ایک شخص نے

على شفعته اذا بلغ۔ (ترجمہ لم یوجد فی ہذا)

(۷۱۱) اذا ثبت ان الشفعة تثبت باسباب وبعضها اقدم من البعض فاذا طلب الشفيع القضاء بالشفعة لابد من بيان السبب حتى يعلم القاضى انه باى سبب يقضى فان بين المدعى السبب وقال بدارلى يلازق المبيع تم دعواه ويطالب المدعى عليه بالجواب فان قال المدعى عليه ماله قبلى شفعة جوابا تاما ثم يقول للمدعى قد انكر ما ادعيت فان قال المدعى حلفه لى حلفه القاضى ثم قال فى الكتاب يحلفه بالله ما لهذا المدعى قبلك شفعة فى هذه الدار التى ادعاها المدعى فان حلف انقطعت الخصومة بينهما الا ان يقيم المدعى البينة على ما ادعى وان نكل المدعى عليه لزمته الشفعة

(۸۱۱) وان قال المدعى عليه فى الجواب انى قد اشتريت هذه الدار التى بين المدعى حدودها الا ان الدار التى فى يد المدعى ويطلب بها الشفعة ليست له كلف المدعى اقامة البينة على ان تلك الدار التى فى يده له فان اقام البينة على الملك يستحق

مکان فروخت کیا اور اسکا نابالغ لڑکا اوسمین شفیع ہو تو بالغ ہونیکے بعد ہی ۔۔۔

(۷۱۱) جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ شفعہ چند اسباب سے ثابت ہوتا ہے اور بعض اسباب کو بعض پر تقدم ہو پس جسوقت قاضی سے شفیع شفعہ کے حکم کی درخواست کرے تو شفیع پر سبب کا بیان کرنا ضروری ہے تاکہ قاضی کو اپنے حکم کا سبب معلوم ہو جاوے پس اگر شفیع نے سبب بیان کر دیا مثلاً کہدیا کہ مین اپنے ایک مکان کے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہون جو فروخت شدہ مکان سے ملا ہوا ہے تو شفیع کا دعوی تمام ہو جائیگا اور مدعا علیہ سے اوسکا جواب طلب کیا جاویگا اگر مدعا علیہ نے جواب دیا کہ میری طرف اسکا شفعہ نہین ہے تو اوسکا جواب پورا ہوگیا پھر قاضی مدعی سے یہ بات کہیگا کہ مدعا علیہ تیرے دعوی سے منکر ہے اسپر اگر مدعی نے کہا میرے طرف سے اسکا حلف لو تو قاضی کو اوس سے حلف لینا چاہیے پھر کتاب مین بیان کیا ہے کہ قاضی اوس سے یہ حلف لے کہ خدا کی قسم جس مکان مین مدعی دعوی کرتا ہے میرے اوپر اوس مکان مین کا شفعہ نہین ہے اگر مدعا علیہ نے حلف کر لیا تو اون کا قضیہ رفع ہو جائیگا مگر جس صورت مین مدعی اپنے دعوی پر گواہ قائم کر دے اور اگر مدعا علیہ نے حلف سے انکار کیا تو مدعی کا شفعہ لازم ہو جائیگا۔

(۸۱۱) اگر مدعا علیہ نے قاضی کی روبرو مدعی کے جواب مین کہا کہ جس مکان کے حدود مدعی نے بیان کیے ہین بلاشبہ اسکو مین نے خریدا ہے مگر مدعی کے پاس جو مکان ہے اور جسکے ذریعہ سے وہ شفعہ طلب کرتا ہے وہ مکان مدعی کا نہین ہے تو اوسوقت مدعی سے کہا جائیگا کہ اثبات پر گواہ پیش کرے تو شفعہ کا مستحق ہوگا اور اگر اوسکے پاس ملکیت کے گواہ نہین ہین مگر اوسنے یہ کہا کہ مشتری خود اس بات کو جانتا ہے کہ وہ مکان میرا ہے

بها الشفعة وان لم يكن له بينة على الملك ولكن قال ان المشترى يعلم انها لى حلف المدعى عليه بالله ما تعلم ان الدار التى فى يد المدعى بجنب الدار التى اشتريتها له فان حلف لا سبيل له عليه الا ان يقيم المدعى البينة على الملك وان نكل لزمته الشفعة۔

(١١٩) وان قال المشترى انى قد اشتريت هذا الدار التى يريد ان يأخذها بالشفعة منذ سنة وقد علم هذا المدعى بشرائى ولم يطلب الشفعة يقول القاضى للمدعى متى اشترى هو هذه الدار فان قال المدعى طلبت الشفعة حين علمت كان صحيحا وكفاه ذلك فان قال المشترى ما طلبت حين علمت كان القول قول الشفيع وان قال الشفيع علمت منذ سنة وطلبت وقال المشترى لم تطلب كان القول قول المشترى وهو كالبكر اذا زوجت فبلغها الخبر فردت فاختصما الى القاضى فقال الزوج حين بلغها الخبر سكتت وقالت رددت حين علمت كان القول قولها وان قالت علمت يوم كذا ورددت لا يقبل قولها۔

تو قاضی کو مدعا علیہ سے یہ حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم مدعی کے قبضہ میں میری خرید کردہ مکان کے متصل جو مکان واقع ہے میں نہیں جانتا کہ وہ مدعی کا مکان ہے اگر مدعا علیہ یہ حلف کر لیا تو مدعی کا اسپر دعوی نہ رہیگا مگر جسوقت کہ مدعی ملکیت کے گواہ پیش کر دے اور اگر مدعا علیہ نے حلف کرنے سے انکار کیا تو مدعی کا شفعہ لازم ہو جائیگا۔

(١١٩) اگر مشتری نے کہا جس مکان کو مدعی بذریعۂ شفعہ کے لینا چاہتا ہے اسکو میں نے ایک برس سے خرید رکھا ہے اور خود اس مدعی کو میرے خریدنے کا علم ہوا مگر اسنے شفعہ طلب نہیں کیا تو قاضی کو مدعی سے کہنا چاہیے اسنے یہ مکان کب خریدا ہے اگر مدعی نے کہا جسوقت مجکو خریدنے کا حال معلوم ہوا اوسی وقت میں نے شفعہ طلب کیا تو اوسکا یہ کہنا صحیح ہوگا اور اوسکے لیے کافی ہو جائیگا اسپر اگر مشتری نے یہ بات کہی جسوقت تجکو علم ہوا ہے اوسوقت تو نے شفعہ نہیں طلب کیا تو شفیع کا قول معتبر ہوگا اور مشتری کا یہ قول معتبر نہوگا اور اگر شفیع نے یہ بات کہی ایک برس ہوا جو مجکو بیع کا حال معلوم ہوا تھا اور شفعہ کو میں نے طلب کیا اسپر مشتری نے کہا تو نے شفعہ کو طلب نہیں کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا جسطرح ایک شخص نے اپنی کواری لڑکی کا نکاح کیا اور جب اوسکو اپنی نکاح کی خبر پہونچی تو اوسنے نکاح کو رد کر دیا اور یہ دونوں خاوند بیوی قاضی کے پاس اپنا مقدمہ لے گئے اور خاوند نے بیان کیا جب اسکو نکاح کی خبر پہونچی ہے یہ خاموش ہو رہی اور اوسنے کہا جسوقت مجکو معلوم ہوا ہے اوسیوقت میں نے منع کر دیا تو اس صورت میں عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر اوسنے یہ بات کہی کہ فلان دن مجکو نکاح کا حال معلوم ہوا اور میں نے منع کر دیا تو اوسکا قول معتبر نہوگا۔

(۱۲۰) ولو قال الشفیع لم اعلم بالشراء الا الساعة كان القول قوله وعلى المشتري البينة انه علم قبل ذلك ولم يطلب۔

(۱۲۰) اگر شفیع نے قاضی کے روبرو یہ بات کہی کہ مجھکو اسیوقت خریدنے کا علم ہوا ہے تو اوسکا قول مقبول ہوگا یا مشتری کو اسبات کے گواہ پیش کرنے پڑینگے کہ اسکو پہلے سے فروخت کا علم ہوا ہے مگر اسنے شفعہ طلب نہین کیا۔

(۱۲۱) ولو قال المشتري انه لم يطلب الشفعة حتى لقيني وقال الشفيع طلبت كان القول قول المشتري ويحلف بالله انه لم يطلب الشفعة حين لقيك۔

(۱۲۱) اگر مشتری نے قاضی کے روبرو بیان کیا کہ جسوقت یہ مجھے ملا ہے اوسوقت تک اسنے شفعہ کو طلب نہین کیا اور شفیع نے کہا مین نے طلب کیا تھا مشتری کا قول معتبر ہوگا اور مشتری سے اسبات کا حلف لیا جائیگا کہ ملاقات کیوقت شفیع نے شفعہ طلب نہین کیا۔

(۱۲۲) ولو قيل للشفيع متى علمت فقال امس او في يومي قبل هذه الساعة لا يقبل قوله الا ببينة۔

(۱۲۲) اگر شفیع سے قاضی نے کہا بیع کا حال تجکو کسوقت معلوم ہوا اوسنے کہا کل یا آج اسی گھنٹہ سے پہلے تو بغیر گواہ ہونے اوسکا یہ قول مقبول نہوگا۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+

(۱۲۳) ولو ان رجلا ادعى شفعة بالجوار وقبل رجل لا يرى الشفعة بالجوار فانكر المدعى عليه وقال لا شفعة له كان القول قوله ويحلف بالله ما لهذا قبلك شفعة على قول من يرى الشفعة بالجوار ولا يحلف بالله ما لهذا قبلك شفعة في هذه الدار لانه لو حلف على هذا الوجه يحلف بالله بناء على مذهبه فيفوت حق المدعي۔

(۱۲۳) اگر مدعی حنفی المذہب ہو اور شفعہ بالجوار کو مانتا ہو اور مدعا علیہ شافعی المذہب ہو اور شفعہ بالجوار کو نہین مانتا جب اس مدعی نے دعوی کیا مدعا علیہ نے انکار کیا اور کہا اسکا شفعہ نہین ہو تو مدعا علیہ کا قول معتبر ہوگا اور اس بات کا اوس سے حلف لیا جائیگا کہ اسمکان مین حنفی مذہب کے موافق میرے اوپر اسکا شفعہ نہین ہو یہ حلف نلیا جائیگا کہ اس مکان مین اسکا شفعہ نہین ہو اس لیے کہ اگر اس طریقے پر اوس سے حلف لیا جائیگا و اپنے مذہب کے موافق وہ حلف کرلیگا اور مدعی کا حق تلف ہو جائیگا۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+ \+

(۱۲۴) ولو ان دارين متلازقتين لرجلين فتصدق صاحب احدى

(۱۲۴) اگر دو شخصون کے دو مکان ملے ہوئے ہین اور ایک مکان والے نے اپنے مکان کی وہ دیوار جو ہمسایہ کے مکان سے

الدارين بالحائط الذي يلي جاره على رجل بما تحته من الارض وقبض المتصدق عليه ثم باع المتصدق داره من المتصدق عليه ذكر الناطقي رح انه لا يبقى الجار شفيعا فان طلب الجار يمين المشتري بالله ما فعل صاحب الدار ذلك ضرارا او فرارا من الشفعة على وجه التلجئة كان له ذلك لانه ادعى عليه معنى لو اقر به لزمته ويحلف فان حلف لا شفعة له وان نكل كان له الشفعة لانه اقر انه جار ملازق۔

ملی ہوئی ہو مع دیوار کی اراضی کے ایک شخص کو تصدق دیدی پھر اوسی شخص کے ہاتھ اپنے مکان کو فروخت کر دیا تو ناطقی رح نے ذکر کیا ہو کہ اس صورت مین وہ جار شفیع نرہیگا اب وہ جار مشتری سے اسبات کی قسم لینا چاہتا ہو کہ مالک مکان نے عداوۃ یا شفعہ سے بچنے کے لیے مجبور کرنیکے طریقہ پر یہ کارروائی نہین کی ہو تو یہ مشتری اسبات کی قسم کھا سکتا ہے اسلیے کہ جار اس مشتری پر ایسے امر کا دعوی کرتا ہو کہ اگر مشتری اقرار کرلے تو اوسپر لازم ہوجاے لہذا اوس سے حلف لیا جائیگا اگر حلف کرلیا تو جار کا شفعہ باطل ہوگیا اور اگر انکار کیا تو اوس کا شفعہ ثابت ہو جاے گا اس لیے کہ اس انکار سے جار ملازق ہونے کا اقرار پایا گیا۔

(١٢٥) رجل اشترى من رجل عشر ارض او دار بثمن كثير ثم اشترى تسعة اعشارها بثمن قليل كان للجار الشفعة في البيع الاول دون الثاني لانه بالبيع الاول صار شريكا في نفس البقعة فيكون هو اولى من الجار في البيع الثاني فان اراد الشفيع ان يحلفه بالله ما اردت بذلك ابطالا لشفعتي قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل رح لا يحلفه على هذا الوجه لانه لو اقر به لا يلزمه شئ لكن لو اراد ان يحلف المشتري يحلفه

(١٢٥) ایک شخص نے ایک زمین یا مکان کا دسوان حصہ زیادہ قیمت سے خرید کر بعدہ اوسکے باقی نو حصے تھوڑی قیمت سے خرید لیے تو اس صورت مین جار کو بیع اول مین شفعہ ہوگا بیع ثانی مین نہوگا اسلیے کہ یہ مشتری بیع اول سے اوس مکان یا زمین مین شریک ہوگیا لہذا بیع ثانی مین جار سے اوسکو تقدم ہوگا پھر اس صورت مین اگر شفیع کو مشتری سے اسبات پر حلف لینا منظور ہو کہ مجکو اس کارروائی سے تیرے شفعہ کا باطل کرنا مقصود نہین تھا تو شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رح کا قول ہو کہ اوس سے باین طریق حلف نہین لے سکتا اس لیے کہ اگر مشتری نے اسکا اقرار بھی کرلیا تو اوسپر کچھ لازم نہین آئیگا البتہ اس طریقہ پر حلف لے سکتا ہو کہ بیع اول مجبور کرنے کے لیے نتھی اس لیے کہ شفیع ایسے امر کا مدعی ہو کہ اگر مشتری اقرار کرلے تو اوسپر لازم آجائیگا اور

بالله ان البيع الاول ما كان تلجئة كان له ذلك لانه ادعى عليه معنى لو اقر به يلزمه كان له ان يحلفه على هذا الوجه قال وما ذكر في الاصل ان الشفيع اذا اراد استحلافه انه لم يرد به ابطال الشفعة كان له ذلك لانه ادعى ان البيع كان تلجئة۔

شیخ امام ابو بکر نے بیان کیا ہے کہ مبسوط میں جو ذکر کیا ہے کہ اگر شفیع کو مشتری سے ابطال شفعہ مقصود نہونے پر حلف لینا منظور ہو تو وہ حلف لے سکتا ہو اوس سے وہ صورت مقصود ہے کہ شفیع بیع کے اندر مجبور کرنیکا مدعی ہو۔

(۲۷۱) رجلان تبايعا بيعا فطلب الشفيع الشفعة بحضرة البائع والمشتري فقال كان البيع بيننا بيع معاملة وصدقه المشتري في ذلك قال الشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضل رح فهما لا يصدقان على الشفيع الا ان يكون البيع بثمن لا يباع مثل ذلك المبيع بذلك الثمن لقلته فح يكون البيع بيع معاملة ولا يكون للشفيع فيه الشفعة الا ترى انه لو جرى هذا الاختلاف بين البائع والمشتري فقال البائع بعته معاملة وقال المشتري لا بل كان البيع بيع رغبة ان كان البيع بثمن لا يباع مثل ذلك المبيع بمثل ذلك الثمن لقلته كان القول قول البائع وان لم يكن كذلك كان القول

(۲۷۱) دو شخصوں نے باہم ایک بیع کی اور بائع اور مشتری کے روبرو شفیع نے شفعہ طلب کیا اور بائع نے یہ بات بیان کی کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ بیع معاملہ کے طور پر تھی اور مشتری نے اس بات کی تصدیق کی تو شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح کا قول ہو کہ شفیع کے بارے میں اونکی تصدیق نکی جائیگی مگر جس صورت میں کہ بیع اسقدر قلیل ثمن سے ہوئی ہو کہ وہ مبیع اوس ثمن سے کبھی فروخت نہو سکے اس صورت میں یہ بیع بیع معاملہ ہوگی اور شفیع کا اوسمیں شفعہ نہو گا دیکھو اگر یہی اختلاف بائع اور مشتری میں واقع ہو اور بائع یہ بات کہے کہ میں نے معاملہ کے طور پر اس چیز کو فروخت کیا ہے اور مشتری کہے نہیں بلکہ یہ بیع رغبت سے ہوئی ہے تو اسکی دو صورتیں ہیں اگر یہ بیع اسقدر قلیل ثمن سے ہوئی ہے کہ وہ شئ کسی حالت میں اوسقدر ثمن سے فروخت نہیں ہوسکتی تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر یہ بات نہیں ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔ اسیطرح اگر اون دونوں اور شفیع کے مابین یہ اختلاف واقع ہو تو اوس کا یہی حکم ہے۔

قول المشتری وكذلك اذا وقع الاختلاف بينهما وبين الشفيع۔

* * * * * *
* * * * * *

(۱۲۷) وقال القاضی الامام علی السغدی رح وان باع بما لا يباع مثله لا يصدقان على الشفيع ايضًا لان هذا قول العوام ان الثمن اذا كان بحيث لا يباع به مثله لا يجوز۔

(۱۲۷) قاضی امام علی سغدی رح کا قول ہے اگر اسقدر ثمن سے بیع واقع ہوئی ہے کہ اوس شئی کی بیع اسقدر ثمن سے نہیں ہوسکتی تو بھی شفیع کے لحاظ سے بائع اور مشتری کی تصدیق نہ کیجائیگی اس لیے کہ یہ قول عوام کا ہے کہ ثمن اگر بہت قلیل یا کثیر ہو تو بیع جائز نہیں ہوتی ہے۔

(۱۲۸) رجل اشترى دارا لابنه الصغير فاراد ابا الشفيعان ياخذ الشفعة واختلفا مع الشفيع فی الثمن كان القول قول الاب لانه ينكر حق التمليك بما ادعى من الثمن ولا يمين على الاب لان فائدة الاستحلاف الاقرار ولو اقر الاب بما ادعى الشفيع لا يصح اقراره على الصغير۔

(۱۲۸) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے مکان خریدا اور دوسرے شخص کا نابالغ لڑکا اوسمیں شفیع ہے اس شفیع کا باپ شفعہ لینا چاہتا ہے اور ان دونوں نے شفیع کے ساتھ ثمن میں اختلاف کیا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اس لیے کہ وہ اوس ثمن کے بدلے حق تملیک کا منکر ہے جسکا مدعی دعوی کرتا ہے اور باپ کے اوپر قسم نہ لازم ہوگی اس لیے کہ قسم لینے کا فائدہ اقرار ہے اور اگر باپ نے شفیع کے دعوی کا اقرار کیا تو اس نابالغ پر اوسکا اقرار لازم نہوگا۔

(۱۲۹) رجل له دار غصبها منه غاصب والغاصب يجحد ملك المغصوب منه فبيعت دار بجنب هذه الدار والمغصوب منه شفيع الدار المبيعة والمشترى يجحد الشفعة ويجحد ان الدار المغصوبة له قال ابن مقاتل رح يطلب المغصوب منه شفعة الدار المبيعة ثم يخاصم المشترى والغاصب الى القاضی ويقول هذا الرجل اشترى هذه

(۱۲۹) ایک شخص کا مکان کسی نے غصب کر لیا اور غاصب مالک مکان کی ملکیت سے انکار کرتا ہے اگر اس مکان کے پہلو میں کوئی مکان فروخت ہوا اور وہ مالک اس فروخت شدہ مکان کا شفیع ہے اور مشتری شفعہ کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مکان اسکا نہیں ہے تو ابن مقاتل کا قول ہے کہ مالک مکان کو اس فروخت شدہ مکان میں شفعہ طلب کرنا چاہیے بعد ازان مشتری اور غاصب سے قاضی کے روبرو اوسکو مخاصمت کرنی چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ اس شخص نے یہ مکان خریدا ہے میں نے اوسمیں شفعہ طلب کیا ہے اور میرا شفعہ بذریعہ فلان مکان کے ہے جسکو اس دوسرے

الدار قد طلبت منه الشفعة ولی شفعتها بهذه الدار التی غصبنی هذا الغاصب فان اقام البینة ان الدار المغصوبة له قضی القاضی له بالدار المغصوبة وبالشفعة ایضاً وان لم یکن له بینة حلف الغاصب والمشتری فان نکل الغاصب عن الیمین وحلفه المشتری قضی القاضی له بالدار المغصوبة علی الغاصب ولا یقضی له بالشفعة لان نکول الغاصب یکون حجة علی الغاصب دون المشتری وان حلف الغاصب ونکل المشتری قضی القاضی له بالشفعة ولا یقضی له بالدار المغصوبة لان نکول احدهما یکون حجة علیه دون الآخر۔

(۱۳۰) واذا توجه القضاء بالشفعة فان القاضی لا یقضی بالشفعة حتی یحضر الشفیع الثمن فان قال الشفیع اقض لی بالشفعة ودعها علی حالها ولا تسلم حتی آتیك بالثمن قال محمد رح لا یجیبه القاضی الی ذلك فان قال الشفیع ان لم اجیٔ بالثمن الی ثلثة ایام فانا بریٔ من الشفعة فلم یجیٔ بالثمن الی ذلك الوقت ذکر ابن رستم عن محمد رح انه یبطل شفعته لان التسلیم

شخص نے غصب کر لیا ہے آپ اگر یہ مالک مکان اس بات پر گواہ پیش کر دے کہ غصب شدہ مکان اوسیکا مکان ہے تو قاضی اوس شخص کو یہ مکان دلا دے گا اور شفعہ کا بھی حکم دے دیگا اور اگر اوسکے پاس گواہ نہین ہین تو غاصب اور مشتری سے حلف لیگا پس اگر غاصب نے حلف سے انکار کیا اور مشتری نے حلف کر لیا تو قاضی وہ مکان غاصب سے مالک مکان کو دلا دیگا لیکن شفعہ کا حکم نہ دے گا اس لیے کہ غاصب کا حلف سے انکار کرنا غاصب کی ذات پر حجت ہوگا مشتری پر حجت نہوگا اور اگر غاصب نے حلف کر لیا مگر مشتری نے اوس سے انکار کیا تو قاضی شفعہ کا حکم دے گا لیکن غاصب سے وہ مکان نہ دلواے گا اس لیے کہ جس نے حلف سے انکار کیا ہے اوس کا انکار اوسی پر حجت ہوگا۔

* * * * * *

(۱۳۰) جب قاضی کے نزدیک شفعہ کا حکم دینا لازم ہو جاے تو جسوقت تک شفیع قاضی کے روبرو ثمن لاکر موجود نکر دے اوسوقت تک حکم مین تاخیر کرنی چاہیے اور اگر اس صورت مین شفیع نے قاضی سے یہ بات کہی کہ میرے لیے شفعہ کا حکم دیکر بدستور اسکو چھوڑ دے اور تا وقتیکہ ثمن تیرے روبرو لاکر پیش نکر دون اوسوقت تک مجھکو مکان نہ دلانا تو امام محمد رح کے نزدیک قاضی اوسکی بات منظور نکرے اور اگر شفیع نے یہ بات کہی کہ اگر مین تین روز تک ثمن حاضر نکرون تو مین شفعہ سے دست بردار ہون اور پھر تین روز تک اوسنے ثمن لاکر حاضر نکیا تو ابن رستم نے محمد رح

الشفعة اسقاط محض فيصح تعليقه بالشرط وقال بعض المشائخ رح لا تبطل شفعته وهو الصحيح لان الشفعة متى ثبتت بطلب المواثبة والاشهاد وتأكدت لا تبطل ما لم يسلم بلسانه۔

روایت کیا ہے کہ اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ شفعہ کا تسلیم کرنا فقط اوسکا ساقط کر دینا ہے لیکن وہ معلق بالشرط ہو سکتا ہے اور بعض مشائخ نے بیان کیا ہے اوس کا شفعہ باطل نہ ہوگا اور قول صحیح یہی ہے اسلیے کہ شفعہ جسوقت طلب مواثبت اور طلب اشہاد سے ثابت ہو گیا اور پھر تاکید تمام ہو گیا تو جبتک اپنی زبان سے ترک نکرے تب تک باطل نہ ہوگا

(۱۳۱) وكذا لو قال المشتري للشفيع هات الدراهم وخذ شفعتك فان امكنه احضار الدراهم في ثلثة ايام ولم يحضر بطلت شفعته عند محمد رح ولو ان الشفيع احضر الدنانير والثمن دراهم اختلفوا فيه والصحيح انه لا تبطل۔

(۱۳۱) اسیطرح اگر مشتری نے شفیع سے یہ بات کہی کہ روپیہ لاؤ اور اپنا شفعہ لے اور تین روز تک وہ روپیہ لاسکتا تھا مگر نلایا تو امام محمد رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفیع نے بجاے روپیہ کے اشرفیاں لاکر دیدیں تو اوسمیں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ شفعہ باطل نہوگا۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+

(۱۳۲) الوكيل بشراء الدار اذا كان شفيعا قالوا هو يطلب الشفعة من الموكل وليس هو كمن اشترى لنفسه وهو شفيع فانه لا يحتاج الى الطلب قالوا وقيل ان الوكيل يقوم مقام الموكل في هذا حتى لا يحتاج الى الطلب لا يبعد والاول اعجب۔

(۱۳۲) جو شخص ایک مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا گیا اور وہ اوس مکان میں شفیع بھی ہے تو فقہا کے نزدیک موکل سے اوسکو شفعہ طلب کرنا چاہیے بخلاف اوس شخص کے کہ خود خریدار بھی ہو اور شفیع بھی ہو کہ اوسکو طلب کرنیکی ضرورت ہی نہیں ہے اور فقہا کا قول ہے اگر یہ بات کہی جاسے کہ وکیل کا فعل موکل کے اس صورتمیں قائم مقام ہوتا کہ اوسکو بھی طلب کی حاجت نرہے تو کچھ بعید نہیں ہے لیکن پہلا قول پسندیدہ ہے۔

(۱۳۳) الوكيل بالشراء اذا اشترى فجاء الشفيع يطلب الشفعة من الوكيل قال بعضهم ان كان الوكيل يسلم الدار الى الموكل لا يصح الطلب منه وهكذا روى عن محمد رح ان الوكيل لا يبقى خصما بعد التسليم الى الموكل وان كان

(۱۳۳) ایک شخص مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا گیا اور اوسنے مکان خریدا تو شفیع نے آکر وکیل سے شفعہ کا مطالبہ کیا اس صورتمیں بعض کا قول یہ ہے کہ اگر وکیل نے وہ مکان موکل کو دیدیا ہے تو شفیع وکیل سے طلب نہیں کر سکتا اور امام محمد رح سے اسیطرح مروی ہے اسلیے کہ جب وکیل وہ مکان موکل کے قبضہ میں دیگا تو اب اوس سے

الوکیل لم یسلم الی الموکل یصح الطلب
منہ وھو خصم وقال الشیخ الامام
ابو بکر محمد بن الفضل رحہ والقاضی
الامام علی السغدی رحہ صح الطلب
منہ سلم او لم یسلم لانہ فی حکم الحقوق
عاقد لنفسہ فکان بمنزلۃ المشتری
یکون خصما فی طلب الشفعۃ کانت الدار
فی یدہ او لم تکن۔

(۱۳۴) رجل اشتری دارا بالکوفۃ
بکر حنطۃ بغیر عینہ فخاصمہ الشفیع
الی القاضی بمرو والدار بالکوفۃ
او بمرو وقضی القاضی لہ بالشفعۃ
ذکر فی النوادر ان کانت قیمۃ الکر فی
الموضعین سواء اعطاہ الشفیع الکر حیث
قضی لہ بالشفعۃ وان کانت القیمۃ
متفاضلۃ فان کان الکر فی الموضع
الذی یرید الشفیع ان یعطی اعلی
قیمۃ فذالک الی الشفیع یعطیہ حیث
شاء وان کان ارخص ورضی المشتری
بذلک فکذلک یعطیہ الشفیع حیث
شاء وان لم یرض المشتری
بذلک اعطاہ الشفیع فی الموضع
الذی یکون قیمۃ الکر فیہ مثل
قیمتہ فی موضع الشراء۔

(۱۳۵) رجل اشتری ارضا بمائۃ

کچھ دعوی نہین ہوسکتا ہی اور اگر وہ مکان ہنوز وکیل ہی کے
قبضہ مین ہو تو اوس سے شفعہ کا مطالبہ ہوسکتا ہی اور شیخ
امام ابو بکر محمد بن فضل رح اور قاضی امام سغدی رح کا قول
ہی کہ بہر صورت وکیل سے وہ شفیع شفعہ کو طلب کرسکتا ہی خواہ
وہ مکان موکل کے قبضہ مین دیچکا ہو یا ہنوز اسی کے
پاس ہو اسلیے کہ حقوق کے حکم مین وکیل خود اپنی ذات کیلیے عقد کرنیوالا
سمجھا جاتا ہو لہذا مشتری کیطرح بہر صورت اوس سے شفعہ کا دعوی
ہوسکتا ہی خواہ مکان وکیل کے قبضہ مین ہو یا نہو۔

(۱۳۴) ایک شخص نے کوفہ مین ایک مکان مثلاً پچاس من
گیہون سے بلا تعین فروخت کیا اور شہر مرو مین شفیع نے
قاضی کے روبرو اپنا مقدمہ دائر کیا اور وہ مکان کوفہ یا مرو
مین ہی اور قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا تو نوادر مین مذکور
ہی اگر دونون شہرون مین گیہون کا ایک ہی نرخ ہی تو جس جگہ
قاضی نے شفعہ کا حکم دیا ہی اوسی شہر مین شفیع کو اوسقدر
گیہون دینا چاہیے اور اگر دونون شہرون مین نرخ متفاوت
ہی تو اوسکی دو صورتین ہین جس شہر مین شفیع گیہون دینا چاہتا
ہی اگر وہان نرخ کی گرانی ہی تو اوسوقت شفیع کو اختیار ہی
کہ جہان چاہے گیہون ادا کرے اور اگر نرخ کی ارزانی
ہی اور مشتری بھی اوسی شہر مین لینے پر راضی ہی تو بھی شفیع
کو اختیار ہی کہ جہان چاہے اوسقدر گیہون مشتری کو ادا
کرے اور اگر مشتری اس بات سے راضی نہین ہی تو شفیع کو
اوس شہر مین گیہون ادا کرنی چاہین جہان کا نرخ اوس شہر کے
نرخ کے مطابق ہے جسمین وہ مکان خریدا گیا
ہے۔

(۱۳۵) ایک شخص نے ایک زمین سو روپیہ کو خریدی اور

درهم ورفع منها التراب وباع التراب بمائة درهم ثم جاء الشفيع وطلب الشفعة قال الشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضل رح ياخذ الشفيع الارض بنصف الثمن وهو خمسون درهما يقسم الثمن على قيمة الارض قبل دفع التراب وعلى قيمة التراب المرفوع ثم يطرح عن الشفيع قيمة التراب وقال القاضي الامام على السغدى رح لا يطرح عن الشفيع نصف الثمن وانما يطرح عنه بحصة النقصان فلو ان المشترى كبس الارض بعد ما رفع منها التراب فاعادها كما كانت قبل ان يحضر الشفيع ثم حضر الشفيع قال الشيخ الامام ابوبكر رح يقال للمشترى ارفع من الارض بقدر ما احدثت فيها ثم يكون الجواب فيه على ما قلنا۔

اوس زمین مین سے مٹی کھود کر سو روپیہ کو فروخت کر ڈالی اور شفیع نے آکر شفعہ طلب کیا تو شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح کا قول ہو کہ شفیع نصف ثمن یعنے پچاس روپیہ دیکر لے سکتا ہے اسواسطے کہ اوسکا ثمن یعنے سو روپیہ سالم زمین کی قیمت اور کھودی ہوی مٹی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور شفیع سے مٹی کی قیمت کم کردیجائیگی اور قاضی امام علی سغدی رح کا قول ہے کہ شفیع سے نصف ثمن کم نکیا جائیگا بلکہ مٹی کھودنے سے جسقدر زمین کی قیمت مین نقصان آیا ہے اوسیقدر ثمن مین کمی کردیجائیگی اور اگر مشتری نے مٹی کھود ڈالنے کے بعد پھر بھراو ڈالکر بدستور سابق شفیع کے آنے سے پہلے اوسکو برابر کردیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو شیخ امام ابو بکر رح کا قول ہے اوسوقت مین مشتری سے کہا جائیگا تو نے جسقدر مٹی دوبارہ اسمین ڈالی ہے سب اوٹھالی بعد ازان علی اختلاف القولین ثمن مین کمی کردی جائیگی۔

\+ + + + +

\+ + + + +

۱۱۳۶، المشترى اذا تشفع الى الشفيع واستمهله شهرا فامهله ثم رجع الشفيع وطالبه في الحال كان له ذلك۔

(۱۱۳۶)، اگر مشتری نے شفیع سے کہہ سنکر ایک مہینے کی مہلت مانگی اور شفیع نے مہلت دی پھر اوسنے اپنے قول سے رجوع کرکے فی الفور شفعہ کا مطالبہ کیا تو وہ ایسا کرسکتا ہے

۱۱۳۷، المشترى مع الشفيع اذا اختلفا في الثمن كان القول قول المشترى مع يمينه وان اقام البينة على ما ادعى قضى ببينة الشفيع في قول ابى حنيفة رح

(۱۱۳۷)، اگر مشتری اور شفیع کے مابین ثمن مین اختلاف واقع ہو تو حلف لیکر مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر شفیع نے اپنے دعوے پر گواہ سنا دیے تو امام ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے موافق حکم دیا جاے گا

ومحمد رحمہ وقال ابو یوسف رح البینۃ بینۃ المشتری۔

اور ابو یوسف رح کہتے ہین مشتری کے گواہ معتبر ہونگے۔

(۱۳۸) الشفیع اذا اخذ الدار من البائع کانت عهدته علی البائع وان اخذها من المشتری کانت عهدته علی المشتری وللشفیع خیار رؤیة وله ان یرد بالعیب وهو بمنزلة المشتری فی ذلك وان کان المشتری اشتری الدار علی ان البائع بریئ من کل عیب بها او کان بها عیب علم المشتری بذلك ورضی کان للشفیع ان لا یرضی بالعیب ویرده

(۱۳۸) اگر شفیع نے مکان کو بائع سے لیا ہے تو بائع اوسکا ذمہ دار ہوگا اور اگر مشتری سے لیا ہے تو مشتری ذمہ دار ہوگا اور شفیع کو خیار رویت حاصل ہوتا ہے اور عیب کی وجہ سے بیع کو واپس کرسکتا ہے الحاصل ان امور مین شفیع مشتری کے مانند ہے اور اگر مشتری نے مکان کے خریدتے وقت یہ شرط منظور کرلی ہے کہ اگر اوسمین کچھ عیب ظاہر ہو تو بائع اُس سے دست بردار ہے یا مشتری کو اوس مکان کا عیب معلوم تھا مگر وہ اس عیب سے راضی تھا تو شفیع اسبات کا مجاز ہے کہ اوس عیب پر راضی نہو اور اوس مکان کو واپس کردے۔

(۱۳۹) الشفیع اذا اخذ الدار بالشفعة وبنی فیها ثم استحقت الدار رجع الشفیع بالثمن علی من اخذ منه الدار ولا یرجع بقیمة البناء علی احد بخلاف المشتری فان المشتری لما یرجع بالثمن علی البائع یرجع بقیمة البناء ایضا۔

(۱۳۹) اگر شفیع نے بذریعہ شفعہ کے ایک مکان لیکر اوسمین کچھ عمارت بنالی بعد ازان اوس مکان مین کسی اور کا حق نکلا تو یہ شفیع اوسی شخص سے ثمن واپس لے سکتا ہے جس سے مکان لیا ہے اور عمارت کی قیمت کسی سے نہین لے سکتا بخلاف مشتری کے کہ مشتری جس وقت بائع سے ثمن لے سکتا ہے عمارت کی قیمت بھی لے سکتا ہے۔

(۱۴۰) الشفیع اذا وکل رجلا باخذ الشفعة جاز توکیله فان قال المشتری بعد ما اثبت الوکیل الشفعة انا ارید یمین الشفیع انه لم یسلم یقال له سلم الدار الی الوکیل واتبع الموکل وحلفه وهو کالوکیل بقبض

(۱۴۰) اگر شفیع کسی شخص کو شفعہ لینے کے لیے وکیل کرے تو کرسکتا ہے اور جب کہ وکیل نے شفعہ کو ثابت کردیا اوسکے بعد مشتری نے کہا کہ مین شفیع سے اسبات پر حلف لینا چاہتا ہون کہ اوسنے شفعہ کو ترک نہین کیا تو اس مشتری کہا جائیگا کہ یہ مکان وکیل کو دیکر پھر موکل سے نزاع کرے اور اوس سے حلف لے اور اس وکیل کو اوس شخص کا ۹

الداين اذا ادعى المدعى المديون ان الموكل ابرأه عن الدين فانه يؤمر بدفع الدين الى الوكيل ويقال له اتبع الموكل وحلفه على ما يدعي

(۱۴۱) رجل اشترى دارا بالجياد ونقد الزيوف فتجوز به البائع فان الشفيع يأخذ بالجياد لانه اشترى الا بالجياد

(۱۴۲) رجل اشترى ارضا بمائة درهم وقبضها فحضر الشفيع وطلب الشفعة وسلمها اليه المشتري بمائة درهم ثم ان المشتري نقد الثمن للبائع فوهب له البائع منها خمسة بعد ما اخذ المائة فعلم الشفيع بالهبة ليس له ان يسترد شيئا من المشتري من الثمن ولو ان البائع وهب من المشتري خمسة من الثمن قبل قبض الثمن والمسئلة بحالها كان للشفيع ان يسترد من المشتري ما وهب له من البائع لان هبة شيء من الثمن قبل قبض الثمن حط والحط يلتحق باصل العقد فكان للشفيع ان يسترد من المشتري قدر ما حط عنه البائع اما بعد قبض الثمن هبة البعض ليس بحط بل هو تمليك مبتدأ كانه وهب له مالا آخر

حکم ہو جو دین کے وصول کرنے کو وکیل کیا جائے اور قرضدار اسبات کا دعوی کرے کہ موکل یعنی قرض خواہ نے مجکو قرض چھوڑ دیا ہے تو اس قرضدار سے کہا جائیگا کہ جو کچھ قرض ہے اس وکیل کو دیدے بعد ازاں موکل سے نزاع کر اور اسکے دعوی اور حلف لے۔

(۱۴۱) ایک شخص نے کھرے روپیوں سے ایک مکان خریدا مگر ادا کرتے وقت بائع کو ناقص روپیہ دیگا اور بائع نے انکو منظور کر لیا تو شفیع اس مکان کو ناقص روپیہ سے نہیں لے سکتا بلکہ اسکو کھرے روپیہ دینا پڑینگے اس لیے کہ وہ مکان کھرے روپیوں سے خریدا گیا ہے۔

(۱۴۲) ایک شخص نے سو روپیہ کو ایک زمین خریدی اور اوسپر اپنا قبضہ کر لیا اب شفیع نے حاضر ہو کر شفعہ طلب کیا مشتری نے شفیع سے سو روپیہ لیکر وہ زمین شفیع کو دیدی بعد ازاں مشتری نے بائع کو ثمن ادا کیا مگر بائع نے سو روپیہ وصول پا کر پانچ روپیہ اس مشتری کو ہبہ کر دئے اور شفیع کو اس ہبہ کا علم ہوا تو یہ شفیع مشتری سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس صورت میں بائع نے قبل از وصول ثمن پانچ روپیہ مشتری کو ہبہ کر دئے تو شفیع بھی مشتری سے یہ پانچ روپیہ واپس لے سکتا ہے اسواسطے کہ قبل از وصول ثمن میں سے کچھ ہبہ کر دینا فی الحقیقت ثمن میں کمی کر دینا ہے اور ثمن کی کمی اصل عقد میں داخل ہو جاتی ہے لہذا شفیع بھی مشتری سے اوسیقدر کمی واپس لے سکتا ہے اور بعد از وصول ثمن کچھ ثمن کا ہبہ کر دینا حقیقت میں ثمن کا کم کر دینا نہیں ہے بلکہ وہ خود ایک تملیک دیگر یا دوسرے مال کا ہبہ کر دینا ہے۔

(۱۴۳) الوکیل بالبیع اذا باع الدار بالف ثم ان الوکیل حط عن المشتری مائة من الثمن صح ویضمن قدر المحطوط للآمر ویبرئ المشتری عن المائة ویاخذ الشفیع الدار بجمیع الثمن لان حط الوکیل لایلتحق باصل العقد۔

(۱۴۳) ایک شخص کو مکان فروخت کرنیکے لیے وکیل کیا اور ہزار روپیہ کو وہ مکان اوسنے فروخت کیا بعد ازان وکیل نے سو روپیہ مشتری کی خاطر سے کم کر دے اوسکا یہ کم کرنا صحیح ہے اور یہ سو روپیہ موکل کے وکیل کو دینا لازم ہونگے اور مشتری ان سو روپیہ سے بری ہو جائیگا اور شفیع پوراثمن دیکر اس مکان کو لے سکیگا اس لیے کہ وکیل کا کم کر دینا اصل عقد مین معتبر نہو گا۔

(۱۴۴) رجل اشتری نصفا شائعا من دار او جزءا شائعا منها ثم ان المشتری قاسم البائع وحضر الشفیع فان کانت القسمة بقضاء القاضی فان الشفیع یاخذ من المشتری ما صار له بعد القسمة ولیس له ان یبطل القسمة روایة واحدة وان کانت القسمة بغیر قضاء هل له ان یبطل القسمة فیه روایتان والصحیح انه لایبطل وله ان یاخذ بالشفعة ما صار للمشتری۔

(۱۴۴) ایک شخص نے ایک مکان کا نصف غیر معین یا ایک جز غیر معین خریدا پھر مشتری نے بائع سے اوس حصہ کو تقسیم کر لیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو یہ تقسیم اگر بحکم قاضی ہوی ہے تب تو بالاتفاق وہ شفیع اس تقسیم کو باطل نہین کرسکتا بلکہ اوسی معین حصہ کو لے سکتا ہے جو مشتری کے حصہ مین آیا ہے اور اگر یہ تقسیم بحکم قاضی نہین تھی تو اب اسبات مین اختلاف ہے کہ اوس تقسیم کو شفیع باطل کر سکتا ہے یا نہین مگر صحیح یہ ہے کہ باطل نہین کرسکتا اور اوسی جزو کو لے سکتا ہے جو بعد تقسیم کے مشتری کے حصہ مین آیا ہے۔

(۱۴۵) ولو ان رجلین اشتریا دارا وهما شفیعان ولهما شفیع ثالث ایضا فاقتسم المشتریان ثم حضر الشفیع الثالث کان له ان یبطل القسمة کانت القسمة بقضاء او بغیر قضاء۔

(۱۴۵) اگر دو شخصون نے ایک مکان خریدا جسمین یہ دونون بھی شفیع ہین اور ایک تیسرا شخص بھی اوس مین شفیع ہے ان دونون نے وہ مکان باہم تقسیم کر لیا بعد ازان تیسرا شفیع حاضر ہوا تو وہ اس تقسیم کو باطل کر سکتا ہے خواہ یہ تقسیم بحکم قاضی ہو یا بلا حکم قاضی

(۱۴۶) رجل اشتری دارا ولہا شفیعان احدہما غائب فطلب الحاضر الشفعۃ فقضی له القاضی ثم جاء الشفیع الثانی فان الثانی یطلب الشفعۃ من الشفیع الحاضر الذی قضی له القاضی لا من المشتری لان الشفیع الاول قام مقام المشتری هذا اذا طلب الشفیع الحاضر جمیع الدار بالشفعۃ فان طلب النصف علی ظن انه لا یستحق الا النصف بطلت شفعته۔

(۱۴۶) ایک شخص نے ایک مکان خریدا جسمین دو شخص شفیع ہین مگر ایک شفیع حاضر اور ایک غیر حاضر ہے اس حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے بھی اسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا بعد ازان شفیع دوم حاضر ہوا تو اس شفیع دوم کو مشتری سے طلب شفعہ نکرنا چاہیے بلکہ شفیع اول سے شفعہ طلب کرنا چاہیے جسکے لیے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا ہے اسلیے کہ اب شفیع اول مشتری کے قائم مقام ہوگیا مگر یہ اوسوقت ہے کہ شفیع اول تمام مکان مین طلب شفعہ کرے اور اگر اس گمان سے کہ میرا فقط نصف مکان مین حق ہے نصف مکان مین شفعہ طلب کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۴۷) وکذا لو کان حاضرین فطلب کل واحد منہما الشفعۃ فی النصف بطلت شفعتہما لان کل واحد منہما لما لم یطلب الکل بطلت شفعته فی النصف الذی لم یطلب واذا بطلت شفعته فی النصف یبطل فی الکل

(۱۴۷) اسیطرح اگر ایک مکان فروخت ہوا جسمین دو شخص شفیع ہین اور دونون حاضر ہین اور ہر ایک نے نصف نصف مکان مین شفعہ طلب کیا تو دونون کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ جب ہر ایک نے پورے مکان مین شفعہ طلب نہ کیا تو اوس نصف باقی مین اُسکا شفعہ باطل ہوگیا اور جب نصف مین باطل ہوا تو کل مین باطل ہو جائیگا

(۱۴۸) رجل باع دارا وهی فی اجارۃ رجل والمستاجر شفیعہا جاز البیع فی حق البائع والمشتری یتوقف فی حق المستاجر فان اجاز المستاجر البیع نفذ البیع لزوال ما یوجب التوقف یکون للمستاجر ان یاخذ الدار بالشفعۃ

(۱۴۸) ایک شخص نے اپنا ایک مکان جسمین کرایہ دار رہتا تھا فروخت کیا اور وہ کرایہ دار خود اوسمین شفیع تھا تو بائع اور مشتری کے حق مین یہ بیع جائز ہوگی مگر کرایہ دار کے حق مین اجازت پر موقوف رہیگی اگر کرایہ دار نے بیع کی اجازت دیدی تو نافذ ہو جائیگی اسلیے کہ توقف کا سبب زائل ہوگیا اور یہ کرایہ دار اس مکان کو شفعہ سے لے سکتا ہے۔

(۱۴۹) وهو بخلاف ما لو باع دارا علی ان یکفل فلان بالثمن او بالدرك

(۱۴۹) اگر ایک مکان باین شرط فروخت کیا کہ فلان شخص اُسکے ثمن یا اور کسی قسم کے نقصان کا کفیل ہو اور وہی شخص اوس

منذ عشرين يوما واحدثت فيها الاشجار قبل قوله اذا بين وقتا لا يكذبه الظاهر ۔

یہ درخت لگائے ہیں تو مشتری کا یہ قول معتبر نہ ہوگا اور اگر یہ کہا کہ اس میں کچھ درخت جو بیس روز ہوئے اس وقت نہیں تھے بلکہ بعد بیع یہ درخت لگائے ہیں تو اسکا یہ قول معتبر ہوگا نہ پہلا کیونکہ درخت لگانے کی اسقدر قلیل [illegible] بیان کی ہے جس سے اسکا قول صریح کذب [illegible]

١٥٣ ولو قال المشتري اشتريت البناء بخمسمائة درهم ثم اشتريت الارض بعد ذلك او قال اشتريت الارض بدون البناء اولا ثم اشتريت البناء بعقد آخر فلا شفعة لك في البناء لانه نقلي صار مقصودا وقال الشفيع لا بل اشتريتهما معا في صفقة واحدة ففي القياس يكون القول قول المشتري وفي الاستحسان يكون القول قول الشفيع لان المشتري ينكر الشفعة في البناء لتفرق الصفقة بعد قيام سبب الشفعة ظاهرا فلا يقبل قول المشتري ولو قال المشتري وهب لي البناء اولا ثم اشتريت الارض كان القول قول المشتري ويأخذ الشفيع الارض بدون البناء ۔

(۱۵۳) اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ اولاً میں نے اس مکان کی عمارت پانسو روپیہ کو خرید کر بعد ازاں اوسکی زمین خریدی ہے یا یہ بات کہی کہ اولاً میں نے اسکی فقط زمین اور اوسکے بعد اسکی عمارت دوسری بیع سے خریدی ہے اس لیے عمارت کے اندر تیرا شفعہ نہیں ہے اسلیے کہ وہ منقولات میں سے ہے اور یہاں پر بیع سے مقصود بالذات ہے اور شفیع نے اسکے جواب میں کہا یہ بات غلط ہے بلکہ تو نے ان دونوں کو ایک ہی مرتبہ میں معاً خریدا ہے قیاس چاہتا ہے اس صورت میں مشتری کا قول معتبر ہوگا استحساناً شفیع کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مشتری ظاہر کے خلاف جدا جدا بیع بیان کرکے عمارت میں شفعہ کا منکر ہے اور ظاہر میں شفعہ کا سبب موجود ہے لہذا مشتری کا قول معتبر نہوگا اور اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ اولاً بذریعہ ہبہ کے یہ عمارت مجکو ملی ہے بعد ازاں اوسکی زمین کو میں نے خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور شفیع زمین کو بغیر عمارت کے لے سکیگا ۔

١٥٤ وكذا لو قال اشتريت النصف ثم النصف وقال الجار وهو الشفيع اشتريت الكل بعقد واحد كان القول قول الشفيع استحسانا فان اقاما البينة كانت البينة بينة المشتري في قول ابي يوسف [illegible]

(۱۵۴) اسیطرح اگر مشتری نے کہا کہ اول میں نے نصف مکان خریدا ہے اور نصف مکان دوسرے مرتبہ خریدا ہے اور ہمسایہ نے جو اس مکان کے اندر شفیع تھا یہ بات کہی تو نے کل مکان ایک ہی بیع سے خریدا ہے تو استحساناً شفیع کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ سنا دیے تو ابو یوسف رح کے نزدیک مشتری کے گواہوں کا اعتبار ہوگا اس لیے کہ گواہوں کی ضرورت فقط مشتری کو ہے

الی البینة وعلی قول محمد رح البینة بینة الشفیع فان ادعی المشتری انه اشتری الکل من عقد واحد وادعی الشفیع انه اشتراه متفرقا کان القول قول المشتری۔

اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ معتبر ہونگے اور اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ مین نے تنہا ایک ہی مرتبہ کل مکان کو خریدا ہی اور شفیع نے دعوی کیا کہ تو نے دو مرتبہ کر کے اوس مکان کو خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

(۱۵۵) وان قال المشتری وهب لی هذا البیت من الدار بطریقه الی باب الدار ثم باعنی ما بقی من الدار بالف درهم وقال الشفیع بل اشتریت کل الدار بالف درهم کان القول قول المشتری فی البیت فیاخذ الشفیع کل الدار ان شاء غیر البیت وطریقه بالف فان جحد البائع هبة البیت کان القول قوله مع یمینه وان صدق البائع المشتری فیما قال کان البیت الموهوب له ولا یصدقان علی ابطال الشفعة فی الدار لان شرکة المشتری قبل شری الدار لا تظهر فی حق الشفیع بقولهما الا ان یقیم البینة علی الهبة قبل شراء الدار فیصیر المشتری شریکا فی الدار فیقدم علی الجار۔

(۱۵۵) اگر مشتری یہ بات کہتا ہو کہ اولا اس احاطہ کا ایک کمرہ مع اوسکے راستہ جو احاطہ کے دروازے مین سے ہو بذریعہ ہبہ کے مجکو ملا ہے پھر باقی احاطہ ہزار روپیہ کو مین نے خریدا ہے اور شفیع کہتا ہے یہ بات غلط ہو بلکہ تو نے کل احاطہ ہزار روپیہ کو خریدا ہو تو اس کمرہ کے بارے مین مشتری کا قول معتبر ہوگا اور شفیع کو اگر منظور ہوگا تو اوس کمرہ اور اوسکے راستہ کے علاوہ کل احاطہ کو ہزار روپیہ سے لے سکیگا اور اگر اس ... اصل مالک یعنے بائع یہ بات کہے کہ یہ کمرہ مین نے ہبہ نہین کیا تو حلف لیکر اس بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر بائع نے مشتری کے قول کے تصدیق کی تو وہ کمرہ بذریعہ ہبہ کے مشتری کو ملجائیگا مگر اوس احاطہ مین بطلان شفعہ کے بابت ان دونون کی تصدیق نکیجاویگی اس لیے کہ شفیع کے حق مین بائع اور مشتری کے کہنے سے قبل از خرید احاطہ مشتری کے شرکت احاطہ مین ظاہر نہوگی مگر جس صورت مین کہ یہ مشتری قبل از خرید احاطہ ہبہ ہو جانے پر گواہ سنا دے تو اوس وقت مین یہ مشتری احاطہ مین شریک ہونے کی وجہ سے جار پر مقدم ہوگا۔

(۱۵۶) رجل اشتری دارا فادعی الشفیع ان المشتری هدم طائفة من الدار وکذبه المشتری کان

(۱۵۶) ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے اس بات کا دعوی کیا کہ مشتری نے مکان کا کچھ حصہ گرا دیا ہی اور مشتری نے اس بات سے انکار کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے

القول قول المشتری والبینة بینة الشفیع وان لم یوقت شهود صاحب الشفعة یقضی بالبیت بینهما نصفین لاستوائهما فی الحجة ویقضی بقیة الدار للذی اقام البینة علی شراء کل الدار ولا شفعة لاحدهما علی الآخر لانه لم یثبت سبق شراء احدهما۔

گواہ پیش کیے تو شفیع کے گواہ معتبر ہونگے اور اگر صاحب شفعہ کے گواہون نے وقت کی تعین نہین کی تو نصف نصف مکان اونکو دیا جائیگا اسلیے کہ [illegible] ہین دونون برابر ہین اور باقی مکان اوس شخص کو دیا جائیگا جسنے کل مکان خرید نے پر گواہ پیش کیے ہین اور ایک کا شفعہ دوسرے پر نہوسکیگا اسلیے کہ ایک کے خریدنے کو دوسرے پر تقدم ثابت نہین ہوا۔

\+ + + + +

۱۵۷، ولو اختصما فی الدارین المتلازقین فاقام احدهما البینة انه اشتری هذه الدار بالف منذ شهر واقام الآخر البینة انه اشتری هذه الدار الاخری منذ شهرین یقضی للثانی بشری الدار الاخری منذ شهرین کما شهد شهوده ویقضی له ایضا بالشفعة فی الدار الاخری لان جواره سبق علی بیع الدار الثانیة ولو لم یوقت شهوده یقضی لکل واحد منهما بداره ولا شفعة لواحد منهما ویجعل کان البیعین کانا معا ولو وقت احدهما ولم یوقت الآخر یقضی لصاحب الوقت بالشفعة علی الآخر۔

۱۵۷، اگر دو شخص دو ملے ہوے مکانون مین مخاصمت کرتے ہین اور ایک نے اسبات پر گواہ پیش کیے کہ مجکو ایک مہینہ گذرا جو مین نے اس مکان کو ہزار روپیہ خریدا ہے اور دوسرے نے اسبات کے گواہ پیش کیے کہ دو مہینے گذرے جو مین نے اس دوسرے مکان کو خریدا ہے تو دوسرے کے گواہون کے موافق دو مہینے سے دوسرے مکان کے خریدنے کا حکم دیا جائیگا اور اوس کے لیے اوس مکان مین شفعہ کا حکم دیا جائیگا اس لیے کہ دوسرے مکان کی بیع سے پہلے اوسکو حق جوار ثابت ہو اور اگر اوسکے گواہون نے وقت کی تعین نہین کی تو ہر ایک کو اپنا اپنا مکان دلا دیا جائیگا اور کوئی کسیکا شفیع نہوگا اور ایسا سمجھا جائیگا کہ گویا دونو بیع ایک ہی وقت مین ہوی ہین اور اگر ایک نے وقت کی تعین کی اور دوسرے نے نہ کی تو تعین کرنے والا دوسرے کا شفیع ہو جائیگا۔

\+ + + + +

فصل فیما للشفیع ان یاخذ البعض اولا یاخذ۔

اسبات کا بیان کہ شفیع مکان کا ایک حصہ لے سکتا ہے یا نہین

(۱۵۸) رجل اشتری ارضا فاجرها من الجار بالشراء او دفعها مزارعة او کان فیها نخل فدفع النخیل معاملة او ساومه الجار بعد ما علم الجار بالشراء بطلت شفعة الجار لان اقدامه علی هذه التصرفات بعد العلم بها رضا منه بقرار ملک المشتری فیبطل شفعته

(۱۵۸) ایک شخص نے ایک زمین خریدی اور جار کو زمین کرایہ پر اوٹھا دی یا کاشت کے لیے وہ زمین کسی کو دیدی یا اوسکے اندر درخت تھے اور معاملہ کے طور پر پرورش کیلیے وہ درخت کسیکو دیدیئے یا جار نے مشتری سے اوسکی قیمت ٹھیرائی اور اوسکو معلوم تھا کہ یہ زمین فروخت ہو گئی ہے تو اس جار کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ باوجود علم بالشراء کے شفیع کو ان تصرفات پر اقدام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مشتری کی ملکیت ثابت ہونے سے وہ راضی ہو لہذا

(۱۵۹) ولو اشتری نخلا لیقطع ثم اشتری الارض بعد ذلک قال لا شفعة للشفیع فی النخیل لانه نقلی وکذا لو اشتری الثمر لیجزها والبناء لیهدمه ثم اشتری الارض بعد ذلک کان للشفیع الشفعة فی الارض خاصة۔

(۱۵۹) اگر ایک باغ کاٹنے کی غرض سے خریدا بعد ازان اوس باغ کی زمین کو بھی خرید لیا تو امام صاحب رح کے نزدیک ان درختوں میں شفیع کا شفعہ نہو گا اسلیے کہ وہ منقولات میں داخل ہیں اسیطرح اگر درختوں کو پھل توڑنے کی غرض سے یا عمارت کو ڈھانے کی غرض سے خرید کر بعد ازان اوسکی زمین کو بھی خرید لیا تو شفیع کا فقط زمین میں شفعہ ہو گا۔

(۱۶۰) ولو اشتری قریة فیها بیوت واشجار ونخل ثم انه باع الاشجار والبناء فقطع المشتری بعض الاشجار وهدم بعض البناء ثم حضر الشفیع کان له الارض وما لم یقطعه من الاشجار وما لم یهدمه من البناء ولیس له ان یاخذ ما قطع ویطرح عن الشفیع حصة ما قطع من الشجر وما هدمه من البناء لانه صار مقصودا فاخذ قسطا من الثمن۔

(۱۶۰) ایک شخص نے ایک گانون خریدا جسمیں بہت سے گھر اور درخت اور باغات ہیں بعد ازان اوس شخص نے درختوں اور عمارات کو فروخت کیا اور ہنوز مشتری نے تھوڑے سے درخت اور تھوڑے سے مکانات گرائے تھے کہ اوس گانون میں شفیع پیدا ہو گیا تو اوس شفیع کو اسوقت میں صرف گانون کی زمین اور وہ درخت اور مکانات مل سکتے ہیں جنکو ہنوز مشتری ثانی نے نہیں گرایا ہو اور جنکو گرا دیا ہو وہ نہیں مل سکتی بلکہ اون گرے ہوؤن کی قیمت لگا کر شفیع کے لیے ثمن کم کر دیا جائیگا اسلیے کہ بیع ثانی میں درخت اور مکانات مقصود بالذات ہیں لہذا ثمن اون پر تقسیم کیا جائیگا

(۱۶۱) رجل اشتری نهرا باصله ولرجل ارض فی اعلی النهر بجنبه

(۱۶۱) ایک شخص نے نہر کو بالکل خرید لیا اور نہر کے کنارہ پر شروع میں ایک شخص کے زمین ہو اور ایک شخص کی زمین

ولآخر ارض فی اسفل النهر الی جنبه فلهما الشفعة جمیعا فی اصل النهر من اعلاه الی اسفله وکذا القناة والبیر والعین لانها من العقارات وتستحق بالشفعة وکذا القناة مفتحها فی ارض وظهر ماؤها فی ارض اخری فجیران القناة من مفتحها الی مصبها شرکاء فی الشفعة۔

اس نہر کے اخیر میں ہی تو یہ دونوں زمیندار اول سے اخیر تک اس نہر میں شفیع ہیں اور نہر اور کنوئیں اور چشمہ کا بھی یہی حکم ہے اسلیے کہ یہ سب عقارات میں داخل ہیں لہذا سب میں شفعہ ہوسکتا ہی اسیطرح وہ نہر جسمیں ایک زمین سے پانی آتا ہی اور دوسری زمین میں جاتا ہے تو اس نہر کے پاس رہنے والے لوگ اول سے اخیر تک اس نہر میں شفعہ کے اندر شریک ہیں۔

(۱۶۲) رجل له نصیب فی نهر فهو احق بالشفعة ممن یجری النهر فی ارضه لان الذی یجری النهر فی ارضه جار وصاحب النصیب فی النهر شریك فی المبیع فکان مقدما علی الجار۔

(۱۶۲) ایک شخص ایک نہر میں حصہ دار ہی اور ایک شخص کی زمین میں نہر چلتی ہی تو یہ حصہ دار زمین والے پر نہر کے شفعہ میں مقدم ہوگا اسواسطے کہ جسکی زمین میں نہر چلتی ہی وہ اوس نہر کا جار ہی اور یہ حصہ دار نہر میں شریک ہی لہذا اوسکو جار پر تقدم ہوگا۔

(۱۶۳) رجل له ارض کثیرة المؤن والخراج لا یشتریها احد فباعها من انسان مع دار له قیمتها الف وخمسمائة بالف وخمسمائة وللدار شفیع ان یاخذ الدار بالشفعة ولا یاخذ الارض قالوا ان کانت الارض بحال یشتریها احد من اصحاب السلطان قسم الثمن وهو الف وخمسمائة علی الدار وعلی قیمة الارض وهی القدر الذی یشتریها احد من اصحاب السلطان فیاخذ الشفیع الدار بذلك ان رضی به

(۱۶۳) ایک شخص کے پاس ایک زمین ہی جسمیں اوسکو محنت بھی زیادہ کرنی پڑتی ہی اور محصول بھی زیادہ دینا پڑتا ہی اسوجہ سے کوئی شخص اوسکا خریدار نہیں اسواسطے اس زمیندار نے اوس زمین کے ساتھ ایک مکان شامل کرکے جسکی قیمت ڈیڑھ ہزار ہی ڈیڑھ ہزار سے فروخت کیا اور اس مکان میں ایک شخص شفیع ہے سوال یہ ہی کہ یہ شفیع اوس زمین کو چھوڑ کر صرف مکان کو لے سکتا ہی یا نہیں فقہا کہتے ہیں اگر یہ زمین ایسی ہی کہ ارکان سلطنت میں سے کوئی شخص اوسکا خریدار ہو سکتا ہی تو یہ ڈیڑھ ہزار اوس مکان پر اور زمین کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور زمین کی وہ قیمت فرض کی جاویگی کہ ارکان سلطنت میں سے کوئی اوس قیمت سے خرید سکے اور جسقدر قیمت مکان کی

المشتری وان کانت الارض بحال لا یشتریها احد من اصحاب السلطان ولکنه ینتفع بها ینظر الی قیمة الارض فی اخر الوقت الذی ذهبت رغبة الناس عنها ثم ینقسم الثمن علی ذلك لانه اذا لم یکن لها قیمة فی الحال یعتبر قیمتها فی اخر الوقت الذی کانت متقومة وذهبت رغبة الناس عنها۔

حصہ مین پڑیگی وہی قیمت دیکر شفیع اوس مکان کو لے سکتا ہے بشرطیکہ مشتری بہی راضی ہو جائے اور اگر ایسی زمین ہے کہ اراکین سلطنت مین سے کوئی اوسکو نہین خرید سکتا لیکن اوس زمین سے نفع اوٹھا سکتے ہین تو دیکہا جائیگا کہ اخیر وقت مین جب سے لوگون کی رغبت اوسکی خریداری سے جاتی رہی ہے اوسکی کیا قیمت تھی پہر وہ ثمن اوس مکان پر اور اس قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اسواسطے کہ فی الحال زمین کی کچہ قیمت نہین ہے تو اخیر وقت کی قیمت لگائی جائیگی یعنے جبسے لوگونکی خریداری جاتی رہی ہے۔

(۱۶۴) رجل اشتری دارین فی موضعین مختلفین احدهما بالشام والاخری بالعراق فی صفقة واحدة فان کان الشفیع شفیعا للدارین جمیعا فانه یاخذ الدارین ولیس له ان یاخذ احد الدارین۔

(۱۶۴) ایک شخص نے دو مکان دو مختلف شہرونمین ایک ہی بیع سے خریدے مثلا ایک مکان شام مین اور دوسرا عراق مین اور ایک شخص ان دونون مکانون مین شفیع ہو تو وہ دونون مکانون کو سئالے سکتا ہے اگر صرف ایک مکان لینا چاہے تو نہین لے سکتا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۱۶۵) وان اشتری الدارین فی صفقتین فاراد الشفیع ان یاخذ احدی الدارین کان له ذلك وان کان هو شفیعا للدارین جمیعا۔

(۱۶۵) اگر ایک شخص نے دو شہرون کے دو مکان دو بیع سے خریدے اور شفیع صرف ایک مکان لینا چاہے تو لے سکتا ہے اگرچہ دونون مکانون مین وہ شفیع ہو۔

(۱۶۶) رجل اشتری خمس منازل من رجل واحد فی سکة غیر نافذة بصفقة واحدة فاراد الشفیع ان یاخذ منزلا واحدا قالوا ان طلب الشفعة بحکم الشرکة فی الطریق لا یاخذ البعض لانه تفریق للصفقة من غیر ضرورة وان اراد الشفعة بحکم الجوار وجوارہ

(۱۶۶) ایک شخص نے کسی سے پانچ مکان کوچہ سربستہ مین ایک بیع سے خریدے اور شفیع صرف ایک مکان لینا چاہتا ہے تو دیکہا جائیگا کہ یہ شفیع شرکت راستہ کی وجہ سے شفعہ کرتا ہے یا فقط اس ایک مکان کا ہمسایہ ہے۔ دوسری صورت مین ایک مکان کو لے سکتا ہے پہلی صورت مین نہین لے سکتا اسواسطے کہ بلا ضرورت ایک بیع کی تفریق لازم آتی ہے الحاصل جو شخص کوئی زمین دو جگہ یا دو باغ یا دو مکان مختلف واقع

نی هذا المنزل الذی یرید اخذ ہ
لاغیر کان له ذلك فالحاصل انه
اذا اشتری عقارا فی موضعین او بستانین
او دارین فی مواضع متفرقه فانکانت
الصفقه متفرقة بان اشتری کل دار
بصفقة علی حدة والشفیع شفیع لهما
بدارین له او بدار واحدة فاراد
ان یاخذ بالشفعة احدهما کان له
ذلك وان اشتریهما
فی صفقة واحدة فانکان
الشفیع شفیعا لهما جمیعا لیس
له ان یاخذ بالشفعة احدهما ولكن
اخذهما او یدع۔
وانکان الشفیع شفیعا لاحدهما
الصفقة واحدة اختلف الروایات
به عن ابیحنیفة رح فی اخر الروایات
سنه وهو قول ابی یوسف ومحمد رح
انه یاخذ التی هو شفیعها خاصة
وهو کما لو اشتری دارا وعبدا صفقة
واحدة فان الشفیع یاخذ الدار
الشفعة دون العبد۔

مین خریدی اور بیع بھی علحدہ علحدہ ہو کہ ہر مکان کو علحدہ
بیع سے خریدے اور شفیع بذریعہ ایک مکان یا دو مکانوں کے
اونمین شفعہ کرے اور فقط ایک مکان کا لینا چاہے تو لے
سکتا ہے اور اگر ان دونون کو ایک بیع سے خریدا ہو
تو اسکی دو صورتین ہین اگر شفیع اُن دونون کے اندر
شفیع ہو تب تو بذریعہ شفعہ کے ایک کو نہین لے سکتا بلکہ
اوسکو اختیار ہوگا کہ دونون کو لے لے یا دونون کو چھوڑ دے
اور اگر فقط ایک مکان مین شفیع ہو اور بیع ایک ہی ہوی
ہو تو ابوحنیفہ رح سے اس صورت مین مختلف قول مروی
ہین ۔ مگر اخیر روایت اور نیز ابو یوسف اور محمد رح
کا قول یہ ہے کہ جس مکان مین وہ شفیع ہے
فقط اوسکو لے سکتا ہے جسطرح کوئی شخص
ایک غلام اور ایک مکان کو معًا ایک
بیع سے خریدے تو شفیع صرف مکان بذریعہ
شفعہ کے لے سکتا ہے غلام کو نہین
لے سکتا۔

* * * * *

* * * * *

* * * * *

۱۶۷، هذا اذا كان الشفیع شفیعا
احدهما فانکان شفیعا لهما جمیعا والصفقة
احدة فانه یاخذهما او یدع۔

(۱۶۷) صورت مذکورہ بالا مین یہ تفصیل اُسوقت ہے کہ شفیع صرف
ایک مکان مین شفیع ہو اور اگر دونون مین معًا شفیع ہو اور بیع ایک ہی ہوی تو شفیع
کو اختیار ہے کہ دونون کو لے لے یا بالکل دونون کو چھوڑ دے ۔

۱۶۸، رجلان باعا دارا مشترکة بینهما

(۱۶۸) دو شخصون نے ایک مکان مشترک ایک شخص کے ہاتھ

من رجل لم یکن للشفیع ان یاخذ البعض وان کان البائع واحدا والمشتری اثنین فللشفیع ان یأخذ حصة احدهما یعتبر جانب المشتری لا جانب البائع وروی الحسن عن ابی حنیفة رح ان البائع اذا کان اثنین والمشتری واحدا کان للشفیع ان یاخذ نصیب احد البائعین قبل القبض ولا یاخذ بعضه بعد القبض وهذا قول ابی حنیفة رح الاول اما فی قوله الاخر یعتبر جانب المشتری علی کل حال قبل القبض وبعده سواء کان المشتری اشتراه لنفسه او لغیره بالوکالة۔

فروخت کیا تو شفیع ایک کے حصہ کو نہین لے سکتا ہے اور اگر ایک شخص نے اپنا مکان دو شخصون کے ہاتھ فروخت کیا تو شفیع فقط ایک مشتری کے حصہ کو بھی لے سکتا ہی غرض اس بارے مین مشتری کا لحاظ کیا جائیگا نہ بائع کا اور حسن نے ابو حنیفہ رح سے روایت کیا ہے کہ اگر بائع دو شخص ہین اور مشتری ایک شخص ہے تو شفیع ایک بائع کے حصہ کو بھی لے سکتا ہے بشرطیکہ ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو اور اگر قبضہ کر لیا ہے تو ایسا نہین کر سکتا۔ یہ ابو حنیفہ رح کا پہلا قول ہے مگر اخیر قول یہی ہے کہ ہر حال مین مشتری کا اعتبار کیا جائیگا خواہ اوسکا قبضہ ہوا ہو یا نہین اور خواہ مشتری نے اپنے لیے خریدا ہو یا دوسرے کے لیے وکالۃً خریدا ہو۔

* * * * *

(۱۶۹) رجل اشتری دارین لرجلین فلیس للشفیع ان یاخذ نصیب احد الامرین۔

(۱۶۹) ایک شخص نے دو شخصون کے لیے دو مکان خریدے تو شفیع کو اس بات کا اختیار نہین ہے کہ ایک شخص کا حصہ لے سکے۔

(۱۷۰) وان اشتری رجلان دار الرجل کان للشفیع ان یاخذ النصف ولو کان البائع اثنین والمشتری واحدا فطلب الشفیع نصیب احد البائعین لا یبطل شفعته بذلك وله ان یاخذها کلها مقسومة کانت او غیر مقسومة

(۱۷۰) اگر دو شخصون نے ایک مکان کسی شخص کے لیے خریدا تو شفیع اگر لینا چاہے نصف مکان کو لے سکتا ہے اور اگر دو شخصون سے ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے ایک بائع کے حصہ مین شفعہ طلب کیا تو اوس کا شفعہ باطل نہوگا مگر اوس کو کل مکان لینا پڑیگا خواہ تقسیم شدہ ہو یا نہو۔

فصل فی تسلیم الشفعة والحیلة فی ابطالها واسقاطها

شفعہ کے چھوڑ دینے اور اوسکے باطل کرنے یا ساقط کرنیکے لیے حیلہ کرنے کا بیان

(۱۷۱) رجل اشتری دارا بمائة

(۱۷۱) ایک شخص نے سو اشرفی کو ایک مکان خریدا

دینار وقال للشفیع اشتریت هذه الدار بمائة دینار فسلم لی نصفها وادفع نصفها الیك فقال الشفیع نعم ان قال فعلت ذلك یکون تسلیما للشفیع۔

اور شفیع سے یہ بات کہی کہ مین نے اس مکان کو سو اشرفی سے خریدا ہے تو اس مکان کا نصف مجکو چھوڑ دے اور باقی نصف مین تجکو دیدونگا شفیع نے کہا اچھا مین نے اس بات کو منظور کیا تو شفیع کا یہ قول تسلیم کرلینا سمجھا جائیگا۔

(۱۷۲) وذکر هذه المسئلة فی کتاب الشفعة وجعلها علی ثلاثة اوجه اما ان سلم الشفعة بالدراهم وببعض منها بعینها او ببعضها بغیر عینها او قال سلمت لك نصف الشفعة بمائة درهم بطلت شفعته فی الکل وان قال سلمت لك الشفعة فی نصف الدار فیه روایتان فی روایة تبطل الشفعة فی الکل وفی روایة لاتبطل وذکر فی الجامع مایدل علی ان تسلیم الشفعة فی البعض لایبطل شفعته فی الکل وان صالح الشفیع من الشفعة علی دراهم بطلت شفعته ولایجب المال۔

(۱۷۲) مسئلہ مذکورہ بالا کو کتاب الشفعہ مین ذکر کیا ہے اور اوسکی تین صورتین بیان کی ہین اگر بجائے اشرفیون کے اوسیقدر روپیہ سے یا اوسکے ایک حصہ معین یا غیر معین سے شفعہ کو چھوڑ دے یا یہ بات کہے کہ بعوض سو روپیہ کے مین نے نصف شفعہ تجکو چھوڑ دیا تب تو کل مکان مین اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر یہ بات کہی کہ نصف مکان مین تیرے سیلیے شفعہ چھوڑ دیا تو اوسمین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ کل مکان مین اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایک روایت کے موافق باطل نہو گا اور جامع کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حصے مین شفعہ چھوڑ دینے سے کل مکان مین شفعہ باطل نہین ہوتا اور اگر شفیع نے کچھ روپیہ ٹھیراکر مشتری سے صلح کرلی تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور مشتری کو کچھ دینا نہ پڑے گا اور اگر مکان کا ایک خاص حصہ مشتری سے ٹھیراکر فیصلہ کرلیا تو یہ فیصلہ صحیح ہوگا اور شفیع کو نصف مکان مل جائیگا اور باقی نصف مشتری کے لیے رہجائیگا۔

وان صالح علی لبعض المعین من الدار صح الصلح ویکون للشفیع نصف الدار ویبقی النصف للمشتری

* * * * *

* * * * *

(۱۷۳) ولو ان الشفیع قال للمشتری وقد اشتری الدار لغیره بالوکالة سلمت شفعتها وسلمت الشفعة

(۱۷۳) اگر ایک شخص نے دوسرے کے لیے وکالۃً ایک مکان خریدا اور شفیع نے اس مشتری سے کہا مین نے اس مکان کا شفعہ چھوڑ دیا یا یہ کہا کہ تیرے لیے چھوڑ دیا

التی لایثبت الشفعة فی الهبة بشرط العوض
اما فی الروایات الظاهرة تثبت الشفعة
فی الهبة بشرط العوض فان
اراد ان لا یأخذ الشفیع فی
ظاهر الروایات ینبغی ان یاخذ الموهوب
له الدار الاجزأ منها ویاخذ الواهب
کل العوض الا الفا فلا یثبت الشفعة
للشفیع فان فی الهبة بشرط العوض قالوا
انما یثبت الملك للموهوب له اذا قبض
الکل اما اذا لم یقبض الکل لایثبت له
الملك ولا ینقطع حق الواهب ویکون
للواهب ان یرجع من غیر قضاء ولا
رضاء یروی ذلك عن محمد رح
نصا فیکون هذا کالبیع بشرط الخیار
للبائع وثم لایثبت الشفعة للشفیع بالبقی
حق البائع هذا اذا کان الموهوب شیئا
یحتمل القسمة فان کان
لایحتمل القسمة کالبیت الصغیر
والحانوت اذا وهب منها جزءا
معلوما شائعا جاز عند الکل
ولا یکون للجارات یاخذ بالشفعة

(۱۹۰) ومنها ان یشتری البناء اولا
فی صفقة ثم یشتری العرصة بثمن غال
فلا یثبت الشفعة فی البناء لانه نقلی
ولا یرغب الشفیع فی اخذ العرصة بثمن

عوض مین شفعہ ثابت نہین ہوتا لیکن روایت
ظاہر یہی ہے کہ ہبہ بشرط عوض مین شفعہ ثابت ہوجاتا ہی
پس اگر ہبہ کرنے والے کو مقصود ہو کہ ظاہر روایت کے
بھی موافق شفیع نہ لے سکے تو یہ تدبیر کرنی چاہیے کہ موہوب لہ
دینے جسکو ہبہ کیا ہے، کل مکان کو قبول کرلے مگر ایک بالشت
چھوڑ دے اور ہبہ کرنے والا کل عوض قبول کرلے اور ایک
پیسہ چھوڑ دے کہ اسوقت مین شفیع کا شفعہ نہوگا اسلیے
فقہا رکے نزدیک ہبہ بشرط العوض مین موہوب لہ کی ملک
اوسوقت ثابت ہوتی ہی کہ جبوقت کل پر قبضہ کرلے
اور جب تک کل پر قبضہ نہوگا ملک ثابت نہو گی اور ہبہ کنندہ
کا حق اوس سے منقطع نہوگا بلکہ بلا حکم قاضی اور بلا رضامندی
باہمی کے اوسکو ہبہ کیے واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔ محمد رحمۃ
یہ قول صراحۃً مروی ہی پس اوسکا حال ایسی بیع کا سا مال
ہی جسمین بائع کا اختیار بشرط کیا گیا ہے کہ جب تک بائع کا
حق باقی رہیگا شفیع کا شفعہ ثابت نہوگا۔ یہ حکم اوسوقت
ہی کہ ہبہ کنندہ محتمل القسمت چیز کو ہبہ کرے اور اگر غیر محتمل
القسمت چیز ہی مثلاً چھوٹی سی کوٹھری یا دوکان اور اوسمین سے
نصف بلا تعیین ہبہ کیا تو بالاتفاق صحیح ہوگا اور جار کو شفعہ
کا اختیار نہوگا۔

(۱۹۰) ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری اولا ایک بیع سے
مکان کی صرف عمارت کو خریدے بعد ازاں مکان کی
زمین کو گران قیمت سے خریدے کہ عمارت چونکہ منقولات
مین داخل ہی اسلیے اوسمین شفعہ نہوگا اور زمین کو گران ہونے کا

غال فكان تزهيدا۔

شفیع خود نہ لیگا اس حیلہ سے شفیع شفعہ نکر سکیگا اگرچہ اوسکا شفعہ باطل نہوگا

(١٩١) وكذا لو وهب البناء بأصله ثم يشتري العرصة بثمن غال وكذلك في الكروم والأراضي۔

(١٩١) ایک حیلہ یہ ہو کہ مالک مکان عمارت کو کسی پر ہبہ کرکے اوسکی زمین کو گران قیمت سے اوسی شخص کے ہاتھ فروخت کردے اور باغات و آراضی کا بھی یہی حال ہو۔

(١٩٢) وفي هذه الفصول إذا أراد الشفيع أن يحلف البائع أو المشتري بالله ما فعل هذا فرارا عن الشفعة إن أراد تحليف البائع ليس له ذلك لأن نكوله لا يكون حجة على المشتري وإن أراد تحليف المشتري فكذلك لأنه يدعي عليه شيئا لو أقر به لا يلزمه۔

(١٩٢) حیلے کی ان صورتوں میں اگر شفیع کو بائع یا مشتری سے اسبات کا حلف لینا منظور ہو کہ یہ تدبیر ابطال شفعہ کے لیے نہیں کی گئی ہو تو بائع سے حلف نہیں لے سکتا اسواسطے کہ اگر بائع نے حلف سے انکار کیا تو مشتری پر اوسکا انکار حجت نہوگا اور نہ مشتری سے حلف لے سکتا ہو اسلیے کہ اگر مشتری اوسکے دعوی کا مقر ہو جائے تو وہ دعوی مشتری پر لازم نہوگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(١٩٣) ومن الحيلة أن يشتري سهما معلوما بثمن غال في صفقة ثم يشتري الباقي بثمن يسير فلا يرغب الشفيع فيما باع أولا لكثرة الثمن ويبدونه لا يملك أخذ الباقي لأن المشتري يصير شريكا فيكون مقدما على الجار۔

(١٩٣) ایک حیلہ یہ ہو کہ مشتری ایک بیع میں مکان کا معین حصہ گران قیمت سے خریدے بعد ازاں باقی کو ارزاں قیمت سے خریدے کہ پہلے بیع میں گرانی کی وجہ شفیع کو شفعہ کیطرف توجہ نہو گی اور دوسری بیع میں وہ اسلیے شفعہ نکر سکیگا کہ مشتری شریک ہونے کی وجہ سے جار پر مقدم ہو جائیگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(١٩٤) ومنها أن يشتري الدار بثمن غال ثم يأخذ البائع بذلك الثمن بدلا آخر فلا يرغب الشفيع أن يأخذ الدار بالثمن لكثرته ولا يكون له أن يأخذها بالبدل الثاني لأن الثاني بدل عن الثمن لا عن الدار۔

(١٩٤) ایک حیلہ یہ ہو کہ مکان کو گران قیمت سے خریدلے اور بائع کو اوس قیمت کے عوض میں کوئی اور چیز دیدے جو مکان کی اصل قیمت کے برابر ہو اس تدبیر سے شفیع کو ثمن دیگر مکان کے لینے کی طرف توجہ نہوگی اسلیے کہ ثمن مکان کی اصل قیمت سے زیادہ قرار پایا ہے اور اوسکے بدلے میں وہ چیز دیکر بھی نہیں لے سکتا کیونکہ وہ چیز ثمن کا بدل ہے مکان کا بدل [illegible]

فاسلم لك النصف الباقي فابى المشتري لا يبطل شفعته۔

اس بات سے انکار کیا تو شفعہ باطل نہو گا۔

(١٨٣) ولو ان البائع والمشتري قالا للشفيع ابرئنا عن كل خصومة لك قبلنا ففعل وهو لا يعلم ثبوت الشفعة بطلت شفعته قضاء ولا تبطل فيما بينه وبين الله تعالى وهو كرجل قال لغيره اجعلني في حل ففعل ولم يعلم بما له قبله في القضاء يبرأ عما له عليه ولا يبرأ فيما بينه وبين الله تعالى۔

(١٨٣) اگر بائع اور مشتری نے شفیع سے کہا کہ ہم سے تجھے جو کچھ جھگڑا ہے اوس سے ہمکو بری کر دے اور شفیع نے اونکو بری کر دیا مگر ثبوت شفعہ کا اوسکو علم نہ تھا تو عند القاضی اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور عند اللہ باطل نہو گا جیسے کوئی شخص کسی سے کہے میرے اوپر جو کچھ تیرا حق ہو مجکو معاف کر دے اور اُس شخص کو اس بات کا علم نہ تھا کہ کیا حق ہے اور اوسنے معاف کر دیا تو عند القاضی یہ شخص اوسکے حق سے بری ہو جائیگا اور عند اللہ بری نہو گا

(١٨٤) ولو ان رجلا اوصى بدار لرجل فلم يعلم به الموصى له ومات الموصي فبيعت دار بجنب دار الوصية ثم قبل الموصى له الوصية فلا شفعة للموصى له في الدار الثانية لانه لم يملك الوصية قبل القبول فلا يكون جار الدار الثانية۔

(١٨٤) اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا مکان فلان شخص کو دیا جائے اور جسکے لیے وصیت کی ہے اوسکو وصیت کا علم نہیں ہے اب وصیت کرنے والا مر گیا اور اوس مکان کے پہلو مین ایک مکان فروخت ہوا پھر اوس نے اوس وصیت کو قبول کیا تو دوسرے مکان مین اس شخص کا شفعہ نہو گا اسلیے کہ قبل از قبول وصیت یہ شخص مکان کا مالک اور فروخت شدہ مکان کا جار نہ تھا۔

(١٨٥) ولو ان الموصى له مات قبل ان يعلم بالوصية ثم بيعت الدار الثانية بجنبها فادعى ورثة الموصى له الشفعة في الدار الثانية كان لهم ذلك لان موت الموصى له قبل القبول يكون قبولا للوصية فصارت الوصية ميراثا عنه لورثته فاذا ثبت الملك للورثة تحقق لهم سبب الشفعة وهو الجوار

(١٨٥) اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا فلان مکان فلان شخص کو دیدیا اور موصی لہ (یعنی جسکے لیے وصیت کی تھی) اس وصیت سے لاعلم تھا اور اوسی لاعلمی کی حالت مین مر گیا بعد ازان اوس مکان کے پہلو مین ایک مکان فروخت ہوا اور اس موصی لہ کے وارثون نے فروخت شدہ مکان مین شفعہ کا دعوی کیا تو اونکا دعوی صحیح ہے اسلیے کہ قبل از قبول وصیت موصی لہ کا مر جانا وصیت قبول کرنے کے حکم مین ہے اور وہ وصیت کا مکان بطور میراث کے وارثون کی ملک ہو جائیگا اور جب اونکی ملک ہو گیا تو شفعہ کا سبب یعنی جوار ثابت ہو گیا

(۱۸۶) واما الحيل في ابطال الشفعة ذكر الخصاف رحمه الله فيه منها ما يكون تزهيدا عن طلب الشفعة ومنها ما يكون ابطالا اما ما يكون ابطالا فمنها ان يهب البائع الدار للمشتري ويشهد على الهبة والمشتري يهب الثمن للبائع ويشهد عليها فلا يثبت الشفعة اذا لم يكن الهبة بشرط العوض الا ان هذه الحيلة لا يملكها بعض الناس لانها تبرع ومن الناس من لا يملك التبرع كالاب والوصي وغيرهما۔

(۱۸۶) خصاف رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے بعض حیلے ایسے ہیں جن سے شفیع کو خود ہی شفیع کیطرف توجہ نہیں رہتی اور بعض ایسے ہیں جن سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے ابطال شفعہ کے لیے منجملہ حیلوں کے ایک یہ حیلہ ہے کہ بائع اوس مکان کو اولا مشتری پر ہبہ کرکے لوگوں کو گواہ کر دے اوس کے بعد مشتری بائع پر ثمن ہبہ کرکے لوگونکو گواہ کر دے اگر یہ ہبہ بشرط عوض نہو لیکن یہ ایسا حیلہ ہے کہ ہر شخص اس حیلے کو نہیں کرسکتا اسواسطے کہ ہبہ تبرعات میں سے ہے اور بعض لوگوں کو تبرعات کا اختیار نہیں ہوتا مثلا نابالغ کا باپ یا باپ کا وصی وغیرہ۔

* * * * *

* * * * *

(۱۸۷) ومنها ان يتصدق بالدار على انسان ثم المشتري يتصدق بمثل الثمن على البائع فهي والهبة سواء الا ان في الهبة للاجنبي يملك الرجوع وفي الصدقة لا يملك۔

(۱۸۷) ازانجملہ یہ حیلہ ہے کہ بائع اپنا مکان مشتری پر صدقہ کر دے اور مشتری ثمن کی قدر بائع پر صدقہ کرے یہ صورت اور ہبہ کی صورت دونوں برابر ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ اجنبی کے لیے ہبہ کرنے میں ہبہ کرنے والا رجوع کرسکتا ہے اور صدقہ میں رجوع نہیں کرسکتا۔

(۱۸۸) ومنها ان يهب جزءا شائعا من الدار ثم يترافعان الى القاضي الذي يرى هبة المشاع فيما يحتمل القسمة فيحكم بجواز الهبة ثم يبيع لبقية الدار منه فيكون الموهوب له مقدما على الجار۔

(۱۸۸) ایک حیلہ یہ ہے کہ بائع مکان کا کوئی غیر معین حصہ مشتری کو ہبہ کر دے پھر یہ بائع اور مشتری ایسے قاضی کے روبرو اپنا قضیہ پیش کریں جو محتمل القسمۃ چیز میں ایک حصہ غیر معین کے ہبہ کو تجویز کرتا ہے تاکہ یہ قاضی جواز ہبہ کا حکم دے اوسکے بعد یہ بائع باقی مکان اوس مشتری کے ہاتھ فروخت کرے تو اس صورت میں مشتری بسبب شرکت کے جار پر مقدم ہوگا

(۱۸۹) ومنها ان يهب الدار بشرط العوض الا ان هذا على الرواية

(۱۸۹) ازانجملہ ایک یہ حیلہ ہے کہ بشرط عوض اپنا مکان کسیکو ہبہ کرے مگر یہ اوس روایت کے موافق ہوسکتا ہے کہ ہبہ بشرط

لك او قال ذلك للبائع والدار في يد البائع كان تسليما للشفعة۔

(١٧٤) ولو قال للبائع بعد ما سلم الدار الى المشتري سلمت الشفعة لك صح استحسانا۔

(١٧٥) ولو قال سلمت الشفعة بسببك او لاجلك صح تسليمه قياسا واستحسانا۔

(١٧٦) فان قال للوكيل بشراء عبد ما دفع الدار الى الموكل سلمت لك الشفعة صح استحسانا ولو اشترى دارا بالوكالة لغيره فقال اجنبي للشفيع سلم شفعة هذه الدار للموكل فقال الشفيع سلمتها لك او اعرضت عنها لك صح تسليمها قياسا واستحسانا ولو قال الشفيع لاجنبي ابتداء سلمت شفعة هذه الدار لك او قال اعرضت عنها لك لا يصح تسليمه ولا يبطل شفعته قياسا واستحسانا ولو قال لاجنبي سلمت الشفعة للموكل او قال وهبتها للموكل او قال اعرضت عنها للموكل لاجلك وبشفاعتك صح تسليمه للامر وتبطل شفعته۔

(١٧٧) ولو صالح الاجنبي الشفيع من شفعته على دراهم معلومة كان تسليما ولا يجب المال لانه لو صالح المشتري من الشفعة على مال بطلت شفعته ولا يجب المال وهو بمنزلة ما اذا صالح الكفيل بالنفس الطالب على مال لا يجب المال

یا بائع سے یہ بات کہی اور اسوقت مکان بائع کے قبضہ مین تھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(١٧٤) اگر شفیع نے بائع سے یہ بات کہی تیرے لیے مین نے شفعہ چھوڑ دیا اور مکان پر مشتری کا قبضہ ہو چکا تھا تو استحسانا اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(١٧٥) اگر صورت مذکورہ بالا مین شفیع نے بائع سے کہا تیرے خاطر سے مین نے شفعہ چھوڑ دیا تو قیاسا اور نیز استحسانا اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(١٧٦) اگر ایک وکیل نے مکان خرید کر اپنے موکل کو دیدیا بعد ازان شفیع نے وکیل سے کہا مین نے تیرے لیے شفعہ چھوڑ دیا ہے تو استحسانا اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر اسی صورت مین ایک اجنبی شخص نے شفیع سے کہا اس مکان کا شفعہ موکل کے لیے چھوڑ دے شفیع نے کہا تیرے لیے مین نے چھوڑ دیا یا تیرے لیے شفعہ سے مین نے اعراض کر لیا تو قیاسا اور نیز استحسانا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفیع نے اجنبی کے بغیر کہے خود اوس سے یہ بات کہی تیرے لیے مین نے شفعہ چھوڑ دیا یا تیرے لیے شفعہ سے اعراض کر لیا تو استحسانا شفعہ باطل نہوگا اور اگر اجنبی سے کہا موکل کے لیے مین نے شفعہ چھوڑ دیا یا موکل کے لیے ہبہ کر دیا یا موکل کے لیے تیری وجہ سے اور تیری سفارش سے اعراض کر لیا تو موکل کے لیے اوسکا چھوڑنا صحیح ہوگا۔

(١٧٧) اگر ایک اجنبی شخص نے کچھ روپیہ مقرر کر کے شفیع سے شفعہ کے بارے مین صلح کر لی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اجنبی کو روپیہ دینا نہ پڑیگا اسلیے کہ اگر خود مشتری بعوض کچھ مال کے شفیع سے صلح کر لے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور مشتری کو کچھ مال دینا نہیں پڑتا ہے جسطرح کفیل بالنفس کچھ مال ٹھہرا کر طالب سے صلح کر لے تو کفیل کو مال دینا نہیں پڑتا اور اسباتمین اختلاف ہے کہ وہ کفالت سے بری ہو جاتا ہے یا نہیں ابو حفص کی روایت

وهل يبرأ عن الكفالة فى رواية ابى حفص يبرأ ولا يبرء فى رواية ابى سليمان

کے موافق بری ہوجاتا ہو اور ابو سلیمان کے روایت کے موافق بری نہین ہوتا۔

۱۷۸، ولو ان اجنبيا قال للشفيع اصالحك على كذا من الدراهم على ان تسلم الشفعة ولم يقل لى فقبل الشفيع لا يجب المال على الاجنبى ولا يبطل شفعته۔

۱۷۸، اگر ایک اجنبی شخص نے شفیع سے یہ بات کہی بعوض اسقدر روپیہ کے اسبات پر مین تجھسے صلح کرتا ہون کہ تو شفعہ کو چھوڑ دے اور یہ لفظ نہ کہا کہ میرے لیے اور شفیع نے قبول کرلیا تو اس اجنبی پر روپیہ لازم نہوگا اور اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔

۱۷۹، ولو قال الشفيع للبائع سلمت لك بيعك او قال للمشترى سلمت لك شراءك بطلت شفعته۔

۱۷۹، اگر شفیع نے بائع سے کہا تیرے لیے مین نے تیری بیع کو چھوڑ دیا یا مشتری سے کہا تیرے لیے تیری خریدنے کو چھوڑ دیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا۔

۱۸۰، وان قال لاجنبى سلمت لك شراء هذه الدار لم يكن ذلك تسليما ولا تبطل شفعته۔

۱۸۰، اگر شفیع نے ایک اجنبی شخص سے کہا تیرے لیے مین نے اس مکان کے خریدنے کو چھوڑ دیا تو شفعہ باطل نہوگا

۱۸۱، وان قال الشفيع للمشترى سلمت هذه الدار لك او شفعة هذه الدار لك ان كنت اشتريتها لنفسك وقد كان المشترى اشتريها لغيره لا يبطل شفعته لانه علق التسليم بالشرط وتسليم الشفعة اسقاط يحتمل التعليق والمعلق بالشرط لا ينزل عند عدم الشرط

۱۸۱، اگر شفیع نے مشتری سے کہا مین نے اس مکان کو یا اس مکان کے شفعہ کو تیرے لیے چھوڑ دیا اگر تو نے اپنے لیے خریدا ہو اور مشتری نے کسی اور کے لیے اوسکو خریدا تھا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ شفیع نے ترک شفعہ مین شرط لگائی تھی اور شفعہ کا ترک کرنا ایسا حق کا ساقط کرنا ہے جسمین شرط لگ سکتی ہو اور مشروط بغیر شرط کے ثابت نہین ہوتا

۱۸۲، ولو ان الشفيع قال للمشترى سلم لى نصف الدار بالشفعة فابى المشترى لا يبطل شفعته هو الصحيح وكذا لو قال الشفيع انا شفيع هذه الدار سلم لى نصفها بالشفعة

۱۸۲، اگر شفیع نے مشتری سے کہا نصف مکان بذریعہ شفعہ کے مجکو دے اور مشتری نے انکار کیا تو قول صحیح یہ ہے کہ شفعہ باطل نہوگا۔ اسیطرح اگر شفیع نے کہا مین اس مکان کا شفیع ہون لہذا بذریعہ شفعہ کے نصف مکان مجکو دے تو باقی نصف مکان مین تیرے لیے چھوڑ دون مشتری نے

۱۹۵، وذكر الخصاف رح حيلة لم يروها
عن محمد رح وهي ان يدعي ان الدار
لابن صغير له في يد هذا الرجل ثم
ان المدعي يصالح [illegible]ى في يديه الدار
على ان يدفع اليه مائة دينار ولا يقول
انها من مال ابنه على ان يسلم الذي
في يديه الدار فيجوز ولا شفعة فيها
لان الاب لا ياخذ الدار بطريق
المعاوضة فيقع الملك للابن دون الاب
الا ان هذا كذب فان اراد ابطال
الشفعة على وجه لا يكون كاذبا يامر
الاب مملوكا له ان يشتري الدار من
صاحبها لابن صغير لمولاه بالثمن الذي
اتفقا عليه فيشتري المملوك شراء ثم ان
المولى يدعي ان الدار لابنه الصغير
ولا يدعي الشراء فيكون صادقا الا
ان هذا لا يخلو عن نوع شبهة لان
الملك انما يثبت للابن بالسبب
فاذا ادعى الاب ملكا مطلقا كان
مدعيا غير ذلك الملك لان الملك
المطلق اقوى من الملك بالسبب
على ما عرف ان القضاء بالملك
المطلق قضاء بالزوائد وفي القضاء
بالملك بسبب لا يدخل الزوائد
والشهود اذا احتملوا الشهادة على الملك

۱۹۵، خصاف رح نے ایک حیلہ ذکر کیا ہے جسکی روایت
امام محمد رح سے نہین کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص مالک مکان
پر اسبات کا دعوی کرے کہ تیرے پاس جو یہ مکان ہے میرے
نابالغ لڑکے کا ہے بعد ازان یہ مدعی کو اشرفیان دیکر
اور مدعا علیہ سے مکان لیکر صلح کر لے اور یہ نہ کہے کہ میرے
لڑکے کا مال ہے تو یہ صلح جائز ہے اور اوسمین شفعہ نہین ہے
اسلیے کہ باپ نے یہ مکان بطریق معاوضہ کے نہین لیا ہے
لہذا وہ مکان باپ کی ملک نہوگا بلکہ بیٹے کی ملک ہوگا
مگر اس حیلہ مین یہ نقصان ہے کہ باپ کا یہ کہنا صریح کذب ہے
پس اگر اوسکو مقصود ہو کہ شفعہ باطل ہو جاوے اور
جھوٹ بھی نہ بولنا پڑے تو اوسکی یہ تدبیر ہے کہ بائع اپنے کسی
غلام کو حکم دے اور وہ غلام اس مکان کو مالک مکان سے
ثمن ٹھیرا کر اپنے آقا کے نابالغ لڑکے کے واسطے خرید لے
بعد ازان اوسکا آقا دعوی کرے کہ یہ مکان میرے
لڑکے کا ہے اور خریدنے کا ذکر نکرے تو اوسکا یہ کہنا سچ
ہوگا مگر اسمین ایک قسم کا شبہہ ہے اسواسطے کہ بیٹے کو ملکیت
بالسبب ثابت ہوگی اور باپ ملکیت مطلقہ کا دعوی
کرتا ہے پس اوسکا دعوی خلاف واقع کے ہے اس لیے
کہ ملکیت مطلقہ ملکیت بالسبب سے قوی ہے چنانچہ معلوم ہو چکا
ہے کہ ملکیت مطلقہ کے حکم دینے سے زوائد کا حکم ثابت ہوتا
ہے اور ملکیت بالسبب کا حکم دینے سے زوائد کا حکم
ثابت نہین ہوتا اسیطرح اگر گواہون کو ملکیت بالسبب کا
علم تھا اور اپنے اظہار مین اونھون نے ملکیت مطلقہ
کا بیان کیا تو اونکی گواہی خلاف واقع کے ہوگی
اس لیے کہ ملکیت مطلقہ مین اصل کے ساتھ

بسبب فاذا شهدوا بالملك المطلق
كانت شهادتهم بالاصل والزيادة۔

زیادتی بھی داخل ہوتی ہے۔

* * * *

١٩٦، واختلف المشائخ رح ان الشاهد
اذا تحمل الشهادة على الملك بسبب
ثم ان البائع غصب المبيع من المشتري
فجاء المشتري بالشهود وامرهم ان
يشهدوا له بالملك المطلق قال بعضهم
يجوز لهم ان يشهدوا بالملك المطلق
وقال بعضهم لا يجوز وكذا اذا تحملوا
الشهادة على الدين بسبب هل يباح
لهم ان يشهدوا على الدين مطلقا
هو على هذا الخلاف ايضا والخصاف
رح يقول بالجواز۔

(١٩٦) اگر گواہوں کو ملکیت بالسبب کا علم ہے
اور بائع نے مبیع کو مشتری سے غصب کر لیا اور مشتری نے
گواہ پیش کیے اور اون سے ملک مطلق کی گواہی چاہی
تو مشائخ رح کا اوسمیں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں ان
گواہوں کو ملکیت مطلقہ کی گواہی دینا جائز ہے بعض کہتے
ہیں جائز نہیں ہے اسیطرح اگر گواہوں کو کسی خاص
سبب سے دین کا علم ہے تو بعض مشائخ کے نزدیک
مطلق دین کی گواہی دینا جائز ہے اور بعض کے نزدیک
جائز نہیں ہے خصاف رحمہ اللہ کا مذہب یہی
ہے کہ گواہی دینا جائز ہے۔

* * * * *

١٩٧، ومن جملة الحيل ان يقر
البائع بجزء معلوم من الدار للمشتري
ثم يبيع الباقي منه الا ان هذا يكون
على الاختلاف ايضا فانهم اختلفوا ان
الانسان اذا اقر لغيره بعين هل
يثبت الملك للمقر له بالاقرار قال
بعضهم لا يثبت لان الاقرار ليس من
اسباب الملك ولهذا لا يصح من العبد
المأذون ولو كان الاقرار
من اسباب الملك
كان الاقرار تمليكا بغير عوض
والعبد المأذون لا يملك ذلك۔

(١٩٧) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری کے لیے بائع مکان کے
ایک خاص حصہ کا اقرار کرلے بعد ازاں باقی کو اوسکے ہاتھ
فروخت کردے مگر اسمیں بھی اختلاف ہے اسلیے کہ اگر کوئی
شخص دوسرے کے لیے کسی خاص چیز کا اقرار کرے تو بعض کے
نزدیک اس اقرار سے دوسرے کی ملکیت ثابت ہو جاتی
ہے اور بعض کے نزدیک ملکیت ثابت نہیں ہوتی اسلیے
کہ اقرار ملکیت کا سبب نہیں ہے ولہذا وہ غلام جو آقا
کیطرف سے خرید فروخت کا مجاز ہے اگر کسی کے لیے
اقرار کرلے تو اوسکا اقرار صحیح ہے اور اگر یہ اقرار ملکیت
کا سبب ہوتا تو اوسمیں تملیک بلا عوض پائی جاتی
اور وہ غلام اسبات کا مجاز نہیں تھا۔

* * * * *

(۱۹۸) ومن الحيل ان يوكل المشتري رجلا بالشراء فيشتري الوكيل ويغيب ولا يكون الموكل خصما للشفيع الا ان هذا على قول محمد رح اما على قول ابي يوسف رح يكون الموكل خصما للشفيع ليطلب منه الشفعة فانه ذكر في المأذون اذا اشترى الرجل دارا وباع من اخر وغاب المشتري الاول ثم جاء الشفيع واراد ان يأخذ بالبيع الاول على قول محمد رح لا يملك ذلك وعلى قول ابي يوسف رح يملك ذلك۔

(۱۹۸) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری کسی شخص کو وکیل مقرر کرکے مکان خریدے اور یہ وکیل مکان کو خرید کر کہیں غائب ہو جائے اب وہ شفیع اس موکل سے دعوے نہیں کرسکتا مگر یہ حیلہ امام محمد رح کے موافق ہوسکتا ہے اور ابویوسف رح کے موافق نہیں ہوسکتا اسلئے کہ ابویوسف رح کے نزدیک اس موکل سے شفیع دعوے کرسکتا ہے۔ چنانچہ ماذون میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مکان کو خرید کر دوسرے کے ہاتھ فروخت کردے اور مشتری اول غائب ہوجائے بعد ازاں شفیع بیع اول میں شفعہ کا دعوی کرے تو امام محمد رح کے نزدیک کرسکتا ہے اور ابویوسف رح کے نزدیک نہیں کرسکتا ہے۔

(۱۹۹) وعلى هذا الخلاف العبد المأذون المديون اذا باعه المولى بغير اذن الغرماء فغاب فحضر الغرماء لا خصومة لهم مع المشتري في قول محمد رح وعلى قول ابي يوسف رح للغرماء ان يخاصموا المشتري۔

(۱۹۹) اگر ایک شخص کے غلام پر لوگوں کا قرض آتا ہے اور اس شخص نے اون لوگوں کی بلا اجازت غلام کو فروخت کردیا اور غلام کہیں غائب ہوگیا اب قرضخواہ امام محمد رح کے نزدیک مشتری سے نزاع نہیں کرسکتے اور ابویوسف رح کے نزدیک مشتری سے مخاصمت اور نزاع کرسکتے ہیں۔

(۲۰۰) ومن الحيلة بالشفعة ان يؤاجر المشتري من البائع ثوبا ليلبس يوما الى الليل بجزء من مائة جزء من الدار فمضى اليوم ثم يبيع بقية الدار من صاحب الثوب فلا يكون الشفعة للشفيع اما في الجزء الاول فلان صاحب الثوب ملك الجزء بالمنفعة واما في

(۲۰۰) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری بائع سے ایک کپڑا صبح سے شام تک پہننے کیواسطے لیوے اور اوسکی اجرت یہ ٹھہرائے کہ اپنے مکان کے سو حصوں میں سے ایک حصہ تجکو دونگا اور صبح سے شام تک اوس کپڑے کو پہن کر باقی مکان کپڑے والیکے ہاتھ فروخت کردے تو اس سے شفیع شفعہ نکرسکیگا ایک حصہ میں تو اسواسطے کہ کپڑے والا بعوض منفعت کے اسکا

بقية الدار فان صاحب الثوب
صار شريكا في الدار فكان مقدما
على صاحب الجار

(٢٠١) ومنها ان يستاجر صاحب
الدار الذي يريد شراء الدار
بعشر الدار على ان يسقيه
فاذا سقاه في ذلك المجلس او في غيره
يملك عشر الدار فلا يكون للشفيع
حق الشفعة وهو اولى من الجار
جعل الاجرة ههنا بمنزلة المهر
وفي المبسوط جعل الاجرة بمنزلة
المبيع فانه قال لو كانت الاجرة
عبدا فباعه قبل القبض لا يجوز
ولو استحق العبد الذي
هو اجر الدار بطل العقد والخصاف
رحمه الله جعل الاجرة بمنزلة المهر

(٢٠٢) ومن الحيلة انه اذا اراد ان
يبيع الدار بعشرة الاف درهم
يبيعها بعشرين الفا ثم يقبض تسعة
الاف وخمسمائة ويقبض بالباقي
عشرة دنانير او اقل او اكثر
لو اراد الشفيع ان ياخذها
بعشرين الفا فلا يرغب في الشفعة
ولو استحقت الدار على المشتري لا يرجع
المشتري بعشرين الفا وانما يرجع

مالک ہوا ہے بعوض مال کے نہین ہوا اور مکان
کے ننانوے حصو مین اسواسطے شفعہ نہین کر سکتا
کہ کپڑے والا اب اُس مکان مین شریک ہے اور جار پر اسکو تقدم ہے

(٢٠١) ایک حیلہ ہے کہ مالک مکان اوس شخص سے
جو مکان خریدنا چاہتا ہے یہ بات کہے کہ تو
مجھکو پانی پلادے اور اسکی اُجرت مین مجھسے اس مکان
کا دسوان حصہ لیلے اگر اس شخص نے اوسی جلسہ
مین یا اسکے بعد صاحب مکان کو پانی پلادیا تو یہ شخص
مکان کے دسوین حصہ کا مالک ہو جائیگا اور بوجہ
شرکت کے شفیع بالجوار پر اوسکو تقدم ہوگا۔ اور یہہ
اجرت بمنزلہ مہر کے ہے اور مبسوط مین اس اُجرت کو
بمنزلہ مبیع کے قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر اسکی اُجرت
ایک غلام قرار پائی اور اُجرت لینے والا قبل از قبضہ اُسکو
فروخت کر دے تو جائز نہوگا اور اگر اس غلام مین جو مکان
کی اجرت قرار پایا ہے کسی کا حق برآمد ہو تو عقد اجارہ باطل
ہو جائیگا۔ اور خصاف رحمہ اجرت کو بمنزلہ مہر کے قرار دیا ہے۔

(٢٠٢) ایک حیلہ ہے کہ جب کوئی شخص ایک مکان
دس ہزار روپیہ کو فروخت کرنا چاہے تو یہ تدبیر کرے
کہ بیس ہزار سے اُسکو فروخت کرے اور ساڑھے نو ہزار روپیہ
لیکر باقی پانسو روپیہ کے بدلے مین دس بیس اشرفیان لیکر
مکان مشتری کو دیدے کہ اس صورت مین اگر شفیع
لینا چاہیگا تو بیس ہزار روپیہ اوسکو دینے پڑینگے لہذا شفعہ
کیطرف اُسکو توجہ نہوگی اور اگر اس صورت مین مکان کے اندر کسی کا حق برآمد
ہوا جسکی وجہ سے مشتری کو مکان کا واپس کرنا پڑا تو مشتری
بائع سے بیس ہزار روپیہ واپس نہین لے سکتا بلکہ جسقدر

بما اعطاه لانه اذا استحقت الدار يظهر انه لم يكن عليه ثمن الدار فيبطل الصرف كما لو باع الدينار بالدراهم التي للمشتري على البائع ثم تصادقا انه لم يكن له عليه دين فانه يبطل الصرف۔

اُسنے دیا ہی اوسیقدر واپس لیگا اسواسطے کہ حق برآمد ہونے سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ مشتری پر اُس مکان کا ثمن واجب نہین تہا لہذا ساڑہے دس ہزار روپیہ کی بیع اون اشرفیونسی باطل ہوگئی جسطرح ایک شخص کا دوسرے پر کچہ روپیہ آتا ہی اور قرضدار نے بعوض اُس روپیہ کے کچہ اشرفیاں قرضخواہ کے ہاتہ فروخت کردین پہر دونو باہم اسبات کی تصدیق کرلین کہ ہمارا تمہارا ...

۲۰۳، ومن حيلة ابطال الشفعة ان يقول المشتري للشفيع اني اشتريت الدار من فلان بكذا انا ابيعها منك فاشتر ويقول زدني في الثمن كذا وخذ او يقول عاوضها الى بدار اخرى او يقول اني اوليكها فان احببت ان اوليكها بالثمن الذي اشتريتها وليتكها فقال الشفيع توليتها فانه يبطل الشفعة۔

۲۰۳، ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری شفیع سے یہ بات کہی کہ مینے فلان مکان فلان شخص سے اسقدر روپیہ کو خریدا ہے اور تیرے ہاتہ فروخت کرتا ہون تو خریدلے یا کہے اسقدر ثمن بڑہا کر تو مجھسے لیلے یا یہ کہے کہ اسکے بدلے مین دوسرا مکان مجکو دیدے یا یہ کہے کہ تیرے ہاتہ مین اوس مکان کا تولیہ کرتا ہون اگر تیری مرضی ہو تو جسقدر ثمن سے مین نے لیا ہی اوسیقدر سے تیرے ہاتہ فروخت کرتا ہون اور شفیع نے اوس کو قبول کرلیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا۔

۲۰۴، وكذا لو بعث المشتري الى الشفيع رجلا يقول للشفيع ذلك فقال الرجل المبعوث للشفيع ان فلانا اشترى هذه الدار بكذا وهو يقول المشتري ان احببت ان اوليكها بما اشتريتها به وليتكها فقال الشفيع نعم وليتها فانه تبطل الشفعة۔

۲۰۴، اگر مشتری نے شفیع کے پاس کسی شخص کی معرفت پیغام بہیجا اوس شخص نے جاکر شفیع سے یہ بات کہی کہ فلان شخص نے اس مکان کو اسقدر روپیہ سے خریدا ہے اور وہ یہ کہتا ہی کہ اگر تیری مرضی ہو تو اسی قدر روپیے مین تجکو یہ مکان دیدونگا اور شفیع نے تولیت کو منظور کرلیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا

۲۰۵، ولو بعث المشتري الى الشفيع رجلا فقال للشفيع قد كنت اشتريتها من فلان يعني البائع هذه الدار

۲۰۵، اگر مشتری نے شفیع کے پاس کسی شخص کو بہیجا اور اس شخص نے جاکر شفیع سے کہا کہ مین فلان شخص یعنی بائع سے اس مکان کو خریدچکا ہون ... اور شفیع نے کہا کہ ہان

قبل شراء هذا الرجل فقال الشفيع نعم بطلت الشفعة لان الشفيع اقر ان شراء هذا المشتري لم يصح فلم يثبت به الشفعة وكذا لو قال ذلك الرجل للشفيع هذه الدار لك ولم يكن لفلان البائع فقال الشفيع نعم بطلت شفعته لانه لما ادعى الملك لنفسه فقد اقر بانه لا شفعة له۔

تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ شفیع نے اقرار کر لیا کہ اس مشتری کا خریدنا صحیح نہیں ہے اور جب خریدنا صحیح نہوا تو شفعہ بھی ثابت نہوگا اسیطرح اگر اس شخص نے شفیع کے پاس آکر کہا یہ مکان تیرا ہے اور فلان [illegible] کا نہیں ہے اور شفیع نے کہا ہاں ٹھیک تو شفعہ باطل ہو جائیگا اس لیے کہ جب شفیع نے اپنے واسطے ملکیت کا دعوی کیا تو گویا اس بات کا اقرار کر لیا کہ میرا شفعہ نہیں ہے۔

* * * * *

(٢٠٦) ولو قال المشتري للشفيع اني اشتريت هذه الدار بمائة دينار فان احببت ان احط لك من ثمنها عشرة دينار فقال نعم بطلت شفعته قالوا انما يبطل شفعته في هذه الصورة اذا قال احط عنك من ثمنها عشرة دنانير وابيعها منك بتسعين دينارا اما بدون هذه الزيادة لا يبطل شفعته۔

(٢٠٦) اگر مشتری نے شفیع سے کہا یہ مکان سو اشرفی کو مین نے خریدا ہے اگر تیری مرضی ہو تو دس اشرفیان تیرے واسطے کم کردون اور شفیع نے کہا اچھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا فقہا کا قول ہے کہ صورت مذکورہ مین شفعہ اوسوقت باطل ہوتا ہے کہ جب مشتری شفیع سے یہ لفظ کہے کہ اوسکے زرثمن مین سے تجھسے دس اشرفیان کم کرتا ہون اور نوے اشرفیون کو تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہون اور اگر یہ لفظ نہین بڑھایا تو شفعہ باطل نہوگا۔

* * * * *

(٢٠٧) ولو اشترى دارا وطلب الشفيع الشفعة فصالح المشتري من ذلك على بيت معين من الدار يدفعه اليه بحصته من الثمن ذكرنا انه لا يجوز لان حصته من الثمن ليست بمعلوم فان اراد ان يسلم البيت الى الشفيع ويبقى

(٢٠٧) اگر ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے اوسمین شفعہ طلب کیا اور مشتری نے شفیع سے اس بات پر فیصلہ کر لیا کہ اس مکان مین سے فلان کوٹھری مین تجھکو دیتا ہون جسقدر زرثمن اوسکے حصہ مین آوے تو مجھکو ادا کر دے تو ہمارے نزدیک یہ فیصلہ ناجائز ہے اسلیے کہ ثمن کا حصہ غیر معلوم ہے پس اگر مشتری کو

ما بقي من الدار للمشتري يشتري رجل اجنبي هذا البيت للشفيع بامره ثم ان الشفيع يسلم الشفعة فيما بقي من الدار فيحصل الغرض لكل واحد منهما يسلم البيت للشفيع ويثبت الدار للمشتري۔

منظور ہو یہ کوٹھری شفیع کو دیدون اور باقی مکان اپنے پاس رکھون تو اوس کی یہ تدبیر ہے کہ شفیع کی اجازت سے ایک اجنبی شخص اس کوٹھری کو شفیع کے لیے خریدے بعد ازان باقی مکان مین یہ شفیع شفعہ کو چھوڑ دے تو ہر ایک کا مقصود حاصل ہو جائیگا یعنے وہ کوٹھری شفیع کو مل جائیگی اور باقی مکان مشتری کا رہیگا۔

(۲۰۸) اذا مات الشفيع بعد ما قضى القاضي له بالشفعة قبل ان يقبض الدار وقبل ان ينقد الثمن كانت الدار لورثة الشفيع لان قضاء القاضي بالشفعة بمنزلة البيع۔

(۲۰۸) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا مگر شفیع مکان پر قبضہ کرنے اور ثمن ادا کرنے سے پہلے مرگیا تو یہ مکان شفیع کے وارثون کو مل جائیگا اسلیے کہ قاضی کا حکم دینا بمنزلہ بیع کے ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

(۲۰۹) ولو مات الشفيع بعد ما اشترى الدار كانت ميراثا لورثته۔

(۲۰۹) اگر شفیع مکان خریدکر مرگیا تو اوسکے وارث مکان کے مالک ہونگے۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۲۱۰) ولو قضى القاضي بالشفعة للشفيع وطلب المشتري من الشفيع ان يرد الدار على المشتري بزيادة في الثمن والزيادة من جنس الثمن او من غير جنسه يصير الدار للمشتري بالثمن الاول ويبطل الزيادة لان رد الدار على المشتري يكون بمنزلة الاقالة والاقالة انما تكون بالثمن الاول ولا يصح فيها الزيادة۔

(۲۱۰) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا اور مشتری نے شفیع سے اسبات کی درخواست کی کہ تو اسقدر زیادہ ثمن لیکر مکان مجھے واپس کردے اور شفیع نے واپس کردیا تو پہلے ہی ثمن سے وہ مکان مشتری کا ہوجائیگا اور زیادتی باطل ہو جائیگی خواہ وہ زیادتی جنس ثمن سے ہو یا غیر جنس سے اسواسطے کہ وہ مکان مشتری کو پھیردینا اقالہ کے حکم مین ہے اور اقالہ پہلے ہی ثمن سے ہوتا ہے اوس مین زیادتی درست نہین ہوتی۔

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

(۲۱۱) وكذا لو طلب المشتري من الشفيع بعد ما قضى القاضي له بالشفعة ان يرد الدار على البائع بزيادة في الثمن ففعل كانت اقالة لا اقالة كما تكون بين البائع والمشتري تتحقق بين البائع والشفيع لان الشفيع بعد ما قضى القاضي له قائم مقام المشتري ويصير المشتري كالوكيل للشفيع فيصح اقالة الشفيع مع البائع ويكون له حق الحبس الى ان يستوفي الثمن۔

(۲۱۱) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا بعد ازاں مشتری نے شفیع سے درخواست کی کہ اسقدر ثمن بڑھا کر یہ مکان تو بائع کو واپس کردے اوسنے واپس کردیا تو ثمن کی زیادتی باطل ہوجائیگی اور یہ واپس کرنا اقالہ ہوگا اور اقالہ جسطرح بائع اور مشتری میں ہوتا ہے بائع اور شفیع میں بھی ہوسکتا ہے اس لیے کہ قاضی نے جب شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو شفیع مشتری کے قائم مقام ہوگیا اور مشتری اوس شفیع کے لیے گویا وکیل ہوگیا لہذا شفیع کا اقالہ بائع کے ساتھ صحیح ہوا اور جب تک ثمن نہ لے لے مبیع کو روک سکتا ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۲۱۲) ذكر محمد رح في الاصل الحيلة في اسقاط الشفعة ولم يذكر الكراهية قالوا على قول ابي يوسف رحمه الله لا يكره وعلى قول محمد رح يكره وهذا بمنزلة الحيلة لمنع وجوب الزكوة ومنع الاستبراء على قول ابي يوسف رح لا يكره۔

(۲۱۲) محمد رح نے مبسوط میں اسقاط شفعہ کا حیلہ بیان کیا ہے اور اوسکی کراہت کا ذکر نہیں کیا مگر فقہا کہتے ہیں کہ ابو یوسف رح کے نزدیک حیلہ کرنا مکروہ نہیں ہے اور محمد رح کے نزدیک مکروہ ہے اور اسکا حکم ایسا ہے جسطرح کوئی شخص زکوۃ لازم نہونے کے لیے یا استبرا واجب نہونے کے لیے حیلہ کرے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک حیلہ کرنا مکروہ نہیں ہے۔

(۲۱۳) وقال بعض مشائخنا رح يكره الاحتيال لاسقاط الشفعة بعد الوجوب لانه احتيال لابطال حق واجب وقبل الوجوب ان كان الجار فاسقا يتاذى منه لا باس به

(۲۱۳) ہمارے بعض مشائخ کا قول ہے وجوب شفعہ کے بعد اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ اوس میں ایسے حق کا باطل کرنا ہے جو واجب ہوچکا ہے اور اگر ہنوز شفعہ باطل نہیں ہوا اور جار ایک فاسق اور موذی شخص ہے تو حیلہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

(۲۱۴) وقال الشيخ الامام شمس الائمة السرخسي رح لا باس

(۲۱۴) شیخ شمس الائمہ سرخسی رح کا قول ہے کسی صورت میں ابطال حق شفعہ کے لیے حیلہ کرنا برا نہیں ہے وجوب شفعہ سے

بالاحتیال لابطال حق الشفعة علی کل حال اما قبل وجوب الشفعة لاشك کما لو ترك اکتساب المال لمنع وجوب الزکوة و بعد وجوب الشفعة لا یکرہ الاحتیال ایضا لانہ احتیال لدفع الضرر عن نفسہ لا للاضرار بالغیر فظاھر ما ذکرنا دلیل علی ھذا۔

پہلے تو ظاہر ہی ہے جسطرح کوئی شخص وجوب زکوۃ کے خوف سے مال حاصل کرنا چھوڑ دے اور وجوب شفعہ کے بعد بھی حیلہ کرنا برا نہیں ہے اسلیے کہ اوسکو اپنی ذات سے ضرر کا دور کرنا مقصود ہے دوسرے کی ضرر رسانی مقصود نہیں ہے اور یہ بات ہمارے ظاہری بیان سے ثابت ہوتی ہے۔

تمام شد

هذا كتاب في بيان احكام الشفعة

بسم الله الرحمٰن الرحيم

(١) وهي في اللغة من الشفع وهو الضم ضد الوتر من شفع الرجل اذا كان فردا فصار له ثان والشفيع يضمنا يضم المأخوذ الى ملكه فلذلك سمي شفعة۔

(٢) وفي الشرع هي اي الشفعة تمليك البقعة جبرا اي من حيث الجبر على المشتري بما اي بالذي اي بالثمن الذي قام عليه اي على المشتري۔

(٣) وقيل هي ضم بقعة مشتراة الى عقار الشفيع بسبب الشركة او الجوار وهذا احسن ۔

(١) شفعہ کا لفظ شفع سے ماخوذ ہے جو وصل کے معنے مین ہے اور وہ طاق کی ضد ہے اگر کوئی شخص تنہا ہو اور پھر اوسکے ساتھ دوسرا شخص ملجائے تو عرب کے لوگ کہتے ہین شفع الرجل یعنے ایک سے دو ہوگئے چونکہ شفعہ کے اندر بھی شفیع جایداد مشفوعہ کو اپنے مالک کے ساتھ ملا لیتا ہے اسواسطے اوسکا نام شفعہ رکھدیا گیا ہے۔

(٢) شرع مین مشتری سے جبرًا ایک قطعہ لے لینے اور جسقدر ثمن اوسکو دینا پڑتا اوسقدر ثمن کے ادا کردینے کا نام شفعہ ہے۔

\+ + + + + +

(٣) بعض نے شفعہ کے معنے یہ بیان کیے ہین کہ بسبب شرکت یا جوار کے ایک فروخت شدہ قطعہ کا شفیع کے جایداد مین شامل کردینا اور یہ تفسیر نہایت عمدہ ہے۔

(۴) وتجب الشفعة والمراد من الوجوب الثبوت للخليط وهو الشريك الذي لم يقاسم في نفس المبيع وهذا بالاجماع لما روى جابر رض ان النبي صلعم قضى الشفعة في كل شركة لم تقسم ربعة او حائط لا يحل له ان يبيع حتى يؤذن شريكه فان شاء اخذ وان شاء ترك وان باعه ولم يؤذن به فهو احق به رواه مسلم وابوداود والنسائي-

(۴) اولاً شفعہ اوس شخص کو واجب یعنے ثابت ہوتا ہے جو خاص مبیع کے اندر شریک ہے اور شرکا نے باہم تقسیم حصص نہین کی ہے- اس مسئلے کے اوپر تمام ائمہ رحمہم اللہ کا اتفاق ہے اسلیے کہ جابر رض روایت کرتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر شرکت غیر منقسم شدہ مین شفعہ کا حکم دیا ہے خواہ کوئی مکان ہو یا باغ ہو کہ کسی شریک کو بلا اذن اپنے شریک کے اوس مشترک کی بیع کرنا روا نہین ہے خواہ وہ لے خواہ ترک کردے اور اگر بلا اجازت فروخت کرڈالے تو اور دن پر وہ مقدم ہے مسلم اور ابو داود اور نسائی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے-

* * * * *

(۵) ثم تجب للخليط في حق المبيع وهو الذي قاسم وبقيت له شركة في حق العقار كالشرب بكسر الشين والطريق بشرط ان يكونا خاصين وهو ان يكون النهر لا تجري فيه السفن والطريق الذي لا ينفذ اشار اليه بقوله ان كان اي كل واحد من الشرب والطريق خاصا حتى اذا كانا عامين لم يستحق بهما الشفعة

(۵) شریک فی نفس المبیع کے بعد اوس شخص کو حق شفعہ ہے جو حق مبیع مین شریک ہے اور یہ وہ شخص ہے جو اپنا حصہ تقسیم کرلے مگر اوس جایداد کے حق مین اوس کی شرکت باقی ہو مثلا پانی پینے کا حق یا راستہ چلنے کا حق مگر یہ شرط ہے کہ یہ شرب خاص اور طریق خاص ہو شرب خاص سے اسقدر چھوٹی نہر مراد ہے کہ اوسمین کشتی نہ چلسکے اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سر بستہ ہو اور اگر اوس نہر مین کشتی چلسکتی ہے اور راستہ سربستہ نہین ہے بلکہ چلتا ہوا ہے تو اوس کی وجہ سے استحقاق شفعہ کا نہین ہوتا-

(۶) وقال الشارح والشرب الخاص عند ابي حنيفة ومحمد ان يكون نهرا صغيرا لا تجري فيه السفن وان كان كبيرا تجري فيه السفن فليس بخاص فاذا بيع ارض من الاراضي التي تسقى منها لا يستحق اهل النهر

(۶) شیخ فخر الدین زیلعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کی نزدیک شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہے جسمین کشتی نہ چل سکے اور اگر بڑی نہر ہو جسمین کشتی چل سکے تو وہ شرب خاص نہین ہے اور اس نہر سے جن اراضیات کی آبپاشی ہوتی ہے اون اراضیات مین سے کوئی زمین فروخت ہو تو نہر والے شفعہ کے مستحق نہین ہوسکے اور جار کو اون پر تقدم ہے بخلاف

الشفعة بسببه والجار احق منهم بخلاف النهر الصغير وقيل اذا كان اهله لا يحصون فهو كبير وان كانوا يحصون فهو صغير وعليه عامة المشائخ لكن اختلفوا في حد ما يحصى وما لا يحصى فبعضهم قدر ما لا يحصى بخمسمائة وبعضهم بخمسين وبعضهم باربعين وعن ابي يوسف الخاص ان يكون نهرا يسقي منه قراحان او ثلاثة وما زاد على ذلك فهو عام وقيل هو مفوض الى راي المجتهدين في كل عصر وزمان فان راوهم كثيرا كانوا كثيرا وان راوهم قليلا كانوا قليلا وهو اشبه الاقاويل۔

چھوٹی نہر کے۔ اور بعض کے نزدیک اگر نہر والے محدود لوگ ہین تب تو وہ نہر صغیر ہے اور اگر بیشمار ہین تو وہ نہر کبیر ہے عامہ مشائخ کا قول یہی ہے مگر محدود اور غیر محدود کے حد مین اختلاف ہے بعض نے غیر محدود کی حد پانسو اور بعض نے پچاس بعض نے چالیس بیان کی ہے اور ابو یوسف رح سے مروی ہے شرب خاص سے اتنی بڑی نہر مراد ہے جس سے صرف دو تین باغ کی آبپاشی ہو سکے اور اس سے زیادہ شرب عام ہے۔ بعض کہتے ہین محدود اور غیر محدود ہونے کا مدار اوس زمانہ کے مجتہدین کے راے پر ہے اگر وہ اون لوگون کو بہت سمجہین تو بہت ہین اور تہوڑے سمجہین تو وہ تہوڑے ہین اور یہ قول سب اقوال مین قرین قیاس ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+

(۷) ثم يجب الشفعة بعد ذلك للجار الملاصق وهو الذي داره على ظهر الدار المشفوعة وبابه في سكة اخرى۔

(۷) شریک فی حق المبیع کے بعد جار ملاصق کو استحقاق شفعہ ہے اور یہ وہ شخص ہے جسکا گہر بائع کے گہر کی پشت پر واقع ہے اور اوسکا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۸) وقال الشافعي لا شفعة بالجوار لقول جابر رض انه عم قضى بالشفعة في كل مال لم يقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة رواه البخاري وبه قال مالك واحمد

(۸) شافعی رح کے نزدیک جوار کی وجہ سے شفعہ کا استحقاق ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ جابر رض فرماتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال مین شفعہ کا حکم دیا ہے اور حدود پڑجانے اور راستے علیحدہ ہو جانے کے بعد شفعہ نہین ہے بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے مالک اور احمد

(۹) ولنا قوله عم جار الدار احق من غيره رواه احمد وابوداود

(۹) حنفیہ کی دلیل یہ حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے گہر کے پاس رہنے والا اورون پر مقدم ہے

والترمذی وصححه وقوله علیه السلام الجار احق بسقبه ما کان رواه احمد والنسائی وابن ماجة ویروی بصقبه وکلاهما بمعنی واحد وهو القریب وقد روی هذا التفسیر مرفوعا اثبت النبی صلعم حین سئل من الشفعة فقال الشفعة للجار لصلة قربه فیستحق الشفعة وحدیث جابر معناه انها لا تجب للجار بقسمة الشرکاء لانهم احق منه وحقه متاخر من حقهم وبذلك یحصل التوفیق بین الاحادیث۔

احمد اور ابو داؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمسایہ اپنے قرب کی وجہ سے چاہے کچھ ہو زیادہ تر مستحق ہے (اصل حدیث میں صقب یا سقب کا لفظ آیا ہے مگر یہ بات مرفوعًا مروی ہے کہ اس سے قرب مراد ہے) اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بوجہ قرب کے ہمسایہ کے لیے شفعہ ثابت کر دیا تو وہ لامحالہ شفعہ کا مستحق ہوگا اور جابر رض نے جو حدیث روایت کی ہے اوسکے یہ معنے ہیں کہ اگر شریک لوگ باہم اپنے حصے تقسیم کریں تو جار کو ان صورتیں استحقاق شفعہ کا نہیں ہے اسواسطے کہ اونکو جار پر اولویت اور تقدم ہے اور جار کا حق اونکے بعد ثابت ہوتا ہے پس ان احادیث میں کچھ منافات نہیں ہے۔

* * * * * *

(۱۰) وواضع الجذوع علی الحائط ای علی حائط الدار بان کان له حق الوضع والشریك فی خشبة موضوعة علی الحائط وواضع الجذوع علی الحائط جار فلا یستحق الشفعة الا بعد الشریك فی نفس المبیع والشریك فی حق المبیع لان الشرکة المعتبرة هی الشرکة فی العقار لا فی المنقول والخشبة منقولة وبوضع الجذوع علی الحائط لا یصیر شریکا فی الدار وکذا بالشرکة فی الجذوع لا یکون شریکا فیها لکنه جار ملاصق لوجود اتصال بقعة احدهما ببقعة الاخر

(۱۰) اگر ایک شخص کی کڑیاں دوسری کے دیوار پر رکھی ہوئی ہیں اور بجز اس کے کہ وہ کڑیوں کو دیوار پر رکھ سکے اور اوسکا کوئی حق دیوار میں نہیں ہے تو یہ کڑیوں والا شریک نہ سمجھا جائیگا بلکہ وہ جار سمجھا جائیگا اسیطرح اگر ایک شخص کی شرکت صرف کڑیوں میں ہے جو ایک دیوار پر رکھی ہوئی ہیں اور دیوار میں شرکت نہیں ہے تو یہ شخص جار سمجھا جائیگا لہذا یہ دونوں شخص جار ہونے کی وجہ سے شریک فی نفس المبیع اور شریک فی حق المبیع کے بعد شفعہ کے مجاز ہونگے اسواسطے کہ شفعہ کے اندر جس شرکت کا اعتبار ہے اوس سے وہ شرکت مقصود ہے جو عقار کے اندر ہو اور کڑی منقولات میں سے ہے۔ اور کسی کی دیوار پر کڑیاں رکھنے سے کڑیوں والا مکان میں شریک نہیں ہوجاتا کیونکہ کڑیوں کے اندر شریک ہونے سے وہ مکان میں شریک نہیں ہوسکتا بلکہ اتصال مکانیت کی وجہ سے یہ شخص دوسرے کا جار ملاصق ہوگا

يستحق الآخر الشفعة على انه جار ملاصق ولا يترجح بذلك على غيره من الجيران -

اور دوسرے ہمسایوں پر اس خاص وجہ سے اوسکو تقدم نہو جائیگا -

+ + + +

(۱۱) وكذا اذا كان لبعض الجيران شريكا فى الجدار لا يقدم على غيره من الجيران لان الشركة فى البناء المجرد بدون الارض لا يستحق بها الشفعة ولو كان البناء والمكان الذى عليه البناء مشتركا بينهما كان هو اولى من غيره من الجيران -

(۱۱) اسیطرح اگر ایک جار مکان میں کی صرف دیوار میں شریک ہو تو اوسکو دوسرے ہمسایوں پر تقدم نہوگا اسلیے کہ صرف عمارت میں اگر ایک شخص شریک ہو اور عمارت کی زمین میں شریک نہو تو اس شرکت سے وہ شفعہ کا مستحق نہیں ہوتا ہو البتہ اگر عمارت میں بھی دونوں شریک ہیں اور اوس عمارت کی زمین میں بھی شریک ہیں تو اور ہمسایوں پر اس شریک کو تقدم ہوتا ہے -

(۱۲) وقال الكرخى فى مختصره الشفعة تستحق عند اصحابنا جميعا بثلاثة معان آالشركة فيما وقع عليه عقد البيع آو بالشركة فى حقوق ذلك آو بالجوار الاقرب فالاقرب وتفسير ذلك دار بين قوم فيها منازل لهم فيها شركة بين بعضهم وفيها ما هى مفردة لبعضهم وساحة الدار مرفوعة بينهم يتطرقون من منازلهم فيها وباب الدار التى فيها المنازل فى زقاق غير نافذ فباع بعض الشركاء فى المنزل نصيبه من شريكه او من رجل جنبى بحقوقه من التطرق فى الساحة فالشريك فى المنزل احق بالشفعة من الشريك فى الساحة

(۱۲) کرخی رح نے اپنے مختصر میں بیان کیا ہو ہمارے تمام فقہاء کے نزدیک شفعہ کا استحقاق تین وجہ سے ہوا کرتا ہو ایک تو خود اوس مبیع میں شریک ہونیکی وجہ سے دوسرے اوس مبیع کے حقوق میں شریک ہونے سے تیسری جوار کی وجہ سے الاقرب فالاقرب اور اوس کے صورت یہ ہو کہ مثلاً چند لوگوں کا ایک احاطہ ہو اس احاطہ میں انہیں شخصوں کے متعدد کمرے ہیں مگر بعض کمرے ایسے ہیں جنکا مالک بلاشرکت غیری ایک ایک شخص ہو اور بعض ایسے ہیں جنمیں کئی کئی شخص شریک ہیں اور احاطہ کے صحن میں سب شریک ہیں اور اپنے اپنے کمروں سے نکلکر اس صحن میں سب اوٹھتے بیٹھتے ہیں اور اس احاطہ کا دروازہ کوچہ سربستہ کی طرف کو ہو اب ایک شخص نے جو کمرے کے اندر شریک ہو اپنا حصہ خواہ کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو سب لوگوں پر حق شفعہ کے اندر اوس شخص کو تقدم ہوگا جو اس بائع کے ساتھ کمرے میں شریک ہو اگر اس شریک نے شفعہ چھوڑ دیا تو وہ لوگ

ومن الشريك في الزقاق الذي فيه باب الدار فان سلم الشريك في المنزل الشفعة فالشريك في الساحة احق بالشفعة وان سلم الشريك في الساحة فالشريك في الزقاق الذي لا منفذ له الذي يشرع فيه باب الدار احق بعده لا بالشفعة من الجار الملاصق وجميع اهل الزقاق الذي طريقهم فيه شركاء في الشفعة من كان في ادناه واقصاه في ذلك سواء فان سلم الشركاء الشفعة في الزقاق فالجار الملاصق ممن لا طريق له في الزقاق بعد هؤلاء احق وليس لغير الملاصق من الجيران شفعة ممن لا طريق له في الزقاق انتهى ۔

شفعه کرینگے مجاز ہونگے جو صحن مین شریک ہین اگر انہون نے بھی شفعه چھوڑ دیا تو اوسوقت کوچه والون کو حق شفعه ہوگا اور تمام کوچه والے برابر برابر شفعه مین شریک ہونگے یعنے جو لوگ کوچه کے شروع مین رہتے ہین اور جو کوچه کے انتہا پر رہتے ہین سب برابر کے شریک ہونگے اگر یه لوگ بھی شفعه چھوڑ دینگے تو اوسوقت جار ملاصق کو شفعه ہوگا جسکا راسته اس کوچه مین ہو کر نہین ہے اور اگر جار ملاصق نہین ہے اور اس کوچه کی طرف کوئی اوس کا راسته نہین ہے تو اوس کو بالکل استحقاق شفعه نہین ہوتا ۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(٣٣) وكلمة على في قوله على عدد الرؤس تتعلق بقوله تجب الشفعة للخليط اي تجب الشفعة على عدد الرؤس وقال الشافعي على قدر سهامهم وبه قال مالك واحمد كما اذا كانت دار بين ثلاثة لاحدهم نصفها وللاخر سدسها وللاخر ثلثها فباع صاحب السدس سدسه فطلبا الدار بالشفعة فانها تقسم بينهما انصافا عندنا اثلاثا عندهم لصاحب النصف والخمسان لصاحب الثلث لان الشفعة من

(٣٣) حنفیه کے نزدیک جتنے شریک ہونگے شفعه کے اندر سب برابر ہونگے اور شافعی رح فرماتے ہین جسقدر جس کا حصه ہوگا اوسیقدر اوسکو حق شفعه ہوگا مالک اور احمد رحمه الله بھی اسی کے قائل ہین مثلا ایک مکان مین زید اور عمر و اور خالد شریک ہین جنہین سے زید آدھے کا اور عمرو چھٹے حصه کا اور خالد ثلث کا شریک ہی اب عمرو نے اپنا حصه فروخت کیا اور ان دونون نے شفعه کا دعوی کیا تو اوسکے پانچ حصے کرکے زید کو تین حصے اور خالد کو دو حصے دئے جائینگے اسواسطے که شفعه ملک کے توابع مین سے ہے لہذا جسقدر جسکی ملک ہوگی اوسیقدر اوسکا حق ہوگا جسطرح منافع کی صورتین تفصیل ہیں

مما فوق الملك فاشبه الربح ولنا ان العلة اتصال الملك وقليله فى ذلك ككثيره فيكون ما باع صاحب السدس بينهما نصفان -

یہ ہی کہ شفعہ کی علت صرف اتصال ملکیت ہی اور اسبات مین ملکیت قلیل اور ملکیت کثیر دونون برابر ہین لہذا صورت مذکورہ مین زید اور عمرو کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا -

(١٤) والباء فى قوله بالبيع تتعلق بقوله تجب ايضا اشار به الى ان سبب وجوب الشفعة البيع اعنى بيع الدار المشفوعة هكذا قال بعضهم والصحيح ان السبب هو اتصال الاملاك على اللزوم والبيع شرط فحينئذ يكون التقدير تجب الشفعة بعقد البيع اى بعد وجوده -

(١٤) بعض کا قول تو یہی ہے کہ شفعہ بیع کے سبب ثابت ہوتا ہی اور مصنف کے کلام سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہی مگر قول صحیح یہ ہی کہ لازمی طور پر اتصال ملکیت کا ہونا شفعہ کا سبب ہی اور بیع اوسکے لیے شرط ہی لہذا مصنف نے جو بالبیع کا لفظ کہا ہی اوس مین عقد کا لفظ مقدر مانکر یہ معنے کرنے چاہیین کہ بیع ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے -

(١٥) والمراد بالبيع الصحيح فان البيع الفاسد لا تجب فيه الشفعة لانه قبل القبض لا يفيد الملك وبعده مستحق للفسخ فايجابها تقرير الفساد فلا يجوز الا اذا سقط الفسخ وجبت لزوال المانع

(١٥) ثبوت شفعہ کے لیے بیع کا صحیح ہونا شرط ہی بیع فاسد کی صورت مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ بیع فاسد قبل از قبض مفید ملک کے نہین ہوتی اور بعد از قبض بھی وہ فسخ ہونیکے قابل ہوتی ہی پس اگر اوس مین بوجہ شفعہ کا حکم دیا جائے تو اوس فساد کا برقرار رکھنا لازم آئیگا اور یہ بات ناروا ہی مگر جس صورت مین کہ فسخ کا اختیار جاتا رہے تو البتہ شفعہ ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ اب شفعہ کا مانع جاتا رہا

(١٦) وفيه قيد آخر وهو ان يكون خاليا عن خيار البائع لانه يمنع خروج المبيع عن ملكه حتى لو اسقطه وجبت وخيار المشترى غير مانع لانه لا يمنع خروج المبيع عن ملك البائع وكذلك خيار الرؤية والعيب لا يمنعان -

(١٦) بیع کے اندر علاوہ صحیح ہونیکے ثبوت شفعہ کے لیے ایک شرط یہ بھی ہی کہ اوس مین بائع کا اختیار شرط نہ کیا گیا ہو کہ اوسکے وجہ سے مبیع بائع کے ملک سے خارج نہوگا اور اگر بائع نے اوس اختیار کو ساقط کر دیا تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہی تو کچھ مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ اس صورت مین مبیع بائع کے ملک سے [illegible] نہین ہوتا خیار رویت اور خیار عیب کا بھی یہی حال ہے -

(١٧) وتستحق الشفعة بالاشهاد

(١٧) شفعہ کا استحکام طلب اشہاد سے ہوتا ہی اسواسطے

لانها حق ضعيف فلابد من طلب المواثبة والاشهاد على الطلب۔

کہ شفعہ ایک حق ضعیف ہے لہذا طلب مواثبت کرنا اور پھر اوس طلب پر گواہ کرنا ضرور ہے۔

(۱۸) وتملك الشفعة بالاخذ اى باخذ الدار المشفوعة بالتراضى بان سلمها المشترى برضاه او بقضاء القاضى من غير اخذ لانها ملك فلا يتم الا جاذ کرنا۔

(۱۸) مکان یا زمین مشفوعہ کا شفیع اوسوقت مالک ہوتا ہے کہ یا تو مدعی علیہ خود اپنی خوشی سے وہ مکان یا زمین اوس کو دیدے یا قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدے چاہے ابھی اوسکا قبضہ نہوا ہو اسواسطے کہ جب وہ شی مشتری کے ملک میں داخل ہے تو بغیر ان دو باتوں کے اوسکی ملکیت سے منتقل ہو کر دوسرے کے ملک میں داخل نہیں ہو سکتی

(۱۹) وفائدته انه اذا مات الشفيع بعد الطلبين قبل التسليم او الحكم لا يورث عنه ولو باع داره التى يستحق بها الشفعة بطلت شفعته ولو بيعت دار بجنبها لا يستحقها بالشفعة لعدم ملكه فيها۔

(۱۹) صورت مذکورہ بالا کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض شفیع طلب ثبوت اور اشہاد کے بعد قبل از قبضہ و قبل از حکم قاضی مر گیا تو اوسکے وارث اوس جایداد کے مالک نہونگے یا اوسنے اپنے مکان کو جسکے ذریعہ شفعہ کرتا تھا فروخت کر ڈالا تو شفعہ باطل ہو جائیگا یا اگر مکان مشفوعہ کے قریب کوئی مکان اور فروخت ہوا تو شفیع اوس دوسرے مکان میں شفعہ کا دعوی نہ کرسکیگا اسواسطے کہ وہ مکان اوسکی ملک میں ہنوز داخل نہیں ہوا ہے

هذا باب فى بيان احكام طلب الشفعة والخصومة فيها وبيان كيفية الطلب

طلب شفعہ کرنے اور اوسمیں چارہ جوئی کرنے کا بیان

(۲۰) فان علم الشفيع بالبيع اى ببيع الدار المشفوعة اشهد على نفسه على الفور من غير تاخير ولا سكوت فى مجلسه على الطلب لان سكوته بعد العلم يدل على رضاه بجوار الجار الحادث ومعاشرته فتبطل شفعته به۔

(۲۰) جسوقت شفیع کو معلوم ہو کہ فلان مکان فروخت ہو گیا فورًا اوسی جلسہ میں اپنے طلب شفعہ کرنے پر لوگونکو گواہ کرنا چاہیے اور تاخیر یا سکوت نکرنا چاہیے اسلیے کہ اگر بیع کا حال معلوم ہونے کے بعد اوس نے سکوت کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شفیع مشتری کے ہمسایگی اور اوس کے پاس رہنے سے راضی ہے لہذا اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

* * * * *

(۲۱) ولو اخبر بكتاب والشفعة فى اوله او وسطه فقرأ الكتاب الى اخره بطلت شفعته اذا كان ذلك بعد علم

(۲۱) اگر بذریعہ ایک خط کے شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اوس خط کے اول میں یا اوسکے وسط میں بیع کا بیان تھا اور وہ اخیر تک خط کو پڑھ گیا اگر شفعہ کو طلب نہیں کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا

ـتری والثمن.

۲۱) فان اخبر بحضرة الشهود اشهدهم
یه والا یطلب من غیر اشهاد لان
ن الطلب صحیح من غیر اشهاد

۲۲) ویشترط ان یکون متصلا بعلمه
لدعامة المشائخ وهو مروی عن محمد
نه ان له التامل الی اخر المجلس
ـیرة وبهذا اخذ الکرخی.

ولو قال الشفیع بعد ما علم البیع
د لله او لا حول ولا قوة الا بالله
لی العظیم او قال سبحان الله لا تبطل
ـته علی هذه الروایة.

وکذا لو قال من ابتاعها وبکم
ـتنا وکذا لو قال خلصنی الله تعالے

۲۴) ویصح الطلب بکل لفظ یفهم منه
ـب الشفعة فی الحال.

۲۵) ولا یجب علیه الطلب حتی یخبره بها رجلان غیر عدلین
واحد عدل عند ابی حنیفة او رجل
ـراتان وعندهما یجب علیه الاشهاد
اخبر واحد حرا کان او عبدا صغیرا
ن او کبیرا اذا کان الخبر حقا وان لم یطلب
ـت الشفعة

۲۶) ولو اخبره المشتری بنفسه
ب علیه الطلب بالاجماع کیفما کان
نه خصم فیه والعدالة غیر معتبرة

مشتری لیکن اخیر تک پر نفد سے پہلے اسکو شرط کی مقدار اور مشتری کا حال

(۲۳) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوتے وقت گواہ موجود ہیں
اوسوقت میں تو انکو گواہ کر دینا چاہیے ورنہ بغیر کسی گواہ کئے خود شفعہ کو
طلب کرنا چاہیے اسواسطے کہ یہ طلب بغیر گواہوں کے بھی صحیح ہو جاتی ہے

(۲۴) عامہ مشائخ کا مذہب تو یہی ہے کہ یہ طلب علم بیع کے
ساتھ معا ہونے چاہیے اور امام محمد رح سے بھی ایک روایت
یہی ہے دیگر دوسری روایت امام محمد رح سے یہ ہے کہ اخیر مجلس تک
شفیع کو فکر کر کے طلب کرنے کا اختیار ہے جسطرح خاوند عورت کو
طلاق کا اختیار دے تو اخیر مجلس تک عورت کو اختیار ہوتا ہے
کرخی رح نے اسی قول کو پسند کیا ہے اور اگر شفیع نے علم بالبیع کے بعد
الحمد للہ یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا سبحان اللہ کا لفظ
کہا تو اس روایت کے موافق اوسکا شفعہ باطل نہ ہوگا —
اسیطرح اگر یہ بات کہے کہ یہ مکان کسنے خریدا ہے یا کس قیمت کو فروخت
ہوا ہے یا یہ کہا کہ خدا تعالی نے مجھ کو بچا دیا تو شفعہ باطل نہ ہوگا

(۲۴) جس لفظ سے فی الحال طلب شفعہ سمجھی جاسکے خواہ وہ
کوئی لفظ ہو اوس سے طلب شفعہ کرنا صحیح ہوتا ہے۔

(۲۵) امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک طلب شفعہ کرنا اوسوقت
ضروری ہوتا ہے کہ ایک پرہیزگار مرد یا دو معمولی مرد یا دو
عورتیں اور ایک مرد شفیع سے بیع کا حال بیان کریں اور صاحبین
فرماتے ہیں فقط ایک شخص کے بیان کرنے سے شفیع کو طلب کرنا ضروری ہے
خواہ وہ خبر دینے والا حر ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ مگر یہ شرط ہے
کہ شفیع کے گمان میں وہ خبر صحیح ہو اگر اس صورت میں شفیع نے طلب شفعہ کیا

(۲۶) اگر خود مشتری نے شفیع سے بیع کا حال بیان کیا تو بالاتفاق
شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیے خواہ وہ مشتری کیسا ہی شخص کیوں نہ ہو اسواسطے
کہ مشتری اوسکا مدعی علیہ ہے اور مدعی مدعی علیہ کے اندر عادل ہونا

فی الخصوم۔

لحاظ نہین کیا جاتا ہے۔

(۲۷) ثم اشہد علی البائع لو کان المبیع فی یدہ او اشہد علی المشتری او اشہد عند العقار و ھذا طلب التقریر و ما ذکرنا طلب المواثبۃ۔

(۲۷) علم بالبیع کے بعد شفیع کے اوپر جو طلب شفعہ لازم ہوتی ہے اوسکو طلب مواثبت کہتے ہین اس طلب کے بعد شفیع کو چاہیے خواہ بائع کے سامنے لوگونکو گواہ کرے یا مشتری کے روبرو یا اوس مکان کے پاس جا کر مگر بائع کے روبرو اوسیوقت گواہ کر سکتا ہے

[illegible]

(۲۸) وکیفیتہ ان یقول ان فلانا باع ھذہ الدار و یذکر حدودھا الاربعۃ و انا شفیعھا و قد کنت طلبت شفعتھا و اطلبھا الآن فاشہدوا علی ذلک۔

(۲۸) طلب تقریر کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ شفیع یہ بات بیان کرے کہ فلان شخص نے فلان مکان کو فروخت کیا ہے کہ جسکے حدود اربعہ یہ ہین اور مین اوسکا شفیع ہون اور طلب شفعہ کر چکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ میرے لیے اسبات پر گواہ رہو۔

(۲۹) و مدۃ ھذا الطلب مقدرۃ بتمکنہ من الاشہاد مع القدرۃ علی احد ھؤلاء الثلاثۃ حتی لو تمکن و لم یطلب الشفعۃ بطلت شفعتہ۔

(۲۹) طلب تقریر کی مدت کچھ معین نہین ہے بلکہ اوسکا تعین یہ ہے کہ جتنے عرصہ مین شفیع ان تینون مین سے کسی کے پاس پہونچ کر لوگونکو گواہ کر سکے اگر باوجود اسقدر مہلت ملنے کے اوسنے طلب تقریر نہین کی تو شفعہ باطل ہو گیا۔

(۳۰) و ان قصد الابعد من ھذہ الثلاثۃ و ترک الاقرب فان کانوا جمیعا فی مصرہ جاز استحسانا و ان کان بعضھم فی مصرہ و البعض الآخر فی مصر آخر او فی الرستاق فقصد الابعد و ترک الذی فی مصرہ بطلت شفعتہ

(۳۰) اگر ان تینون مین سے قریب کو چھوڑ کر شفیع نے بعید کے پاس جا کر گواہ کیا تو اوسمین دو صورتین ہین اگر یہ تینون یعنے بائع اور مشتری اور مکان سب اوسیکے شہر مین ہین تب تو استحسان کے طور پر اوسکی صحت کا حکم دیا جائیگا اور اگر مکان مثلاً اوسیکے شہر مین ہے مگر بائع اور مشتری کسی دوسرے

[illegible]

(۳۱) و ان اشہد عند طلب المواثبۃ علی البائع بان کان حاضرا او علی المشتری او عند العقار یکفیہ ذلک و یقوم مقام الطلبین ذکرہ شیخ الاسلام۔

(۳۱) اگر طلب مواثبت کی وقت ہی شفیع نے بائع یا مشتری کے روبرو یا مکان کے پاس جا کر لوگونکو گواہ کر دیا تو شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ یہ اوسکے کافی ہوگا اور دونون طلبون کے قائم مقام ہو جائیگا یعنے اب اسکو طلب تقریر کی ضرورت نہ رہیگی۔

(۳۲) و بقی طلب ثالث و ھو طلب الاخذ و التملک اشار الیہ بقولہ ثم لا تسقط الشفعۃ بالتاخیر

(۳۲) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد شفیع کو طلب تملک کرنا چاہیے مگر صاحبین رح کا قول ہے کہ اگر اس طلب مین

ای بتاخیر طلب الاخذ بعد ما استقرت
شفعته بالاشهاد عندهما وعن محمد انه
ان اخّر هذا الطلب الی شهر من غیر
عذر بطلت الشفعة وبه قال زفر
وهو روایة عن ابی یوسف وفی العیون
بعضنا افتی به وعنه انه قدّره بثلاثة ایام
(۳۳) عن ابی یوسف اذا ترك المحاكمة
لموافعة الی القاضی فی زمان تقدر
ی ذلك بطلت الشفعة۔

(۳۴) وعند الشافعی فی الجدید واحمد فی روایة تبطل
تاخیره ولو بلا عذر۔

(۳۵) وعند مالك تبطل بمضی سنة

(۳۶) والفتوی علی قول ابی حنیفة انها
تبطل ابدا حتی یسقطها بلسانه
ن الحق قد ثبت بالطلب فلا یبطل بالتاخیر
ائر الحقوق۔

(۳۷) ولو كان التاخیر بعذر من مرض
فر او حبس او عدم قاض یری الشفعة
وار فی بلده لا تسقط بالاجماع وان
ت المدة۔

(۳۸) فان طلب الشفیع الشفعة عند
ضی سال القاضی المدعی علیه
المشتری عن الدار التی یشفع
لشفیع هل هی ملك للشفیع ام لا
اقر المشتری بملك ما یشفع به او نكل

تاخیر ہو جائے اور طلب اشہاد کر چکا ہو تو اوسکا شفعہ ساقط نہین
ہوتا ہی اور محمد رح کی نزدیک اگر بلا عذر ایک مہینہ تک طلب
اشہاد کے بعد طلب تملک نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہی زفر رح
بہی اسی کے قائل ہین اور ابو یوسف سے بھی ایک روایت مین یہی
قول مروی ہی۔ اور عیون مین مذکور ہی کہ ہمارے بعض فقہا نے اسی پر
فتوی دیا ہی اور ایک روایت ابو یوسف رح سے یہ ہی کہ انہون نے تین روز اوسکی مدت

(۳۳) ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص
اتنی مدت پائے کہ اوس مدت مین طلب تملک کر سکتا ہو
مگر نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے

(۳۴) امام شافعی رح کا قول جدید اور نیز امام احمد رح سے ایک روایت
ہی کہ طلب تملک مین تاخیر کرنے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی اگرچہ بلا عذر تاخیر

(۳۵) امام مالک رح کے نزدیک ایکسال گذر جانے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی

(۳۶) مفتی بہ قول اس بارہ مین امام صاحب رح کا قول ہے
کہ جبتک شفیع خود شفعہ کو اپنی زبان سے ساقط نہ کرے اوسوقت تک ساقط
نہین ہوتا اسواسطے کہ طلب کرنیسے حق شفعہ ثابت ہو گیا لہذا جسطرح اور
حقوق کا حال ہی کہ تاخیر کرنیسے ساقط نہین ہوتی اسیطرح وہ بہی ساقط نہین ہو سکتا

(۳۷) اگر طلب تملک مین کسی عذر سے تاخیر ہوگئی مثلا بیمار رہتا
یا سفر مین تھا یا قید خانہ مین تھا یا اوس کے شہر مین ایسا قاضی نہ تھا جو شفعہ
بالجوار کو تجویز کرتا ہو تو باتفاق ائمہ اس شخص کا شفعہ ساقط نہین
ہوتا اگرچہ مدت دراز گذر جائے۔

(۳۸) جسوقت شفیع طلب تملک کرے یعنے قاضی کے روبرو
اپنے شفعہ کا مطالبہ کرے تو قاضی کو مشتری سے سوال کرنا چاہیے
کہ جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے
وہ اسکی ملک ہی یا نہین اگر اس صورت مین مشتری اقرار کرے
کہ وہ مکان شفیع کی ملک ہی یا اسبات کا منکر ہو کر پھر حلف کرنیسے

المشتری عن الیمین بعد ما انکر او برهن
الشفیع ای او اقام بینة انها ملکه ثم ساله
ای سأل القاضی المشتری عن الشراء
فیقول له اشتریت ام لا فان اقر
المشتری به ای بالشراء او نکل عن
الیمین بعد ما انکر او برهن الشفیع
ای اقام بینة علی الشراء قضی القاضی
بها ای بالشفعة لثبوته عنده۔
والواجب فی هذا ان یسأل
القاضی اولا المدعی عن موضع الدار
من مصر ومحلة وحدودها لانه
ادعی فیها حقا فلابد ان تکون
معلومة۔
فاذا بین ذلک سأل هل قبض
المشتری الدار ام لا لانه اذا لم یقبضها
لا تصح دعواه علی المشتری حتی یحضر
البائع فاذا بین ذلک سأله عن طلب
التقریر کیف کان وعند من اشهد
فاذا بین ذلک کله تم دعواه ثم اقبل
علی المدعی علیه فسأله عن الدار التی
یشفع بها هل هی ملک الشفیع ام لا فان
اعترف ثبت باعترافه وان انکر کلف
القاضی الشفیع اقامة البینة علی انه مالک
لما یشفع به۔
وعند زفر یقضی بظاهر الید

انکار کرے یا خود شفیع اسبات کے گواہ پیش کر دے کہ وہ مکان
میرا مملوک ہے تو بہر حال اسکے بعد قاضی کو مشتری سے
خریدنے کی نسبت سوال کرنا چاہیے کہ تو نے یہ مکان مشفوعہ
خریدا ہے یا نہیں اگر وہ خریدنے کا اقرار کر لے یا انکار کرکے پھر
حلف کرنے سے بھی انکار کرے یا خود شفیع اسبات کے گواہ
پیش کر دے کہ مکان مشفوعہ اس مدعی علیہ نے خریدا ہے تو اسوقت
قاضی کو شفعہ کا حکم دیدینا چاہیے اسواسطے کہ اس گفتگو سے
قاضی کے نزدیک شفعہ ثابت ہو گیا۔ اور شروع سے اس
گفتگو کا طریقہ یہ ہے کہ اولا قاضی کو مدعی سے مکان مشفوعہ کا
پتا و نشان دریافت کرنا چاہیے کہ کونسے شہر میں اور
کونسے محلہ میں ہے اور اوس کے حدود اربعہ کیا ہیں اسواسطے
کہ جب اس مکان میں وہ اپنے حق کا دعوی کرتا ہے
تو قاضی کو اوس مکان کا معلوم ہونا ضروری ہے جب مدعی
اس کا بیان کر چکے تو قاضی اوس سے سوال کرے کہ مشتری نے
اوس پر اپنا قبضہ کر لیا ہے یا نہیں اسواسطے کہ اگر مشتری کا
قبضہ نہیں ہوا ہے تو بغیر موجودگی بائع کے مشتری پر
مدعی کا دعوی صحیح نہوگا جب اسکو بھی بیان کر دے تو
قاضی اوس سے یہ بات دریافت کرے کہ طلب تقریر تونے
کسطور پر کی اور کس کے پاس گواہ کیا جب اسکا بھی جواب
دیدے تو اوسکا دعوی پورا ہو جائیگا اسکے بعد قاضی کو مدعی علیہ
کی طرف مخاطب ہونا چاہیے اور اوس سے دریافت کرنا چاہیے
کہ جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے وہ
شفیع کی ملک ہے یا نہیں اگر اوس نے اقرار کر لیا تو شفیع کی
ملکیت اوس کے اقرار سے ثابت ہو گئی اور اگر مشتری نے کہا
کہ وہ مکان شفیع کی ملک نہیں ہے تو شفیع سے اسبات کے گواہ لینے

وهو احدى الروايتين عن ابي يوسف وقول الشافعي لان اليد دليل الملك ظاهرا ولنا ان الظاهر يكفي للدفع دون الالزام۔

فان عجز عن البينة فطلب يمينه استحلف المشتري بالله ما يعلم انه مالك الذي ذكره مما يشفع به عند ابي يوسف وعند محمد يحلف على البتات فان نكل او اقام الشفيع بينة او اقر المشتري بذلك ثبت ملك الشفيع في الدار التي يشفع بها وثبت السبب وبعد ذلك سال القاضي المدعى عليه فيقول له هل اشتريت ام لا فان انكر الشراء قال للشفيع اقم البينة انه اشترى فان عجز عن اقامة البينة وطلب يمين المشتري استحلف بالله ما اشترى او بالله ما يستحق عليه في هذه الدار شفعة من الوجه الذي ذكره فهذا تحليف على الحاصل وهو قول ابي حنيفة ومحمد والاول على السبب وهو قول ابي يوسف فان نكل او اقر او اقام الشفيع بينة قضى بها لظهور الحق بالحجة۔

(۳۹) ولا يلزم الشفيع احضار الثمن وقت الدعوى فيجوز له المنازعة وان لم

چاہیں کہ وہ مکان کا مالک ہے اور امام زفر رح فرماتے ہیں فقط ظاہری قبضہ سے ملکیت کا حکم دیدیا جائیگا اور امام ابو یوسف رح سے بھی ایک [illegible] یہی ہے اور امام شافعی رح کا قول بھی یہی ہے اسواسطے کہ قبضہ ملکیت کی دلیل ہے مگر حنفیہ کہتے ہیں ظاہری قبضہ دوسرے کے ملکیت کی دفع کرنے کو کافی ہوسکتا ہے مگر دوسرے کے اوپر اوس کے ذریعہ سے حق ثابت نہیں ہوسکتا۔ الغرض جسوقت قاضی نے شفیع سے گواہ طلب کیے اور گواہ نہ لاسکا بلکہ اوس نے مشتری سے حلف لینیکی درخواست کی تو مشتری سے ابو یوسف رح کے نزدیک حلف لیا جائیگا کہ خدا کی قسم مجھکو معلوم نہیں کہ جس مکان کے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہے وہ اوسکی ملک ہے اور محمد رح فرماتے ہیں حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم وہ مکان شفیع کی ملک نہیں ہے پھر بلا اگر مشتری اس حلف سے انکار کرے یا خود شفیع ملکیت کے گواہ سنادے یا مشتری اوسکی ملکیت کا اقرار کرے تو جس مکان کے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوس مکان میں شفیع کی ملکیت ثابت ہوجائیگی اور شفعہ کا سبب متحقق ہوجائیگا بعد ازاں قاضی کو مدعی علیہ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ تو نے مکان مشفوعہ خریدا ہے یا نہیں اگر خریدنے سے انکار کرے تو شفیع سے اثبات کے گواہ طلب کیے جائینگے کہ وہ مکان مشتری نے خریدا ہے اگر گواہ نہ لاسکا اور اوس نے مشتری سے حلف لینا چاہا تو مشتری سے یہ حلف لیا جائیگا کہ خدا کی قسم میں نے نہیں خریدا ہے یا یہ کہے کہ خدا کی قسم جس وجہ سے اس مکان میں یہ شخص شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوس وجہ سے یہ شفعہ کا مستحق نہیں ہے کہ دوسرا حلف حاصل کے اوپر ہے اور ابو حنیفہ رح اور محمد رح کا قول یہی ہے اور پہلا حلف سبب کے اوپر ہے اور ابو یوسف رح کا قول یہی ہے پھر اگر

(۳۹) دعوی کے وقت شفیع پر ثمن کا موجود کردینا ضرور نہیں ہے اگر قاضی کے پاس اوسنے ثمن حاضر نہیں کیا ہے اوسوقت بھی

يحضره الثمن الى مجلس القاضى۔

منازعت کرنے کا مجاز ہے۔

(۴۰) وعن محمد لا يقضى له بها حتى يحضر الثمن وهو رواية الحسن عن ابى حنيفة احترازا عن توى الثمن۔

(۴۰) محمد رح سے مروی ہے تا وقتیکہ شفیع ثمن کو لاکر موجود نہ کر دے قاضی کو اوسکے لیے شفعہ کا حکم نہ دینا چاہیے ایسا نہو کہ ثمن ہلاک ہو جائے اور مشتری کی حق تلفی ہو حسن نے امام ابو حنیفہ رح سے بھی اس قول کو روایت کیا ہے۔

(۴۱) وجه الظاهر انه لا يجب عليه الا بعد القضاء لانه قبل القضاء غير واجب عليه فلا يطالب به۔

(۴۱) ظاہر روایت کی دلیل یہ ہے کہ شفیع کے اوپر ثمن اوس وقت واجب ہوتا ہے کہ قاضی شفعہ کا حکم دیدے اوس سے قبل واجب نہیں ہوتا اور جب اوس پر واجب نہیں ہے تو اوس سے مطالبہ نہیں ہو سکتا۔

(۴۲) وعند الشافعى ينتظر الى ثلاثة ايام وعند مالك واحمد يومين۔

فان احضر الثمن فبها والا فسخ فان قال ليس عندى الثمن او احضره غدا او ما اشبه ذلك تبطل الشفعة

وعند الثلاثة لا بل انما يلزم الشفيع احضار الثمن بعد القضاء اى بعد قضاء القاضى بالشفعة لما ذكرنا۔

(۴۲) شافعی رح کے نزدیک حکم قاضی کے بعد تین روز تک ثمن کا انتظار ہو سکتا ہے اور مالک اور احمد رح کے نزدیک صرف دو روز تک ہو سکتا ہے اگر اس عرصہ میں اوس نے ثمن لاکر حاضر کر دیا تب تو خیر ورنہ شفعہ فسخ ہو جائیگا اور اگر شفیع نے یہ بات کہی میرے پاس ثمن نہیں ہے یا یہ کہا کہ کل کو حاضر کر دونگا یا اسی قسم کا کوئی لفظ کہا تو شفعہ باطل ہو جائیگا مگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک باطل نہوگا۔

بلکہ جب قاضی شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدے تو اوسکے بعد شفیع کو ثمن کا حاضر کرنا چاہیے اسواسطے کہ حکم قاضی کے بعد ثمن کا ادا کرنا اوس کو واجب ہو جاتا ہے۔

(۴۳) ويخاصم الشفيع البائع لو كان المبيع فى يده لان له يد الحقيقة اصالة فكان خصما كالمالك بخلاف المودع والمستعير ونحوهما لان يدهم ليست باصالة فلا يكون خصما۔

ولا يسمع القاضى البينة حتى يحضر المشترى لان لكل

(۴۳) اگر مبیع ہنوز بائع کے پاس موجود ہے تو شفیع بائع سے بھی مخاصمت کرتا ہے اسواسطے کہ بائع کا قبضہ ذاتی اور اصلی طور پر ہے لہذا جسطرح مالک یعنے مشتری سے مخاصمت ہو سکتی ہے اوسیطرح بائع سے بھی اس حالت میں ہو سکتی ہے بخلاف اوس صورت کے کہ وہ مکان کسی کے پاس عاریت یا ودیعت کے طور پر ہو کہ اوس شخص سے شفیع مخاصمت نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اوسکا قبضہ ذاتی طور پر نہیں ہے مگر جب تک مشتری موجود نہو

منهما فى المبيع حقا للبائع اليد وللمشتري الملك والشفيع يتعرض للحقين جميعا فلا بد من حضورهما فيفسخ البيع بمشهدهما اي بمشهد المشتري اي بحضوره بخلاف ما بعد القبض حيث لا يشترط حضور البائع لان العقد قد انتهى بالتسليم فصار البائع اجنبيا عنهما۔

قاضی کو شفیع کے گواہ نہ سننے چاہییں اسواسطے کہ اس بیع مین ابتک دونون کا حق ہے اسلیے کہ قبضہ اگرچہ بائع کا ہے مگر ملک مشتری کی ہے اور شفیع دونون حقوق مین دخل دیتا ہے لہذا بائع اور نیز مشتری کا حاضر ہونا ضروری ہے تاکہ مشتری کے روبرو اوس بیع کو فسخ کر دیا جائے اور اگر مشتری کا مبیع پر قبضہ ہو گیا ہے تو صرف مشتری کا حاضر ہونا کافی ہے اور بائع کے حاضر ہونیکی ضرورت نہین ہے اسواسطے کہ جب مشتری کا قبضہ ہو گیا تو اب بائع ایک اجنبی شخص ہو گیا اور بیع تمام ہو گئی۔

(۴۴) والعهدة وهي ضمان الثمن عند الاستحقاق على البائع عندنا۔ وقالت الثلاثة على المشتري والاصل في ذلك ان حقوق العقد ترجع الى المالك عندهم والى العاقد عندنا۔

(۴۴) حنفیہ کے نزدیک اگر مکان مبیع مین کسی کا حق برآمد ہوا تو بائع اوسکے ثمن کا ذمہ دار ہوگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مشتری ذمہ دار ہوگا اور اس اختلاف کا منشا یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بیع کے احکام مالک کی طرف راجع ہوتے ہین اور حنفیہ کے نزدیک عقد کرنے والے کی طرف راجع ہوتے ہین۔

* * * * *

(۴۵) والوكيل بالشراء خصم للشفيع ما لم يسلم المبيع الى الموكل لان الوكيل هو العاقد والاخذ بالشفعة من حقوق العقد فيكون متوجها عليه الا ان يسلم الدار الى الموكل فيخرج عن الخصومة وعند الثلاثة الخصم هو الموكل ابتداء لان الوكيل بمنزلة السفير۔

(۴۵) اگر ایک شخص کو مکان خرید نے کے لیے وکیل کیا تو جبتک وہ مکان موکل کے قبضہ مین نہ آجائے اوسوقت تک شفیع وکیل سے مخاصمت کرسکتا ہے اسواسطے کہ عقد کرنے والا یہان پر وکیل ہے اور شفعہ عقد کے احکام مین سے ہے لہذا وکیل سے مخاصمت کیجائیگی مگر جس صورت مین وہ مکان موکل کے قبضہ مین دیدے کہ اب وکیل سے خصومت نہین ہو سکتی اور ائمہ ثلاثہ یعنے شافعی و احمد و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک شروع ہی دعوی موکل کے اوپر ہوگا کیونکہ وکیل محض بمنزلہ سفیر کے ہے

(۴۶) وللشفيع خيار الروية والعيب وان شرط المشتري البراءة منه اي من العيب بالاجماع لان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء فيثبت فيها الخيار ولا يسقط برؤية المشتري ويشرطه

(۴۶) اگرچہ مشتری نے بائع سے عیب سے بری ہونے کی شرط قبول کر لی ہو مگر شفیع کو بالاتفاق خیار رویت اور خیار عیب حاصل رہتا ہے اسواسطے کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خریدنے کے ہے لہذا شفیع کو لامحالہ اختیار ثابت ہوگا اور مشتری کے دیکھ لینے یا عیب سے بری ہونے کی شرط قبول کر لینے سے شفیع کا اختیار ساقط نہوگا کیونکہ شفیع

براءتہ لان الشفیع لیس بنائب عنہ فلا یسقط حقہ باسقاط المشتری۔

اس مشتری کا نائب نہین ہے لہذا مشتری کے ساقط کرنے سے اوسکا حق ساقط نہو گا۔

(۴۷) وان اختلف الشفیع والمشتری فی مقدار الثمن فالقول للمشتری لانہ منکر لان الشفیع یدعی استحقاق الاخذ عند نقد الاقل والمشتری ینکرہ ولا یتحالفان لان التحالف عرف بالنص فیما اذا وجد الانکار من الجانبین والدعوی من الجانبین والمشتری لا یدعی علی الشفیع شیئا فلا یکون الشفیع منکرا ولا یکون فی معنی ما ورد بہ النص فامتنع القیاس۔

(۴۷) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کی مقدار مین اختلاف ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوتا ہے اسواسطے کہ مشتری منکر ہوتا ہے کیونکہ شفیع اسبات کا مدعی ہے کہ تھوڑا ثمن دیکر مین اس مکان کے لینے کا مستحق ہون اور مشتری اوس سے انکار کرتا ہے مگر اون سے حلف نہ لیا جائیگا اسواسطے کہ دونون طرف سے حلف لینے کا حکم نص سے صرف اوس صورت مین ثابت ہوا ہے کہ دونون طرف سے دعوی اور دونون طرف سے انکار پایا جاوے اور یہان مشتری شفیع پر کسی چیز کا دعوی نہین کرتا کہ شفیع اوسکا منکر ہوتا پس مورد نص مین داخل نہوا اور اوسپر قیاس نہین کر سکتے۔

(۴۸) وان برھنا ای وان اقام کل واحد منہما البینۃ علی دعواہ فللشفیع ای فالبینۃ بینۃ الشفیع عندھما

(۴۸) اگر دونون نے اپنے اپنے دعوی پر گواہ سنا دے تو صاحبین رحمہ کے نزدیک شفیع کے گواہونکا اعتبار کیا جائیگا۔

* * * * *

(۴۹) وعند ابی یوسف البینۃ بینۃ المشتری لانہا تثبت الزیادۃ وعند الشافعی واحمد تہاترتا والقول للمشتری وعنہما یقترع وعند مالک یحکم بالاعدل والابالیمین۔

(۴۹) صورت مذکورہ بالا مین ابو یوسف رحمہ کے نزدیک مشتری کے گواہونکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ اون سے ایک زیادہ بات ثابت ہوتی ہے اور شافعی اور احمد رحمہ کے نزدیک دونون کے گواہ نامعتبر ہونگے اور مشتری کے قول کا اعتبار کیا جائیگا اور انہی دونون سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ قرعہ اندازی کیجائیگی اور امام مالک رحمہ فرماتے ہین کہ

م کہ دونون کے گواہون مین سے جسکے گواہ زیادہ پرہیزگار ہونگے اونکا اعتبار کیا جائیگا ورنہ قسم لیجائیگی۔

(۵۰) ولہما ان بینۃ الشفیع ملزمۃ وبینۃ المشتری غیر ملزمۃ لان الشفیع لو ترک الدعوی یترک فیکون الملزم اولی۔

(۵۰) صاحبین رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ شفیع کے گواہون سے دوسرے پر حق لازم ہوتا ہے اور مشتری کے گواہون سے لازم نہین ہوتا کیونکہ اگر شفیع اپنا دعوی چھوڑ دے تو مشتری خود چھوڑ دیتا ہے لہذا شفیع کے گواہ معتبر ہونگے۔

(۵۱) وان ادعی المشتری ثمنا وادعی بائعه اقل منه والحال انه لم یقبض الثمن اخذها ای المشفوعة الشفیع بما قال البائع لان الامران کان کما قال البائع فالشفیع یاخذه به وان کان کما قاله المشتری یکون حطا عن المشتری بدعواه الاقل وحط البعض یظهر فی حق الشفیع فیاخذه به ولو کان ما ادعاه البائع اکثر مما ادعاه المشتری تحالفا وایهما نکل ظهران الثمن ما یقوله الآخر فیاخذها الشفیع بذلک وان فسخ القاضی العقد بینهما یاخذه الشفیع بما یقوله البائع۔

(۵۱) اگر مشتری کہتا ہے یہ مکان مین نے سو روپیہ کو خریدا ہے اور بائع کہتا ہے مین نے پچاس کو فروخت کیا ہے اور ہنوز بائع نے ثمن کو وصول نہین کیا تو شفیع الیقین پچاس روپیہ دیکر مکان مشفوعہ کو لے سکتا ہے اسلیے کہ اگر فی الحقیقت پچاس کو خرید اہے تب تو شفیع کو پچاس ادا ہی کرنے چاہیین اور اگر سو کو خریدا ہے تو بائع کا یہ کہنا کہ مین نے پچاس کو فروخت کیا ہے ثمن کا کم کر دینا خیال کیا جائیگا اور یہ کمی شفیع کے حق مین ظاہر ہو جائیگی سو اسطے پچاس سے لے سکیگا اور اگر مشتری پچاس کا دعوی کرتا ہے اور بائع سو کا مدعی ہے تو اون دونون سے حلف لیا جائیگا اور جو کوئی حلف سے انکار کرے گا ثابت ہو جائیگا کہ دوسرے کا قول صحیح ہے اور اوسی کے موافق شفیع کو ثمن ادا کرنا پڑیگا اور اگر قاضی نے بائع اور مشتری کے عقد کو فسخ کر دیا تو بائع کے قول کے موافق شفیع کو ثمن دینا پڑیگا۔

* * * * *

(۵۲) وان قبض البائع الثمن فی المسئلة المذکورة اخذها الشفیع بما قال المشتری اذا اثبت ذالک بالبینة او بیمینه ولا یلتفت الی قول البائع لان باستیفاء الثمن انتهی العقد وصار البائع کالاجنبی وعند الثلاثة یؤخذ بقول المشتری هنا ایضا۔

(۵۲) اگر صورت مذکورہ بالا مین بائع نے ثمن کو وصول کر لیا ہے تو مشتری کے بیان کے موافق شفیع کو ثمن دینا پڑیگا بشرطیکہ مشتری گواہ سنا دے یا حلف کر لے اسلیے کہ وصول ثمن کے بعد عقد تمام ہو گیا اور بائع ایک اجنبی شخص ہو گیا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک پہلی صورت مین بھی مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

* * * * *

(۵۳) وحط البعض ای بعض الثمن یظهر فی حق الشفیع حتی یاخذه بما بقی لان الحط لما التحق باصل العقد صار الباقی هو الثمن وعند الثلاثة لا یظهر

(۵۳) اگر بائع نے ثمن کے اندر کچھ کمی کر دی تو شفیع کے حق مین بھی کمی ہو جائیگی اور اوسیقدر کمی سے مکان کو لے سکیگا اسواسطے کہ جب یہ کمی نفس بیع کے اندر داخل ہو گئی تو کم کرنے کے بعد جسقدر باقی رہا ہے اوسیقدر ثمن مقرر ہو گیا اور

ولا یسقط عن الشفیع بل علیہ الثمن المسمی وقد مر اصل ھذا فی کتاب البیوع۔

ائمہ ثلثہ کے نزدیک شفیع سے کمی نہ کیجائیگی بلکہ جو ثمن پہلے قرار پایا ہے وہی ثمن اوسکو دینا پڑے گا۔ کتاب البیوع مین اس مسئلہ کی اصل گزر چکی ہے۔

(۵۴) ولا یظھر حط الکل ای کل الثمن یعنی لو حط البائع کل الثمن عن المشتری لم یسقط عن الشفیع بالاجماع لانہ یصیر بیعا بلا ثمن وانہ باطل۔

(۵۴) اگر بائع نے مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیا تو بالاتفاق شفیع کے ذمہ سے ساقط نہوگا اسواسطے کہ یہ بیع بلا ثمن ہوگی اور بیع بلا ثمن باطل ہوتی ہے۔

* * * * *

(۵۵) ولا یظھر ایضا الزیادۃ علی الثمن بعد عقد البیع حتی لا تلزمہ الزیادۃ بالاجماع لان فی اعتبارھا الحاق الضرر بہ وھو مدفوع۔

(۵۵) اگر بیع ہو جانے کے بعد مشتری نے بائع کے لیے ثمن بڑھا دیا تو بالاتفاق وہ زیادتی شفیع پر لازم نہوگی اسواسطے کہ اگر اس زیادتی کا اعتبار کیا جائے تو اسمین شفیع کا ضرر ہے اور شریعت کے اندر ضرر مدفوع ہے۔

(۵۶) وان اشتری دارا بعرض او بعقار اخذھا ای الدار الشفیع بقیمتہ ای بقیمۃ ذلک العرض او العقار واخذھا بمثلہ ای بمثل ذلک العرض لو کان مثلیا ای من ذوات الامثال کالمکیل والموزون والعددی المتقارب کما فی ضمان العدوان۔

(۵۶) اگر ایک مکان بعوض ایک زمین کے یا بعوض منقول چیز کے خریدا تو شفیع کو اوس کے بدلہ مین زمین اور اس چیز کی قیمت ادا کرنا چاہیے اور اگر وہ چیز مثلی یعنے ذوات الامثال میں سے ہو مثلا وہ چیزین جو ناپ یا تول یا گنتی سے فروخت ہوتے ہین تو شفیع کو اوسکا مثل ادا کرنا چاہیے جسطرح قصدا ہلاک کرنے کے صورت مین تاوان کا قاعدہ ہے۔

* * * * *

* * * * *

(۵۷) واخذھا الشفیع بحال ای بثمن حال لو کان الثمن مؤجلا بان کان المشتری اشتراھا الی اجل او یصبر الشفیع عن الاخذ حتی یمضی الاجل المضروب بین البائع والمشتری فیاخذھا

(۵۷) اگر مشتری نے ایک مکان کچھ مدت کے بعد ثمن ادا کرنے کے وعدہ پر خریدا ہے تو شفیع اسطرح اسکو نہین لے سکتا بلکہ فی الحال اوسکو ثمن ادا کرنا پڑے گا یا اوس مدت ہونے تک شفیع کو صبر کرنا پڑے گا بعد ازان اوسی ثمن سے لے سکیگا جو اونکے مابین قرار پایا ہے۔

* * * * *

بعد ذلك۔

(۵۸) وقال زفر ومالك واحمد والشافعی فی القدیم له ان یاخذها فی الحال بالثمن المؤجل لان الشراء وقع به ولنا ان الاصل فی الثمن ان یکون حالا وانما یؤجل بالشرط ولا شرط فی حق الشفیع۔

(۵۸) زفر اور مالک اور احمد اور شافعی رحمہم اللہ کا قدیم قول یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں شفیع اوسیوقت اوس مکان کو اوسی مدت کے وعدہ پر فی الحال لے سکتا ہے اسواسطے کہ اوسکا مکان کی بیع اسیطرح واقع ہوی ہی حنفیہ یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ اصل میں ثمن اوسیوقت ادا کرنے کی چیز ہی اور اوسکا تاخیر صرف شرط لگانے سے ہوجاتی ہی اور شفیع کے حق میں شرط نہیں لگائی گئی ہے

(۵۹) ثم لابد من الطلب ان کان یصبر الی حلول الاجل حتی لو سکت ولم یطلب فی الحال بطلت شفعته عندهما وعند ابی یوسف لا تبطل بالتاخیر الی حلول الاجل لان الطلب لیس بمقصود لذاته بل للاخذ وهو لا یتمکن منه فی الحال بثمن مؤجل فلا فائدة فی طلبه فی الحال ولهما ان حقه قد ثبت ولهذا له ان یاخذ بثمن حال ولولا ان حقه ثابت لما کان له ذلك والسکوت عن الطلب بعد ثبوت حقه یبطل الشفعة۔

(۵۹) مگر صورت مذکورہ میں اگر شفیع کو اوس مدت معین کے گذرنے کا انتظار کرنا منظور ہو تو بھی اوسکو طلب شفعہ اوسیوقت کرنا چاہیے اگر فی الحال شفعہ طلب نہ کیا بلکہ سکوت کرلیا تو شیخین رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور ابو یوسف رح کے نزدیک باطل نہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ کوئی مقصود بالذات چیز نہیں ہی بلکہ لینے کی غرض سے طلب کیا جاتا ہو اور وہ اس صورت میں مکان کو فی الحال نہیں لے سکتا پھر اوسکے فی الحال طلب کرنے کا کیا نتیجہ ہے۔ اور صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ اوسکا حق تو ثابت ہوچکا و لہذا فی الحال ثمن دیکر فی الحال مکان کو لے سکتا ہے اگر حق ثابت نہوتا تو کسطرح لے سکتا تھا اور یہ قاعدہ ہی کہ اگر ثبوت حق کے بعد پھر طلب شفعہ سے سکوت کیا جائے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے۔

(۶۰) واخذها بمثل الخمر وقیمة الخنزیر ان کان الشفیع ذمیا صورته اشتری ذمی من ذمی عقارا بخمر او خنزیر فان کان شفیعه ذمیا اخذ بمثل الخمر وقیمة الخنزیر لان هذا بیع صحیح فیما بینهم فاذا صح ترتب علیه

(۶۰) ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے ایک مکان بعوض شراب یا خنزیر کے خریدا اور اوسکا شفیع بھی ایک ذمی شخص ہے تو شراب کے بدلہ شراب اور خنزیر کے بدلہ اوسکی قیمت ادا کرکے مکان کو لے سکتا ہی اسواسطے کہ اس قسم کی بیع ذمی لوگونکے باہم درست ہی اور جب درست ہوئی تو بیع کے احکام مثل شفعہ وغیرہ کے اوسپر مترتب ہونگے مگر ذمی کو چونکہ

احکام البیع مثل الشفعة ونحوها غير ان الذمی لا يتعذر عليه تسليم الخمر فياخذ بها لانها [illegible] من ذوات الامثال والخنزير من ذوات القيم فيجب عليه قيمته۔

وان كان الشفيع مسلما وذميا اخذ كل واحد منهما النصف بما ذكرنا من قيمة الخمر او مثلها ولو اسلم الذمی صار حكمه حكم المسلم من الابتداء فياخذها بالقيمة والمستامن كالذمی فی جميع ذلك۔

شراب کے بدلہ شراب کا دینا دشوار نہین ہی اسواسطے اُسکو شراب دینی پڑیگی اور خنزیر چونکہ غیر مثلی چیز ہی اسواسطے اُسکی قیمت ادا کرنی ہوگی اور اگر اس صورت مین ایک مسلمان اور ایک ذمی شخص شفیع ہون تو ہر ایک نصف مکان کو شراب کی قیمت یا شراب کے بدلہ شراب کے لے سکتا ہے۔ اور اگر ذمی مسلمان ہوگیا تو اوس کا حال اوس شخص کے مانند ہی جو پیشتر سے ہی مسلمان ہو اور مستامن کا حال تمام احکام مین ذمی کا سا ہے

* * * * *

* * * * *

* * * * *

* * * * *

(۶۱) واخذ بقيمتها ای بقيمة الخمر وقيمة الخنزير لو كان الشفيع مسلما لانه لا يقدر على تسليم المثل لكونه ممنوعا عن تمليكهما وتملكهما فيجب عليه قيمتهما كما فی ضمان العدوان۔

(۶۱) اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے بعوض شراب یا سور کے ایک مکان خریدا اور ایک مسلمان کا اوسمین شفعہ ہو تو اس مسلمان کو اون دونون کی قیمت ادا کرنی پڑیگی اسواسطے کہ مسلمان اون کا لین دین نہین کر سکتا لہذا اونکی قیمت اوسکو دینی پڑیگی جسطرح قصدًا ہلاک کرنے کی صورتمین تاوان دینے کا قاعدہ ہے۔

(۶۲) واخذها بالثمن وقيمة البناء والغرس لو بنى المشتری على الارض المشفوعة او غرس فيها او كلف الشفيع المشتری قلعهما ای قلع البناء والغرس وياخذ الارض فارغة۔

(۶۲) اگر مشتری نے زمین مشفوعہ مین کچھ عمارت بنالی یا درخت لگالیے تو شفیع کو زمین کے ثمن کے ساتھ اس عمارت اور درختون کی قیمت بھی ادا کرنی پڑیگی ورنہ شفیع کو مشتری سے یہ درخواست کرنی پڑیگی کہ اپنی عمارت اور درختون کو گرا کر لیجاوے اور شفیع کو زمین خالی کر کے دیدے۔

(۶۳) وعن ابی یوسف انه لا يكلفه بالقلع ولكنه بالخيار ان شاء اخذها بالثمن وقيمة البناء والغرس وان شاء تركه وبه قال مالك والشافعی

(۶۳) صورت مذکورہ بالا مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ شفیع اوس عمارت اور درختون کے گرانے کی درخواست مشتری سے نہین کر سکتا بلکہ صرف اوس کو اسبات کا اختیار رہیگا یا تو زمین کے ثمن کے ساتھ عمارت اور درختون کی قیمت بھی دیکر اونکو لیلے یا بالکل

فی قول * * * * * *

وعن الشافعی واحمد لیس له قلعهما بل یاخذ ها بقیمتها فقط۔

شفعہ کو ترک کردیگا اور امام مالک رح اور امام شافعی رح سے بھی ایک روایت یہی آیا ہی مگر دوسری روایت یہ ہی کہ مشتری اوس عمارت اور درختوں کو نہین گرا سکتا بلکہ شفیع کو قیمت ادا کرکے اونکا لینا پڑے گا۔

۶۴، وجه الظاهران المشتری تصرف فی ارض تعلق بها حق متاکد للغیر من غیر تسلیط من جهته فینتقض

(۶۴) ظاہر روایت کی وجہ یہ ہی کہ مشتری نے اس جگہ ایسی زمین مین تصرف کیا ہی جسمین دوسرے کا حق مستحکم ہو گیا ہی اور یہ تصرف دوسرے کے بلا اجازت ہی لہذا اوسکا تصرف باطل ہو جائیگا۔

۶۵، فان قلعهما ای البناء والغرس الشفیع فاستحقت الارض بعد ذلك فکان المستحق الشفیع بالقلع فقلعهما یرجع الشفیع علی المشتری بالثمن لانه تبین ان المشتری اخذ الثمن من الشفیع بغیر حق لان الارض لم تکن فی ملکه فیسترد الشفیع منه الثمن فقط یعنی لا یرجع بقیمة البناء والغرس لا علی البائع ان کان اخذها منه ولا علی المشتری ان اخذها منه معناه لا یرجع بما نقص بالقلع وعن ابی یوسف انه یرجع به لانه متملك علیه فکان کالمشتری۔

(۶۵) اگر صورت مذکورہ بالا مین شفیع نے عمارت اور درختوں کو اوکھاڑ ڈالا بعد ازان اوس زمین مین کسی اجنبی شخص کا حق برآمد ہوا تو یہ شفیع مشتری سے ثمن واپس لے سکتا ہی اسواسطے کہ حق برآمد ہونے سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مشتری نے ناحق شفیع سے ثمن لیا ہی اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ زمین اوس کی ملک نہین تھی لہذا اوس سے ثمن واپس لیا جائیگا مگر عمارت اور درختوں کی قیمت کا مطالبہ کسی سے نہ کرسکیگا نہ بائع سے نہ مشتری سے یعنے درختوں اور عمارت کے گرا دینے سے اوس زمین کی قیمت مین جو کچھ کمی لاحق ہوگی اوسکا مطالبہ نہین کرسکتا۔ اور ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ واپس لیسکتا ہی اسواسطے کہ جب اوس نے بائع سے حق تملک کی رغبت کی ہی تو وہ بمنزلہ مشتری کی ہے۔

* * * * *

* * * * *

۶۶، وجه الظاهر وهو الفرق بینه وبین المشتری ان المشتری مغرور من جهة البائع ومسلط علیه من جهته ولا غرور ولا تسلیط للشفیع من جهة المشتری لان الشفیع اخذها منه جبرا

(۶۶) ظاہر مذہب کی وجہ یہ ہی کہ بائع اور مشتری مین فرق ہی کہ مشتری تو بائع کے فریب مین آسکتا ہے اور بائع کی طرف سے اوسکو مالکیت ہو سکتی ہی اور شفیع مین یہ بات نہین ہی اسواسطے کہ وہ جبرًا مالک بنجاتا ہی کسی کے مالک بنانے سے نہین مالک بنتا یا کسی کے فریب مین نہین آتا۔

* * * * *

(۶۷) واخذها الشفیع بکل الثمن ان خربت الدار بعد شراء المشتری من غیر صنع احد او جف الشجر کذلک لانهما تابعان للارض حتی یدخلان فی البیع من غیر ذکر فلا یقابلهما شئ من الثمن ولهذا یبیعهما فی هذه الصورة مرابحة بلا بیان۔

بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق الماء حیث یسقط من الثمن بحصته لان الفائت ههنا بعض الاصل هذا اذا انهدم البناء ولم یبق له نقض ولا یبقی من الشجر شئ من حطب او خشب واما اذا بقی شئ من ذلک فلابد من سقوط بعض الثمن فیقسم الثمن علی قیمة الدار یوم العقد وعلی قیمة النقض یوم الاخذ۔

(۶۸) واخذها بحصة العرصة ان نقض المشتری البناء لانه صار مقصودا بالاتلاف والتبع اذا صار مقصودا به یقابله شئ من الثمن بخلاف الاول لان الهلاک فیه بآفة سماویة فاذا کان له حصة من الثمن یقسم الثمن علی قیمة الارض والبناء یوم العقد علیهما

(۶۹) بخلاف المسئلة الاولی وهو

(۶۷) اگر ایک شخص نے ایک مکان خریدا جسکے اندر کچھ درخت بھی تھے بعد ازاں وہ مکان خود بخود خراب ہو گیا یا درخت خود بخود خشک ہو گیے تو شفیع کو اوس مکان اور درختوں کا پورا ثمن ادا کرنا پڑیگا اسواسطے کہ درخت وغیرہ زمین کے توابع بیع ہیں اسوجہ سے بغیر ذکر کے یہ چیزیں زمین کے بیع میں داخل ہو جاتی ہیں اسلیے ثمن کا کوئی حصہ انکے مقابل نہ سمجھا جائیگا ولہذا یہ مشتری کچھ نفع لیکر بغیر بیان کیے اس صورت میں اوس زمین کو شرعا فروخت کر سکتا ہے۔ اور اگر زمین کا کچھ حصہ پانی میں غرق ہو کر تلف ہو جائے تو اوسی کے قدر شفیع کیلیے ثمن میں کمی کر دیجائیگی اور صورت مذکورہ بالا میں حکم مذکور اوسوقت ہے کہ عمارت گر جانے کے بعد عمارت کا ملبہ اور درخت خشک ہو جانے کے بعد درختوں کی لکڑیاں باقی نہ رہی ہوں اور اگر باقی ہیں تو بقدر ثمن میں کمی کر دیجائیگی اور مکان اور ملبہ کی قیمت پر وہ ثمن تقسیم کیا جائیگا مگر مکان کی قیمت وہ لگائی جائیگی جو خریدتے وقت ہوتی ہوگی اور ملبہ کی قیمت وہ لگائی جائیگی جو لیتے وقت ہوگی۔

✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤

(۶۸) اگر ایک شخص نے مکان خریدکر اوسکی عمارت کو خود اوکھاڑ ڈالا تو شفیع سے عمارت کی قیمت کم کر دیجائیگی اور جسقدر ثمن زمین کے حصہ میں پڑیگا اوسیقدر شفیع کو ادا کرنا پڑیگا اسواسطے کہ مشتری نے جب خود اوسکو اوکھاڑا ہے تو وہ ایک مقصود بالذات چیز قرار پائی اور توابع جب مقصود بالذات ہو جاتے ہیں تو ثمن کا ایک جز بھی اونکے مقابل میں خیال کیا جاتا ہے بخلاف مسئلہ اولی کے کہ وہاں آفت سماوی سے عمارت وغیرہ تلف ہو گئی ہے جسمیں مشتری کو کچھ دخل نہیں ہے اور جب اوسکے مقابل میں بھی ثمن کا ایک حصہ واقع ہوا

(۶۹) اور اگر خریدشدہ مکان کی عمارت خود منہدم ہو جائے

ما اذا انهدم بنفسه وكان النقض باقيا حيث يعتبر فيها قيمة النقض يوم الاخذ بالشفعة لانه صار له قيمة بالحبس ونقض الاجنبي البناء كنقض المشترى (۵۰) والنقض بكسر النون بمعنى المنقوض كالنكث بمعنى المنكوث وجاء النقض بفتحتين له اى المشترى لان الشفيع انما ياخذه بطريق التبعية للعرصة وقد زالت بالانفصال (۵۱) واخذها الشفيع بثمرها ان ابتاع اى ان اشترى المشترى ارضا ونخلا وثمرا بان شرطه فى البيع او اشترى ارضا ثم اثمر النخل فى يده اى فى يد المشترى بعد الشراء لانه باتصال خلقة صار تبعا من وجه۔ (۵۲) وان جذه بالذال المعجمة المشددة اى وان قطع المشترى الثمر فيما اذا اشتراها بالثمن بالشرط سقطت حصته اى حصة الثمر من الثمن لانه لما دخل بالتسمية صار اصلا وكذلك اذا هلك بآفة سماوية واما فى الفصل الثانى فياخذ الارض والنخل بجميع الثمن لان الثمر لم يكن موجودا عند العقد فلا يدخل عند الاخذ فى المبيع الاتبعا فلا يقابله

اور اُسکا ملبہ باقی ہو تو اس ملبہ کی وہ قیمت لگائی جائیگی جو شفعہ کے ذریعہ سے لینے وقت اوسکی قیمت ہو کیونکہ روکے رہنے سے اوسکی قیمت ہوئی ہے اور اگر کوئی اجنبی شخص اوس مکان کی عمارت کو منہدم کر دے تو اوسکو بھی مشتری کے منہدم کرنیکا حکم (۵۰) اگر مشتری نے مکان کی عمارت کو خود منہدم کیا ہو تو شفیع سے عمارت کی قیمت کم کر کے عمارت کا ملبہ مشتری کو دیدیا جائیگا اسواسطے کہ شفیع زمین کے ساتھ بالتبع عمارت کو لے سکتا تھا اور منہدم ہونے کی وجہ سے اوسکا اتصال زمین سے جاتا رہا۔

(۵۱) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختوں کے خریدا اور درختوں کے پھل بھی بیع کے اندر ٹھیرا لیے یا پھل نہیں ٹھیرائے مگر مشتری کے قبضہ میں اگر درختوں پر پھل آ گئے تو شفیع مع پھلوں کے مشتری سے اوس زمین اور درختوں کو لیسکتا ہے اسواسطے کہ اتصال خلقی کی وجہ سے پھل درختوں کے تابع سمجھے جاتے ہیں۔

(۵۲) اگر مشتری نے صورت مذکورہ بالا میں پھلوں کو توڑ لیا تو بقدر اونکے حصہ کے ثمن شفیع کے ذمہ سے کم ہو جائیگا اسلیے کہ جب بیع کے اندر پھلوں کا بھی ذکر کر دیا ہے تو پھل مقصود بالذات چیز ہو گئے اسیطرح اگر یہ پھل آفت سماوی سے ضائع ہو جائیں تو بھی اونکے قدر ثمن میں کمی کر دیجائیگی البتہ جس صورت میں پھلوں کا ذکر بیع کے وقت نہ آیا ہو بلکہ مشتری کے پاس آ کر درختوں پر پھل آیا ہو تو اوسکے ضائع ہو جانے سے ثمن میں کمی نہ کیجائیگی اسلیے کہ بیع کے وقت چونکہ پھل موجود نہیں تھا اسواسطے فقط بالتبع مبیع کے ساتھ شفیع پھل کو لے سکتا ہے مگر ثمن کا کوئی جزو اوسکے مقابل میں نہیں ہے۔ اور ابو یوسف رح کا قول اول

شیء من الثمن۔ وکان ابو یوسف یقول اولا یحط عنہ من الثمن فی الفصل الثانی ایضا ثم رجع الی ما ذکر فی الکتاب

یہ ہے کہ اس صورت مین بھی شفیع سے ثمن مین کمی کردیجائیگی لیکن اخیر قول اون کا کتاب کے موافق ہے۔

* * * * *

هذا باب فی بیان احکام ما تجب فیہ الشفعۃ وما لا تجب

اس امر کا بیان کہ کس چیز مین شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کس چیز مین نہین ثابت ہوتا

(۴۳) انما تجب الشفعۃ فی عقار سواء کان مما یقسم او مما لا یقسم۔

(۴۳) شفعہ صرف عقار کے اندر ثابت ہوتا ہے خواہ اوسکی تقسیم ہوسکے یا نہوسکے۔

* * * * *

(۴۴) وقال الشافعی لا تجب فیما لا یقسم کالبئر والرحی والحمام والنهر والطریق والاصل فیہ انہا عندہ لدفع ضرر القسمۃ فلا تتحقق الا فیما یقسم وعندنا لدفع ضرر الجوار علی الدوام ولا اختصاص لذلک بالمقسوم دون غیرہ۔

(۴۴) امام شافعی رح کے نزدیک جن عقارات کی تقسیم نہین ہوسکتی اونمین شفعہ ثابت نہین ہوتا جیسے کنوان چکی حمام نہر راستہ اور منشا اختلاف کا یہ ہے کہ شافعی رح کے نزدیک شفعہ تقسیم کی دقت سے بچنے کے لیے مقرر ہوا ہے لہذا غیر قابل قسمت چیزون مین ثابت نہوگا اور حنفیہ کے نزدیک اسواسطے شفعہ مقرر کیا گیا ہے کہ شفیع کو ہمسایہ کے ضرر سے جو تمام عمر کے لیے ہوتا ہے امن رہے اور اسکے اندر قابل قسمت یا غیر قابل قسمت کی [illegible]

(۴۵) وقولہ ملک علی صیغۃ المجہول صفۃ لقولہ عقار واحترز بقولہ بعوض عما اذا ملک بالهبۃ فان الشفعۃ لا تجب فیہا واحترز بقولہ ہو مال عما اذا ملک بعوض غیر مال کالمهر والخلع والصلح عن دم العمد والعتق ونحو ذلک فان الشفعۃ لا تجب فی ہذہ الاشیاء۔

(۴۵) عقار کے اندر ہر حال مین شفعہ واجب نہین ہوجاتا بلکہ صرف اوس وقت مین واجب ہوتا ہے کہ بعوض مال کے اوسکے اوپر ملکیت حاصل ہوئی ہو اور اگر کوئی شخص بذریعہ ہبہ کے ایک عقار کا مالک ہوجائے یا اگر کوئی شخص بعوض عقار کا مالک ہو مگر وہ عوض مال کے قبیلہ سے نہو مثلا ایک مکان کسی عورت کا مہر یا بدل خلع یا آزاد کرنے کا بدل قرار پائے یا کوئی شخص قصداً کسی کو قتل کر ڈالے اور مقتول کے وارث قاتل سے ایک مکان لیکر صلح کرلین تو اس مکان مین بہر حال شفعہ نہوگا۔

(۷۶) لا تجب الشفعة في عرض وفلك اى سفينة وقال مالك تجب في السفينة لانها تسكن كالعقار وعن احمد ومالك في رواية تجب في منقول ولنا ما روى انه عم قال لا شفعة الا في ربع او حائط

(۷۶) غیر منقولات میں اور کشتی میں شفعہ نہیں ہوتا اور امام مالک رح فرماتے ہیں کشتی کے اندر شفعہ ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ عقار کی طرح اسمیں بھی لوگ بود وباش کرتے ہیں اور احمد اور مالک رح سے ایک روایت ہے کہ منقولات میں شفعہ ثابت ہوتا ہے حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت

(۷۷) ويجب ايضا في بناء ونخل بيعا بلا عرصة لانهما منقولان وان بيعا مع الارض تجب تبعا لها۔

(۷۷) اگر ایک عمارت یا درخت بغیر زمین کے فروخت ہوں تو ان میں شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ وہ منقولات میں سے ہیں اور اگر مع زمین کے فروخت ہوں تو بالتبع اُن میں شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۷۸) بخلاف العلو حيث يستحق بالشفعة ويستحق به في السفل على انه خليط في الحقوق وهو الطريق لان حق التعلي يبقى على الدوام وهو غير منقول فيستحق به الشفعة كالعقار ولا كذالك البناء والنخل فلا يستحق بهما الشفعة۔

(۷۸) اگر ایک دو منزلہ مکان ہے تو نیچے والے کو اوپر کے مکان میں اور اوپر والے کو نیچے کے مکان میں شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ اوپر والا حق یعنے راستہ میں نیچے والے کا شریک ہے کیونکہ اوپر والے کو ہمیشہ کے لیے اوپر رہنے کا حق ثابت ہے اور وہ غیر منقول ہے پس عقار کیطرح اسمیں شفعہ کا استحقاق ہوگا بخلاف عمارت اور درختوں کے کہ وہ منقولات میں سے ہیں۔

(۷۹) ولا تجب ايضا في دار جعلت مهرا بان تزوج عليها امرأة او جعلت اجرة بان استاجر بها ما بدا اريد فعها اليه عوض الاجرة او جعلت بدل خلع بان خالعها على دار دفعتها اليه او جعلت بدل صلح عن دم العمد او جعلت عوض عتق بان اعتق عبده على دار وعند الشافعي تجب فيه الشفعة لان هذه الاعواض متقومة عنده وعندنا لا لان المستحق بهذه العقود

(۷۹) اگر بعوض ایک مکان کے ایک عورت سے نکاح کیا یا مثلاً ایک حمام ایک سال کے لیے کرایہ پر لیا اور اسکا کرایہ یہ قرار پایا کہ فلاں مکان مالک حمام کو دیدونگا یا عورت نے ایک مکان دیکر اپنے خاوند سے طلاق لیلی یا ایک شخص نے قصداً دوسرے کو قتل کر ڈالا اور مقتول کے وارثوں نے قاتل سے ایک مکان لیکر راضی نامہ کر لیا یا ایک شخص نے بعوض ایک مکان کے اپنے غلام کو آزاد کیا تو بہرحال ان مکانات میں شفعہ نہیں ہے مگر شافعی رح کے نزدیک ان میں شفعہ ثابت ہوتا ہے اور منشا اختلاف کا یہ ہے کہ شافعی رح کے نزدیک شرمگاہ اور قتل وغیرہ متقوم چیزیں ہیں اور حنفیہ رح کے نزدیک یہ چیزیں اصل میں بے قیمت ہیں کیونکہ وہ مال کے

ليست بمال غير ان الشارع جعلها
مضمونة بالمال اما لخطرها او للضرورة
فلا يتعدى عن موضعها ولا ضرورة في حق ثبوت
الشفعة فلا تكون متقومة في حقه

(٨٠) او وهبت الدار بلا عوض مشروط
في العقد ولو شرط تجب لانها بيع
انتهاء واما اذا وهبت له هبة
ثم عوض عنها بغير شرط لا تجب
عند نا خلافا لمالك.

(٨١) او بيعت الدار بخيار البائع لان خياره لا يخرجها
عن ملكه او بيعت الدار بيعا فاسدا
لانه مستحق الفسخ ما لم يسقط حق
الفسخ بالبناء اي ببناء المشتري
فيها لان حق البائع ينقطع به عند
ابي حنيفة وعندهما لا ينقطع فلا تجب
فيها الشفعة وتسترد وينقض ما بناه
المشتري لان حق البائع في الاسترداد
آكد من حق الشفيع وحقه لا يبطل
وله نقض البناء فالبائع اولى وله
ان حق الاسترداد في البيع الفاسد
حق الشارع والبناء حق المشتري
وحقه مقدم لحاجته والمشتري بنى
بتسليط البائع فلا يكون له نقضه

(٨٢) او قسمت الدار بين الشركاء
لا تجب ايضا لجارهم بالقسمة بينهم

قبیلہ سے نہین ہین البتہ شارع نے لوگون کی ضرورت یا ان
چیزون کی شرافت اور عزت کا لحاظ فرماکر مال سے انکا
تاوان مقرر فرمایا ہی اسواسطے صرف ضرورت کے مقامات مین یہ حکم
منحصر رہیگا اور اسبات کی کچھ ضرورت نہین ہی کہ ثبوت شفعہ کے بیچ بھی

(٨٠) اگر ایک مکان کسی کو ہبہ کیا اور ہبہ کے اندر کچھ عوض
لینی کی شرط نہین لگائی تو اس مکان مین شفعہ ثابت نہوگا اور اگر
شرط لگائی ہی تو شفعہ ثابت ہوجائیگا اسواسطے کہ ہبہ بشرط العوض
آخر کار بیع ہوجاتا ہی۔ اور اگر بغیر شرط کیے ہبہ کے اندر عوض لیجائے
تو حنفیہ کے نزدیک شفعہ ثابت نہین ہی مگر امام مالک رح کے نزدیک ثابت ہوجاتا ہی

(٨١) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور بایع کا اختیار اوس کے اندر
شرط کیا گیا تو اوسمین شفعہ نہوگا اسواسطے کہ جب تک بایع کا اختیار
ہی اوسوقت تک مبیع بایع کے ملک سے خارج نہین ہی اسیطرح اگر
بیع فاسد سے کوئی مکان فروخت ہو تو اوسمین بھی شفعہ
نہین ہوتا البتہ اگر مشتری اوسمین کچھ عمارت بنالے تو حق
فسخ ساقط ہوجانے اور بایع کا حق منقطع ہوجانیکی وجہ سے
اوسمین شفعہ ثابت ہوجائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک
شفعہ ثابت نہوگا اسواسطے کہ بایع کا حق منقطع نہوگا بلکہ
وہ مکان کو واپس لے سکتا ہی اور مشتری کی عمارت کو گرا سکتا ہی
اسواسطے کہ بایع کو واپس کرنے کا حق بہ نسبت اوس حق کے
جو شفیع کو حاصل ہوتا ہی زیادہ تر قوی ہی اور یہ قاعدہ ہی کہ مشتری کے
عمارت بنا لینے سے شفیع کا حق باطل نہین ہوتا بلکہ اوس کو
عمارت کے گرانے کا اختیار رہوتا ہی لہذا بایع کو بطریق اولی یہ اختیار
ہوگا اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہی کہ بیع فاسد کے اندر واپس کرنیکا

(٨٢) اگر ایک مکان مشترک کو شریکون نے باہم تقسیم کیا تو اوس
مکان کے جار کو اس تقسیم کرنے سے شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے

لان القسمة فیها معنی الافراز ولهذا یجری فیها الجبر والشفعة لم تشرع الا فی المبادلة المطلقة وهی المبادلة من کل وجه۔

کہ تقسیم کے اندر مبادلہ کے معنے نہین ہین بلکہ اوسمین حصون کا جدا جدا کرنا ہی ولہذا زبردستی ایک شریک دوسرے شریک سے اپنے حصہ کو جدا کر سکتا ہی اور شفعہ صرف اوس تقدیر پہ ہوتا ہی کہ ہر طرح سے مبادلہ پایا جاوے۔

(۸۳) اوسلمت شفعته ای سلم الشفیع الشفعة ثم ردت الدار الی البائع بخیار رؤیة او بخیار شرط کیفما کان او ردت بخیار عیب بقضاء قاض لا تجب الشفعة ایضا لانه فسخ من کل وجه فلا یمکن ان یجعل عقدا جدیدا فعاد الی قدیم ملك البائع ولا فرق فی ذلك بین ان یکون الفسخ قبل القبض او بعدہ

(۸۳) اگر شفیع نے اپنا شفعہ ترک کر دیا بعد ازان وہ مکان خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے خواہ کوئی شرط ہو بائع کے پاس واپس ہو کر آیا یا بحکم قاضی خیار عیب کی وجہ سے وہ مکان بائع کو واپس ہو گیا تو شفعہ باطل ہو گیا اسواسطے کہ واپس ہونا فی الحقیقت ہمہ وجوہ بیع کا فسخ ہی لیس از سر نو اوسکا عقد قرار دینا ناممکن ہی لہذا اسیطرح پہلے وہ مکان بائع کی ملکیت مین تھا اوسیطرح اب اوسکی ملکیت مین داخل ہو گیا اور یہان اسبات مین کچھ فرق نہین ہی کہ وہ فسخ قبل از قبضہ ہو یا بعد از قبضہ

(۸۴) و تجب الشفعة لو ردت الدار بخیار عیب بلا قضاء قاض او تقایلا البیع لانه فسخ فی حقهما لولایتهما علی انفسهما فانه بیع جدید فی حق ثالث لوجود حد البیع وهو مبادلة المال بالمال بالتراضی والشفیع ثالث

(۸۴) اگر ایک مکان خیار عیب کی وجہ سے بائع کو بلا حکم قاضی واپس ہو جاوے یا خود بائع اور مشتری بیع کو لوٹا لین تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہی اسواسطے کہ صرف انکے حق مین بیع فسخ ہو جاوے گی کیونکہ اونکو اپنی ذات کا اختیار ہی مگر شفیع کے حق مین وہ از سر نو ایک بیع سمجھی جاویگی اسواسطے کہ بیع کی حقیقت (یعنے مبادلہ مال بمال برضامندی) اوسمین پایا جاتا ہے۔

(۸۵) وعندهما لا تجب لان شفعته بطلت بالتسلیم والرد بالعیب بغیر قضاء اقالة والاقالة فسخ لقصدهما ذلك والعبرة لقصد المتبایعین واللہ اعلم۔

(۸۵) صاحبین کے نزدیک صورت مذکورہ بالا مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ ترک کرنے سے شفیع کا شفعہ باطل ہو گیا اور بغیر حکم قاضی کے عیب کی وجہ سے بیع کا واپس کرنا اقالہ کے حکم مین ہی اور اقالہ بیع کا فسخ ہوتا ہی کیونکہ بائع اور مشتری کو اقالہ سے بیع کا فسخ کرنا مراد ہوتا ہی اور شرع کے اندر انکا قصد معتبر ہی واللہ اعلم

هذا باب فی بیان احکام ما تبطل به الشفعة

بطلان شفعہ کا بیان

(۸۶) و تبطل الشفعة بترك طلب

(۸۶) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوس نے طلب مواثبت

المواثبة او بترك طلب التقرير حين علم مع القدرة بان لم يسد احد فمه او لم يكن في الصلوة لانها تبطل بالاعراض وترك الطلبين احدهما مع القدرة عليه دليل الاعراض۔

یا طلب تقریر کو بلا عذر ترک کر دیا یعنے مثلاً کسی نے اوس کے موتھہ کو بند نہین کر دیا تھا یا وہ نماز کی حالت مین نہ تھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ اعراض کرنے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور باوجود قدرت کے دونون طلبون کا خواہ ایک طلب کا ترک کرنا شفعہ سے اعراض کرنیکی دلیل ہے۔

(۸۷) وتبطل ایضا بالصلح ای بصلح المشتری الشفیع من الشفعة علی عوض لانه اخذ الاعتیاض عن حق لیس بمال فسقط حقه وعلیه ای علی الشفیع رده ای رد العوض لانه رشوة۔

(۸۷) اگر مشتری نے کچھ روپیہ شفیع کو دیکر شفیع سے راضی نامہ کر لیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ اوسنے اپنے حق کے عوض مین جو مال کے قبیلہ سے نہین تھا یہ روپیہ لیا ہے لہذا اوسکا حق ساقط ہو گیا اور پھر شفیع کو اوس روپیہ کا بھی واپس کرنا پڑے گا اسواسطے کہ وہ ایک قسم کی رشوت ہے۔

* * * * * *

(۸۸) وتبطل ایضا بموت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبله فلا تورث عنه۔

(۸۸) اگر شفیع نے ہنوز مکان کو شفعہ سے نہین لیا تھا کہ اوسکا انتقال ہو گیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور وارثونکو شفعہ کا حق نہ ہوگا خواہ طلب شفعہ اپنی زندگی مین کر چکا ہو یا نہین۔

(۸۹) وقال الشافعی لا تبطل لانها حقه والوارث یخلفه فی حقوقه ولنا ان حق الشفعة حق التملك وهو حق قائم بالشفیع فلا یبقی بعد موته

(۸۹) امام شافعی رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا مین میت کا حق شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ مورث کا حق تھا اور وارث اوسکے قائم مقام ہین حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ حق شفعہ حقیقت مین ملکیت حاصل کرنے کا حق ہے اور وہ شفیع کی ذات سے

(۹۰) لا تبطل بموت المشتری لوجود المستحق۔

(۹۰) اگر مشتری کا انتقال ہو جائے تو شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ کا حقدار موجود ہے۔

(۹۱) وتبطل ایضا ببیع الشفیع ما یشفع به وهو الدار التی یشفع بها قبل القضاء ای قبل حکم الحاکم بالشفعة لزوال سبب الاستحقاق ولا فرق بین ان یکون عالما وقت

(۹۱) اگر قاضی نے ہنوز شفیع کے لیے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ شفیع نے اوس مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کرتا تھا فروخت کر ڈالا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ استحقاق شفعہ کا سبب جاتا رہا۔ اور اسبات کا کچھ لحاظ نہ کیا جائیگا کہ اوسکو اپنا مکان فروخت کرتے وقت مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم تھا یا نہین

بيع دارة لشراء المشفوعة او لم يكن عالما لانه لا يختلف في الحالين فصار كالتسليم الصريح فانه لا يختلف بين ان يعلم ببيعها او لم يعلم وكذا ابراء الغريم لان ذلك اسقاط فلا يتوقف على العلم كالطلاق والعتاق ولا تبطل ان كان بالخيار لبقاء السبب

اسواسطے کہ اوسکا جہل عذر نہوگا جسطرح صراحۃً شفیع اپنے شفعہ کو ترک کر دے تو علم بیع یا عدم علم کا کچھ خیال نہیں کیا جاتا اور شفعہ باطل ہو جاتا ہے یا کوئی شخص اپنے قرضدار کو قرضہ چھوڑ دے تو قرضدار عند القاضی بری ہو جاتا ہے خواہ اس قرضخواہ کو اپنے قرضہ کا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ یہ چیزیں اسقاط کے قبیلہ سے ہیں لہذا اونمین علم کا ہونا ضروری نہیں ہے جسطرح طلاق اور عتاق کی صورتمین - اور اگر اس صورتمین شفیع نے اپنے لیئے

۹۳، ولا شفعة لمن باع اي الذي باع بالوكالة بان كان الشفيع وكيلا لبائع الدار المشفوعة لانه موكل باتمام البيع وفي اخذه بالشفعة نقض ما وكل باتمامه وعند الثلاثة تجب له الشفعة -

۹۳، اگر شفیع نے بائع کیطرف سے وکیل ہو کر مکان مشفوعہ کو کسی سے فروخت کیا تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ اوسکو بیع کامل کرنیکے لیئے وکیل کیا ہے اگر خود بذریعۂ شفعہ کے اب اوس مکان کو یہ شفیع لیلے تو جس چیز کے لیئے اوسکو وکیل کیا تھا اوسی چیز کا نقض اوسکی طرف سے لازم آجائیگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہین ہوتا -

۹۳، او بيع له اي ولمن بيع له والضمير في له يرجع الى من يعني بيع العقار لاجله بان كان البائع مضاربا فباع الدار ليس لرب المال الشفعة فيها لان البيع له وكذا اذا كان عبدا ماذونا له في التجارة فباع الدار ليس للمولى الشفعة فيها لما ذكرنا

۹۳، اگر زید و عمر تجارت کے اندر شریک ہیں اور زید کا مال اور عمرو کی محنت قرار پائی ہے اور عمر نے تجارت کے مال مین سے ایک مکان فروخت کیا تو زید کو اوسمین شفعہ کا استحقاق نہین ہے اسواسطے کہ یہ بیع اوسی کی طرف سے ہے اسیطرح اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو خرید فروخت کی اجازت دی رکھی ہے اور اس غلام نے ایک مکان فروخت کیا تو اس شخص کو شفعہ نہوگا کیونکہ یہ بیع مالک کیطرف سے ہے -

۹۴، اوضمن الشفيع الدرك وهو ضمانة الاستحقاق عن البائع لا تجب له شفعة لانه بضمانه له الدرك ضمن له ان تحصل له الدار وذلك لا يكون الا بتركه للشفعة وفي اخذه

۹۴، اگر ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے مشتری سے یہ بات کہی کہ اسمین کسی کا حق برآمد ہو تو مین اوسکا ضامن ہون تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ یہ شفیع گویا مشتری کے لیئے حصول مکان کا ضامن ہوگیا ہے اور یہ اوسوقت ہو سکتا ہے کہ وہ شفعہ کو ترک کر دے اور شفعہ سے

بها ابطال ذلك وعند الثلاثة تبطل۔

یعنی اوسکا باطل کرنا ہی۔ مگر ائمہ ثلاثہ رح کے نزدیک شفعہ باطل نہیں ہوتا۔

(٩٥) ومن ابتاع اى اشترى او ابتيع له اى او اشترى لاجله والضمير فيه يرجع الى من فله الشفعة اما اذا اشترى بطريق الوكالة وهو شفيع فله الشفعة لانه ليس فيه ابطال شرائه بل فيه تقرير من جهته لان الاخذ بالشفعة مثل الاخذ بالشراء واما اذا اشترى له فكذلك كالمضارب اذا اشترى العقار من مال المضاربة ورب المال شفيعها كان لرب المال الشفعة وكذا العبد الماذون اذا اشترى فللمولى الشفعة اذا كان على العبد دين وان لم يكن عليه دين فلا فائدة بالاخذ لانه ملكه ولم يتعلق به حق غيره۔

(٩٥) اگر ایک شخص مکان کو وکالۃً خریدے تو اوسکا شفعہ باطل نہیں ہوتا اسواسطے کہ شفعہ سے لینے میں اوسکا خرید باطل نہیں ہوتا بلکہ شفیع کے اعتبار سے وہ خرید برقرار رہتا کیونکہ شفعہ سے لینا بھی بمنزلہ خریدنے کے ہی۔ اسیطرح اگر اگر مکان شفیع کے لیے کوئی شخص خریدے تو اوسکا شفعہ باطل نہیں ہوتا۔ اگر زید نے تجارت کے لیے کسی شخص کو مال دیا ہی اوس مال سے اگر شخص مذکور نے کوئی مکان خریدا اور زید کا اوس میں شفعہ ہو تو وہ شفعہ کر سکتا ہی اور اسیطرح اگر غلام ماذون یعنے مالک کیطرف سے جسکو فروخت کی اجازت ہی) اگر کوئی مکان خریدے اور مالک کا اوسمیں شفعہ ہو تو مالک اوس مکان کو بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے بشرطیکہ وہ غلام لوگون کا قرضدار ہو اور اگر قرضدار نہیں ہی تو مالک کو اوس مکان کے لینے کی کیا ضرورت ہی اسلیے کہ دوسرے کا حق اوس میں متعلق نہیں ہی بلکہ وہ اوسکی ملک ہی۔

(٩٦) وان قيل للشفيع انها اى الدار بيعت بالف درهم فسلم شفعتها لاجل الاستكثار ثم علم انها اى الدار بيعت باقل من الالف او علم ان الدار بيعت ببر او شعير قيمته الف درهم

(٩٦) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہو گیا اور شفیع نے اوسکو گران سمجھکر یا نقد روپیہ ہونیکی وجہ سے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو فروخت ہوا ہی یا معلوم ہوا کہ وہ مکان بعوض اسقدر گیہون یا جو کے فروخت ہوا ہی جنکی قیمت ہزار روپیہ یا ہزار روپیہ سے زیادہ تو اب شفعہ کا دعوی کر سکتا ہی اسلیے کہ جسطرح اس صورتین

او اکثر من الالف فله الشفعة لان التسليم لم يصادف على الوجه المستحق لانه كان للاستكثار او لتعذر الجنس فلم يصح وهكذا الحكم في كل موزون او مكيل او عددي متقارب۔ بخلاف ما اذا علم انها بيعت بعرض قيمته الف او اكثر لان الواجب فيه القيمة وهي دراهم او دنانير فلا يظهر فيه التيسير۔

اوسکو شفعہ کا استحقاق ہوا تھا اوسطرح سے ترک شفعہ نہیں پایا گیا بلکہ گران سمجھنے یا اوقدر روپیہ میسر نہونے کی وجہ سے اوسنے شفعہ کو ترک کیا لہذا اوسکا اعتبار نہوگا۔ جتنی چیزیں ناپ یا تول یا گنتی کے حساب سے فروخت ہوتی ہیں سبکا حکم یہی ہے اور اگر معلوم ہوا کہ وہ مکان اسقدر اسباب کو فروخت ہوا ہے جسکی قیمت ایکہزار یا ایکہزار سے زیادہ ہے تو شفعہ باقی نہ رہیگا اسواسطے کہ ایسی صورتمیں بہرحال شفیع کو قیمت دینی پڑتی اور آسانی کا اثر اوسمیں ظاہر نہوگا۔

(٩٧) ولو بان اي ظهر انها اي الدار بيعت بدنانير قيمتها الف فلا شفعة لانهما جنس واحد في الثمنية وقال زفر والثلاثة هو على شفعته لانهما جنسان حقيقة۔

(٩٧) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہے اور اوسنے شفعہ کو ترک کردیا اوسکے بعد معلوم ہوا کہ سو اشرفی کو فروخت ہوا ہے جسکی قیمت ہزار روپیہ ہے تو پھر شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ روپیہ اور اشرفی ثمنیت کے اعتبار سے ایک جنس سمجھی جاتی ہیں اور زفر اور ائمہ ثلاثہ رح کے نزدیک شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ حقیقۃً دو جنس ہیں۔

(٩٨) وان قيل له اي للشفيع ان المشتري فلان فسلم شفعته اما اكراما له او خوفا من شره فبان اي ظهر انه غيره فله الشفعة لما ذكرنا ولو ظهر ان المشتري هو مع غيره كان له ان يأخذ نصيب غيره لان التسليم لم يوجد في حقه۔

(٩٨) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان زید نے خریدا ہے شفیع نے یہ سنکر زید کی عزت کا خیال کرکے یا اوسکے خوف سے شفعہ کو چھوڑدیا بعد ازان معلوم ہوا کہ اوس مکان کو عمرو نے خریدا ہے تو شفعہ ثابت ہوجائیگا اس لیے کہ جسطرح استحقاق شفعہ کا حاصل ہوا تھا اوسطرح سے ترک شفعہ نہیں پایا گیا اور اگر معلوم ہوا کہ زید نے مع عمرو کے خریدا ہے تو صرف عمرو کے حصہ کو لے سکتا ہے اسلیے کہ عمرو کے حق میں ترک شفعہ نہیں پایا گیا۔

* * * * *

(٩٩) ولو بلغه شراء النصف فسلم ثم بلغه شراء الكل فله الشفعة في الكل۔

(٩٩) اگر شفیع کو اولاً نصف مکان کے فروخت ہونے کا علم ہوا اور اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان کل مکان کے فروخت ہونے کا علم ہوا تو اب کل مکان میں شفعہ کرسکتا ہے

(۱۰۰) وان باعها ای وان باع رجل داره الا ذراعا استثناه فی جانب الشفیع ف[illegible]شفعة له لان الاستحقاق بالجوار ولم یوجد الاتصال بالمبیع وكذا لو وهب هذا القدر للمشتری لعدم الالتزاق وهذه حیلة لاسقاط الشفعة۔

(۱۰۰) اسقاط شفعہ کے لیے ایک حیلہ ہے کہ فروخت کرنیوالا اپنے کل مکان کو فروخت کر ڈالے مگر شفیع کی جانب سے ایک گز زمین کو مستثنیٰ کر لے کہ اس سے شفیع کو شفعہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جوار کے سبب سے شفعہ کا استحقاق ہوتا ہے اور اس جگہ مبیع کے ساتھ اتصال نہیں پایا گیا اسیطرح اگر بائع اپنے مکان کی ایک گز زمین جو شفیع کے ملک سے متصل ہے مشتری کو ہبہ کر دی تو بھی عدم اتصال کیوجہ سے شفعہ نہیں رہتا۔

* * * * *

(۱۰۱) وان ابتاع ای وان اشتری منها ای من الدار سهما بثمن معین ثم ابتاع ای اشتری بقیتها ای بقیة الدار فالشفعة تثبت للجار فی السهم الاول فقط لان الشفیع جار والمشتری شریك فی الباقی فیقدم علیه۔

(۱۰۱) اگر ایک شخص نے مکان کا ایک حصہ سو روپیہ کو خرید کر باقی مکان کو بھی خرید لیا تو فقط پہلے حصہ میں جار کو شفعہ ہوگا اور باقی میں نہ ہوگا اسواسطے کہ شفیع جار ہے اور مشتری باقی کے اندر شریک ہے لہذا جار پر مقدم ہوگا۔

* * * * *

* * * * *

(۱۰۲) ولو اراد الحیلة اشتری السهم الاول بجمیع الثمن الا درهما والباقی بدرهم فلا یرغب الجار فی اخذ السهم الاول لكثرة الثمن لاسیما اذا كان السهم الاول جزء قلیلا كالعشر مثلا او اقل۔

(۱۰۲) شفعہ سے بچنے کے لیے ایک یہ حیلہ ہو سکتا ہے کہ مکان کا ایک حصہ پورے ثمن میں سے ایک روپیہ کم کر کے خرید کر باقی مکان کو اوس ایک روپیہ سے خرید لے کہ اسوقت میں کثرت ثمن کیوجہ سے اوس حصہ کو شفیع نہ لیگا خصوصاً جبکہ بہت کم مثلاً دسواں یا بیسواں حصہ ہو۔

* * * * *

(۱۰۳) وان ابتاعها ای وان اشتری الدار بثمن ثم دفع الی البائع ثوبا عنه ای عن الثمن فالشفعة تجب للشفیع بالثمن لا بالثوب لان الثوب

(۱۰۳) اگر ایک مکان سو روپیہ سے خریدا اور بائع کو بجائے سو روپیہ کے مشتری نے ایک کپڑا دیدیا اب شفیع اگر اوس مکان کا لینا چاہے تو اوسکو سو روپیہ دینے پڑینگے اور کپڑا دیکر نہیں لے سکتا ہے اسواسطے کہ مشتری نے وہ کپڑا

عوض عما في ذمة المشتري فيكون البائع مشتريا للثوب بعقد آخر غير العقد الاول۔

سو روپیہ کے بدلے دیا ہو مکان کے بدلے نہیں دیا اور یہ سا دلہ گویا دوسری بیع ہے۔

* * * *

١٠٤، ولا تكره الحيلة لاسقاط الشفعة واسقاط الزكوة عند ابي يوسف وعند محمد تكره لانها وجبت لدفع الضرر وهو واجب والحاق الضرر به حرام وبه قال الشافعي ولابي يوسف انه يحتال لدفع الضرر عن نفسه والحيلة لذلك مشروعة وان كان غيره يتضرر في ضمنه وهو رواية عن ابي حنيفة ثم قيل هذا الاختلاف بينهما قبل الوجوب واما بعده فلا يكره بالاجماع۔

١٠٤، اسقاط شفعہ اور اسقاط زکوۃ کے لیے حیلہ کرنا ابو یوسف رح کے نزدیک برا نہیں ہے اور امام محمد رح کے نزدیک برا ہے اسلیے کہ حیلہ دفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور وہ ضروری چیز ہے اور دوسرے کے ضرر رسانی کے لیے حیلہ کرنا حرام ہے۔ امام شافعی رح کا بھی یہی قول ہے ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ اس جگہ اپنی ذات سے ضرر دور کرنے کے لیے حیلہ کیا جاتا ہے اور اسلیے حیلہ کرنا روا ہے اگرچہ دوسرے کا بھی اوسکے ضمن میں ضرر لازم آئے اور ابو حنیفہ رح سے بھی ایک روایت یہی ہے مگر بعض کا قول ہے کہ یہ اختلاف ابو یوسف اور محمد رح کے مابین ثبوت شفعہ سے پہلے ہے اور ثبوت شفعہ کے بعد بالاتفاق حیلہ کرنا برا ہے۔

١٠٥، وقيل لا تكره الحيلة بمنع وجوب الشفعة بالاجماع وانما الخلاف في فصل الزكوة والمختار عندي ان لا تكره في الشفعة دون الزكوة۔

١٠٥، بعض کا قول ہے کہ بالاتفاق شفعہ ثابت نہونے کے لیے حیلہ کرنا برا نہیں ہے بلکہ صرف اسقاط زکوۃ کے کرنے میں اختلاف ہے مگر میرے نزدیک پسندیدہ قول شفعہ کے لیے حیلہ کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور زکوۃ کے لیے حیلہ کرنا برا ہے۔

١٠٦، واخذ البعض يتعدد بتعدد المشتري لا بتعدد البائع صورته ان المشتري اذا تعدد بان اشترى جماعة عقارا والبائع واحد يتعدد الاخذ بالشفعة بتعددهم حتى كان للشفيع ان ياخذ نصيب بعضهم ويترك الباقي وان تعدد

١٠٦، اگر چند لوگوں نے ایک شخص سے تو شفیع کو اس بات کا بھی ہے اور باقی مکان کو چھوڑ دے ایک شخص کو لے سکتا ہے میں خریدے تو شفیع

البائع (ثلاثة) باع جماعة عقارا مشتركا بينهم والمشتري واحد لا يتعدد الاخذ بالشفعة بتعددهم حتى لا يكون للشفيع ان ياخذ نصيب بعضهم دون بعض والفرق ان في الوجه الثاني باخذ البعض تتفرق الصفقة على المشتري فيتضرر به زيادة الضرر وفي الوجه الاول يقوم الشفيع مقام احدهم فلا تتفرق الصفقة ولا فرق في هذا بين ما اذا كان قبل القبض او بعده على الصحيح۔

کہ اس صورت میں بعض کا حصہ لینے اور بعض کا نہ لینے سے مشتری پر بیع کا تفرقہ لازم آئیگا جسمیں مشتری کا بہت ضرر ہے اور پہلی صورت میں یہ شفیع ایک مشتری کے قائم مقام ہو جائیگا اور بیع کی تفریق نہ لازم آئیگی۔ قول صحیح یہ ہے کہ ان صورتوں کا حکم قبل از قبضۂ مشتری اور بعد از قبضہ ایک ہی ہے۔

✣ ✣ ✣ ✣

(١٠٧) وان اشترى رجل نصف دا مقسوم وقاسم المشتري البائع اخذ الشفيع حظ المشتري الذي حصل له بقسمته وليس له القسمة سواء كانت بحكم لانها من تمام القبض لانتفاع۔

(١٠٧) اگر ایک شخص نے کسی غیر منقسم مکان کا نصف حصہ خریدا اور مشتری نے بائع سے اسکو تقسیم کر لیا تو شفیع کو بھی حصہ لینا پڑے گا جو تقسیم ہونے سے مشتری کو ملا ہے اور اس تقسیم کے باطل کرنے کا شفیع کو اختیار نہ ہوگا خواہ وہ تقسیم باہمی رضامندی سے ہو یا بحکم قاضی ہو اسلئے کہ تقسیم کے بغیر قبضہ ناتمام ہوتا ہے اسلئے کہ بغیر تقسیم کیے انتفاع کامل ہو سکتا۔

(١٠٨) معنى المبادلة تصرفاته فيها افراز الخبر

(١٠٨) صورت مذکورہ بالا میں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ تقسیم ایک قسم کا مبادلہ ہے اور شفیع کو مشتری کے تمام تصرفات باطل کرنے کا اختیار ہے لہذا اسکی تقسیم کو بھی باطل کر سکتا ہے مگر اسکا یہ جواب ہے کہ تقسیم کے اندر ایک طرح سے علیحدگی کے معنے پائے جاتے ہیں اسیواسطے ایک شریک دوسرے شریک کو اس پر مجبور کر سکتا ہے اور ایک طرح سے مبادلہ کے معنے پائے جاتے ہیں

رویة فبالنظر الی هذه یملک وبالنظر الی ذلک لا یملک فلا یملک بالشک

ثم اذا لم یکن له نقض قسمته کان له ان یاخذ نصیب المشتری فی ای جانب کان وعن ابی حنیفة انما یاخذه اذا وقع فی جانب الدار التی یشفع بها لانه لم یبق جارا فیما یقع فی الجانب الآخر۔

ولہذا تقسیم کے اندر بیع کے احکام جاری ہوتی ہیں مثلاً عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار [illegible] رویت وغیرہ پس بلحاظ مبادلہ کے شفیع کو ابطال تقسیم کا اختیار ہونا چاہیئے۔ اور بلحاظ تحدید کے اختیار نہونا چاہیئے پس بسبب شک ہو جانے کے اوسکو اختیار نہوگا۔ اور جب اوسکو تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار نہوا تو جسطرف مشتری کے حصہ میں نصف مکان آیا ہو شفیع اوسکو لے سکتا ہے مگر ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ اس صورت میں مشتری کے حصہ کو شفیع اُسوقت لے سکتا ہے کہ وہ حصہ شفیع کے مکان کی جانب ہو اور اگر دوسری جانب ہو تو ...

(۱۰۹) وللعبد المدیون الاخذ بالشفعة من سیده وصورته رجل باع دارا وللبائع عبد ماذون له فی التجارة وعلیه دین یحیط بماله ورقبته فللعبد ان یاخذ الدار بالشفعة لانه کالاجنبی عنه حینئذ

(۱۰۹) اگر ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا اور اُسکا ایک غلام ہے جسکو اُسنے تجارت کرنے کی اجازت دے رکھی ہے اور یہ غلام اسقدر قرضدار ہے کہ اوسکی ذات اور نیز اوسکا مال قرضہ کے اندر مستغرق ہے تو یہ غلام بذریعہ شفعہ کے اوس مکان کو لے سکتا ہے اسلیئے کہ ایسے وقت میں اوس غلام کو اجنبی کا حکم ہے۔

(۱۱۰) کعکسه ای کعکس الحکم المذکور وهو ما اذا کان العبد هو البائع فلمولاه الشفعة لما ذکرنا بخلاف ما اذا لم یکن علیه دین والعبد بائع لان بیعه لمولاه ولا شفعة لمن بیع له علی ما مر بخلاف ما اذا اشتری لانه ابتیع له وقد مر ان من ابتاع او ابتیع له لا تبطل شفعته۔

(۱۱۰) اگر صورت مذکورۂ بالا کے برعکس صورت ہو یہ غلام کوئی مکان فروخت کرے تو اوسکے آقا کو [illegible] ثابت ہوگا اسیواسطے کروہ اجنبی کے حکم میں ہے کہ غلام پر کسی کا قرض نہو اور وہ مکان فروخت مالک کیطرف سے ہوگی اسلیئے مالک کا شفعہ [illegible] خریدے تو مالک کا شفعہ قائم رہیگا [illegible] جائے اوسکا شفعہ مکان ...

* *

(۱۱۱) وصح تسلیم الشفعة من الاب والوصی والوکیل عندهما وقال محمد لا یجوز والصبی علی شفعته اذا

(۱۱۱) اگر [illegible] وکیل شفعہ